الھدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟

دونوں حصے مکمل

مفتی محمد اسمٰعیل طورو

شعبہ نشر و اشاعت

دار الافتاء جامعہ اسلامیہ صدر کامران مارکیٹ راولپنڈی

Ph: 5481892, Mob: 0333-5103517 - Email: islaminpak@yahoo.com

نام کتاب .... الہدیٰ انٹرنیشنل
مصنف .... مفتی محمد اسمٰعیل طورو
ایڈیشن .... ساتواں
ناشر .... دارالافتاء جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی
سنہ ۱۴۲۶ھ
تعداد .... ایک ہزار

ملنے کے پتے

۱: مکتبہ رشیدیہ، بک لینڈ، مکتبہ شہید اسلام، ادارہ غفران — راولپنڈی، اسلام آباد
۲: مکتبۃ المعارف علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۳: مکتبۃ الحبیب، سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی
۴: مجلس علمی فاؤنڈیشن جمشید روڈ نمبر ۲ کراچی
۵: مکتبہ مکیہ — مکی مسجد، ۲۲ علامہ اقبال روڈ، لاہور
۶: کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
۷: دارالعلوم اسلامیہ — سرحد، آسیا گیٹ پشاور

مولف کی دیگر تصانیف

☆ حوا کے نام ☆ نماز حنفی ☆ مختصر النصاب
☆ آئینۂ اہل حدیث ☆ تانیب الخطیب ☆ جنت میں داخلہ خطرے میں
☆ قبر — ایک شدید غلط فہمی کا ازالہ ☆ منصفانہ فیصلہ (منکرین حدیث کیلئے)
☆ اہلحدیث کیلئے قاعدہ بغدادی ☆ منکرین حدیث اور اکابر
☆ اسلام کا نظام زمینداری

یہ کتاب آپ کو صرف ایک فتنہ کی نشاندہی ہی نہیں کرائے گی بلکہ آپ کو اس سے ایک کسوٹی مل جائے گی۔ جس سے آپ ہر آنے والے فتنے کی پہچان کر سکیں گے۔ اور آپ جان سکیں گے کہ اس دین حنیف پہ کون کس طرح اور کہاں سے حملہ کرتا ہے۔ اس دین کے محافظ کون؟ پاک و ہند کے فاتح کون؟ گزرے مجاہد کون؟ عالم کس کو کہتے ہیں؟ درس قرآن کون دے سکتا ہے؟ اجتہاد کی شرائط کیا ہیں؟ اس کے اہل کون ہیں؟ تقلید کیا ہے؟

التماس

(۱) اگر بندے کی کتاب کے اندر کوئی لفظی معنوی یا اخلاقی غلطی ہوگئی ہو یا کوئی بھی غیر تحقیقی بات قلم سے نکل چکی ہو اور بندے کو الہدیٰ والے یا کوئی بھی ساتھی مطلع کرے گا تو میں غلطی ماننے میں عار نہیں بلکہ فخر محسوس کروں گا اور برملا اپنی بات سے رجوع کروں گا۔ (انشاء اللہ)

(۲) اگر اس کتاب میں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔

کتب فانوس والے مولف سے رجوع کریں

مرتب **مفتی محمد اسمٰعیل طورو**

فاضل و تخصص بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5، ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی

ای میل: islaminpak@yahoo.com

فون: 03335103517، 051-5481892 (مغرب کے بعد)

﴾انتساب حوا کی بیٹی کے نام﴿

عورت دنیا پر فطرت کا وہ عظیم تحفہ ہے۔ جس کے بغیر دنیا کا حسن اور زندگی ادھوری اور گھر کی زینت نامکمل ہے۔ پاک رب نے اگر دنیا میں پیغام (قرآن) بھیجا اس میں دو سورتوں کا نام سورۃ النساء (یعنی عورتوں کی سورت، سورہ نساء اور سورہ طلاق) رکھا محمد ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں لیکن زبان مبارک پر دو باتیں ہیں۔ نماز کا اہتمام کرو۔ اور عورتوں کے حقوق Women,s Rights کا خیال رکھو۔ قرآن کھول کر دیکھیں اس نے والد کو اگر چاند کہا ہے تو ماں کو سورج کہا (سورۃ یوسف) اس لیے کہ مرد کی عزت و وجود کے دیئے اگر جلتے ہیں تو اسی عورت ذات کے مرہون منت ہے۔ عورت عورت ہے لیکن سب سے اعلیٰ انسان نبی کی ماں بنتی ہے۔ حیا، عفت، عظمت اور دل کی صفائی اس میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ اگر آپ غور و فکر کا ترازو رکھیں۔ تو دل و دماغ کی آنکھیں آپ کو بتا دیں گی۔ کہ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی محبت اپنے بیٹے، بھائی والد اور خاوند کی محبت و الفت سے بدرجہا مستزاد Superior ہوتی ہے۔ اگر حضور ﷺ کی بعثت سے قبل جاہلیت اس کو زندہ درگور کرے اور میراث میں تقسیم کرے اور کافر ممالک اس کو انسان و حیوان سے نچلا درجہ دے تو اسلام کا خورشید طلوع ہوتے ہی پہلی بار عورت کے حقوق کا اعلان کرتا ہے۔

لیکن اس صنف نازک کے ساتھ دو المیے ایسے ہوئے کہ سادہ ذات نے اس کو نہ سمجھا۔ بلکہ ایک کو اپنا "حق" اور دوسرے کو اسلام سمجھا۔ پہلا المیہ "عریانیت" لے آیا۔ اور دوسرے المیے نے اگرچہ "اسلام" کا نام تو پیش کیا یہ اسلام وہ تھا جس کو پہلے "مغربیت میں غوطہ" دیا گیا تھا بظاہر میں اسلام لیکن حقیقت میں مغربی تہذیب کی طرف پہلا قدم تھا۔

پہلا المیہ "آزادی نسواں" کا ہے۔ جس نے عورت کو ائیر ہوسٹس، شوبیں

ماڈل گرل اور فیشن پر بٹھانے سے لیکر کنڈیکٹر تک بنایا اور عریاں کر کے

ان کے ذریعے فیکٹری کا گھٹیا مال بیچا گیا اور مرد کی ہوس کیلئے سکون کا

عورت نے یہ سوچا کہ میں تو مسلمان ہوں غیرت تند ...

اور دوسرا المیہ یہ ہوا کہ "اسلام" کے نام پر اس چادر اور چاردیواری میں بچی آج کی خواتین کو بدن سے چپکی چادروں اور سکارفوں کیساتھ باہر نکالا گیا۔ اس سے دھرنے کروائے گئے۔ ریلیاں نکلوائی گئیں اور ہاتھوں کی زنجیریں بنوا کر فاسق وفاجر کیمرہ مینوں سے تصویریں کھنچوائی گئیں اور اسلام کے نام پر سیاست میں لایا گیا اور فارم دے کر فیشنی پردہ میں ملبوس کرا کے این جی اوز کی طرح "ڈور ٹو ڈور" ممبر سازی کیلئے پھرایا گیا۔ عورت کا حقیقی منصب Position ان دنیاوی وسیاسی خود غرضیوں میں کہیں کھو گیا۔ وہ اعلیٰ اور ارفع درجوں کی تلاش کیلئے ادنیٰ واسفل حیثیتوں تک کھینچ لائی گئی۔ اس فریب زدہ عورت کی مظلومیت وذلت پر دل حسرت وافسوس سے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

بہر حال میں اپنی اس علمی کاوش کو (حوا کی عظیم بیٹی) کے نام منسوب کرتا ہوں جو نسبی رشتہ کے لحاظ سے میری پھوپھی صاحبہ ہیں جن کی آغوشِ محبت میں پل کر بڑا ہوا ہوں وہ جنہوں نے بچپن میں ہی مجھے مادرِ مہربان کی جدائی اور سایہ عاطفت سے محرومی کے صدمہ سے بچایا ۔ اپنے نالہ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی سے رحمت خداوندی کا سزاوار بنایا۔ جس سے میرے اندر خدا شناسی اور دین فہمی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اللہ کے فضل وکرم سے آج جو کچھ بھی ہوں ، ان کی توجہ، انفاق مسلسل اور مخلصانہ دعاؤں کا اجر اور ثمر ہوں۔ وہ اب اس فانی دنیا سے دار البقاء کی طرف کوچ کر چکی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ع حلفت الدهور وما اتين بمثله

ولقد اتی فعجزن عن نظرائه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختلافات سے بچ کر اصل نشانے پر وار......

پاک رب کی قسم۔ کتاب لکھتے وقت اور اب بھی ہمیشہ میں دل میں اس بات پر کڑھتا اور پریشان رہتا ہوں اور اکثر میں یہی سوچتا رہتا ہوں کہ وہ بچیاں اور مستورات جو قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتی تھیں، شرعی پردہ نہیں کرتی تھیں اور دین سے دور تھیں لیکن "الہدیٰ" میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے تجوید، پردہ اور دین کی قربت حاصل کر لی۔ لیکن وہ جب میری کتاب پڑھیں گی تو وہ بیچاری پریشان ہوں گی۔ کہ یہ اختلاف کیوں ہوتا ہے ہم کہاں جائیں؟ لیکن پیاری قابل احترام بہنو! ان چیزوں پر ہم کو اشکالات تھیں ہم ان چیزوں سے خوش ہیں۔ لیکن یہ کتاب کسی پر اٹیک اور جٹ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو "دفاع" اور "ردعمل" ہے "الہدیٰ" کے اس طرز فکر اور غلطیوں کا جو ان سے ہوئی ہیں۔ مثلاً مطلق تقلید پر رد کر کے انہوں نے مفسرین، محدثین اور فقہاء کا بستر گول کر دیا۔ جن باتوں پر اسلاف سے اجماع آ رہا ہے اس میں رخنہ ڈال دیا اور اپنا نصاب مخصوص مکتبہ فکر کے متشدد علماء کی فکر اور فروعی اختلافات سے بھر دیا ہے اگرچہ فروعی اختلافات میں دلائل دونوں طرف ہوتے ہیں۔ تو مجبوراً ہم کو مسئلہ کی اصل حقیقت اور اپنے اوپر اعتراضات کے جوابات دینے پڑے۔ تاہم بشری تقاضا کو مدنظر رکھ کر ہم سے سخت الفاظ بھی نکل گئے اگرچہ ایسے سخت الفاظ نہیں نکلنے چاہیے۔ کتاب کے اخیر میں معذرت نامہ کے ساتھ ہم نے ایسے سخت الفاظ ختم بھی کر دیے۔ باقی کام کس طرح کیا جائے تو؟ تو اسلام ہم سے اصل نشانہ (لوگوں کی عقائد کی اصلاح، بدعات سے نفرت، امت میں اتفاق، گناہوں اور فحش میڈیا اور بے پردگی سے (راہ) پر وار چاہتا ہے۔

اسلام کے مشن کو آج انسانوں کی "بھیڑ" میں "انسان" کی تلاش ہے۔ "خدا کے نام پر بولنے والوں" کے درمیان اس کو اس انسان کی تلاش ہے جس کو "خدا کے خوف نے چپ کر رکھا ہو" "دنیا" کے پیچھے دوڑنے والوں کے درمیان وہ اس انسان کی راہ دیکھ رہا ہے جو "آخرت" کی خاطر کھڑا ہو گیا ہو۔

خدا کے نام پر "خوشیاں" منانے والوں کے درمیان

وہ اس انسان کو ڈھونڈ رہا ہے جس کو خدا کی یاد نے "رونے"
پر مجبور کر دیا ہو۔ اپنی "انا" کا جھنڈا اٹھانے والوں کے درمیان اس
کو اس انسان کی تلاش ہے جس نے خدا کو اس طرح پایا ہو کہ اس کو پاس ایک
"بے تاب روح" کے سوا اور کچھ باقی نہ رہ گیا ہو۔ "دین کے نام پر لڑنے والوں" کے درمیان
وہ اس انسان کو تلاش کر رہا ہے جس نے "دین کی خاطر لڑائی" بھی لڑائی چھوڑ دی ہو۔
"حاسبوا اغیارکم" (دوسروں کے عیوب کی جانچ پڑتال میں لگے رہو) کا جھنڈا اٹھانے
والی فوج کے درمیان وہ ان لوگوں کا انتظار کر رہا ہو جو حاسبوا انفسکم (اپنی غلطیوں کی
اصلاح میں لگے رہو) کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آج اسلام کو مطلوب
ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعہ اسلام دوبارہ فکری غلبہ کا مقام حاصل کریگا۔
آج اسلام کو ایسے انسان درکار ہیں جو اپنے کو اس حد تک خالص کریں کہ وہ "ظواہر" سے
گزر کر حقیقت کو دیکھنے لگیں۔ جو اس صبر کے حامل ہوں کہ غیر متعلق "مسائل" سے اپنا دامن بچا
کر "اصل نشانہ" پر اپنی ساری توجہ مرکوز رکھیں۔ جو "آخرت" کے مقابلے میں "دنیا" کو اتنا ہیچ
سمجھیں کہ دنیا کی ہر قربانی دینا کے لیے آسان ہو جائے جو اتنے "زیادہ حقیقت" پسند ہوں کہ
اپنے مقابلوں میں دوسروں کی "خوبی" دیکھ سکیں اور اپنی "سیٹ" پر دوسرے کو بٹھا سکیں۔ جو
"حقائق" کو اس طرح دیکھنے لگیں کہ کوئی "لفظی شوشہ" انھیں اس پر کاٹنے والا ثابت نہ ہو۔ جو
"منفی جذبات" سے اس قدر خالی ہوں کہ کوئی "ذاتی رنجش" انھیں منحرف نہ کر سکے اور کسی کی
"ترقی" انھیں "حسد" میں مبتلا نہ کرے۔ جو دوسرے کو اپنے "مقام" پر رکھ کر دیکھ سکیں اور اپنے
کو دوسرے کے مقام پر۔ جو "ظواہر" سے زیادہ "حقیقت" کے دلدادہ ہوں اور "حال" سے زیادہ
"مستقبل" پر نظر رکھتے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کے بجائے آخرت میں جیتے ہوں اور
اپنی "بڑائی" کے بجائے خدا کی "بڑائی" میں گم ہو چکے ہوں۔ ایسے ہی لوگوں نے دور
اول میں اسلام کو "غالب فکر" کا مقام عطا کیا تھا اور ایسے ہی لوگ
"دور ثانی" میں بھی اسلام کو غالب فکر کا مقام عطا کریں گے
انشاء اللہ تعالیٰ

فہرست الہدیٰ انٹرنیشنل (جلد اول)

الھدیٰ انٹرنیشنل (جلد دوئم)

فہرست

باب اول

باب دوم

باب سوئم

باب چہارم

باب پنجم

باب ششم

باب ہفتم

باب ہشتم

باب نہم

باب دہم

گیارہواں باب

بارہواں باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی﴾

کے ماہنامہ بینات کا تبصرہ

پیش نظر کتاب میں ماشاء اللہ دلائل اور معلومات کا بہت ہی عمدہ ذخیرہ جمع کیا گیا ہے ...... دور حاضر کے اس جدید فتنہ سے متاثرین کے لئے یہ کتاب داروئے شفا کا درجہ رکھتی ہے (ماہنامہ بینات ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ)

نوٹ۔ ماہنامہ میں اس کتاب پر دو صفحہ سے زائد تبصرہ ہے یہاں صرف چند الفاظ کا ذکر کیا گیا

﴿تقریظ﴾

﴿شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمان صاحب﴾

اس پر فتن دور میں دین سے بیزاری اور مسلمانوں کو صراط مستقیم سے دور کرنے کی بڑی منظم کوششیں ہو رہی ہیں۔ کچھ عرصہ قبل استشراق کا فتنہ بڑے زور و شور سے اٹھا۔ نام نہاد مغربی مفکرین نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ تحقیق کے نام پر دین کے ابدی اصولوں کو ایسے نام سے پیش کیا تاکہ کم علم لوگ محو حیرت رہ گئے۔

ان تحریکات کے پیچھے یہودی، عیسائی اور مغربی دانشوروں کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے اپنی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں اسلامی ریسرچ کے نام سے الحاد و دہریت کا نیا باب کھولا۔

ان تحریکات سے متاثرہ مشرقی ممالک میں اجتہاد کے نام سے جدت پسندی کا ایک نیا جال تیار کیا گیا۔ مغربی تہذیب نے سہل پسندی کا بیج مسلمانوں کی طبیعت میں بو دیا تھا۔ اجتہاد اور جدت نے مہمیز کا کام کیا۔ امت مسلمہ کا عظیم حصہ تقلید پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ان نئے فتنوں سے محفوظ رہا۔

تقلید کوئی معیوب اور خلاف شریعت چیز نہ تھی۔ فروعی مسائل میں امت کی اکثریت امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی تقلید کرتی ہے۔ اور یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمان صدیوں سے فقہ حنفی کے پیروکار رہے ہیں۔ مغل سلطنت اور ہندوستان میں عرصہ دراز سے مسلمانوں کی حکومتیں امور مملکت چلانے کیلئے فقہ حنفی پر عمل پیرا رہیں۔ یہی حال خلافت عثمانیہ ترکیہ کا رہا۔ انہوں نے بھی صدیوں تک امور سلطنت کا نظام فقہ حنفی پر استوار رکھا۔

انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کر کے اس نظام کی بساط کو لپیٹ دیا۔ اور پھر فقہ حنفی کے خلاف ایک طویل پلاننگ کروا کر اپنی ثقافت کو قابل عمل ہونے اور حنفیت کا مقابلہ کرنے کے لئے تقلید کے خلاف زبردست مہم چلائی۔ اور غیر مقلدین کے روپ میں ایک نیا گروہ پیدا کیا۔ جو پہلے وہابی کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر انگریز سے درخواست کر کے اپنے لئے "اہل حدیث" کا نام الاٹ کرایا۔ (ترجمان وہابیہ)

اس طبقہ کا اہم مقصد بعض فروعی مسائل میں عوام کو الجھا کر اضطرابی کیفیت میں مبتلا کرنا ہے۔ یہ چند ایسے مسائل ہیں جسمیں امت کے اکابر ائمہ اپنا اپنا موقف رکھتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث سے اپنے دلائل کے بنا پر اپنے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ نہ کفر واسلام کے مسائل ہیں۔ نہ باہمی جنگ وجدال کا باعث ہیں۔

امت ان مسائل پر بحث کرتے کرتے تھک گئی ہے۔ اور ہر مسلک کے لوگ باہم شیر وشکر ہو کر اپنے ائمہ کے اقوال پر عمل پیرا ہیں۔ اسکا مظاہرہ حرمین شریفین میں حج کے موقع پر ہوتا ہے۔

لیکن کچھ عرصہ سے "غیر مقلدیت" کا فتنہ اباحیت' اسلاف سے تنفر' ائمہ کرام کی اہانت' اور جدید تہذیب کے مضر اثرات اختیار کرنے پر بڑی تندہی سے کام کر رہا ہے۔ انکی کم مائیگی کی تلافی بعض عرب ملکوں کی امداد' انکی ناعاقبت اندیشی اور سطحیت سے ہو رہی ہے۔ "سلفیت کے نام پر "سلف" سے بدگمان کرنیکا یہ نیا حربہ "عرب شیوخ کی دولت پر پروان چڑھ رہا ہے۔

گذشتہ دنوں برطانیہ کے ایک رسالہ میں ایسے گروہ کے ایک "ایک صاحب" (القمان سلفی) کا خط شائع ہوا ہے۔ جو سعودی عرب میں رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک ہم مسلک (محمد ارشد سلفی صوبہ بہار) کے نام جو انڈیا میں رہتے ہیں۔ خط لکھا کہ "جماعت سلفیہ کے علاوہ ہندو پاک کی تمام جماعتیں گمراہ اور باطل ہیں۔ واللہ میرے نزدیک کسی غیر مسلم کو دعوت دینے سے زیادہ ایک حنفی المسلک مسلمان کو راہ راست پر لانا ہے۔ جامعہ ابن تیمیہ کے قیام کا اصل مقصد ملت کے درمیان سے حنفیت کے ناپاک اور زہریلے جراثیم کو ختم کرنا اور مسلمانوں کو ابو حنیفہ اور انکی فقہ کی تقلید کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور انکی احادیث پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنا ہے۔ میرے خیال میں فقہ ایک مکروہ اور ناپاک شے ہے کہ اس پر پیشاب کرنے سے پیشاب مزید ناپاک ہو جاتا ہے۔ (ماہنامہ المحمود)

ان الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سلفیت کے نام سے غیر مقلدیت آزادی اباحیت' اسلاف سے بیزاری اور فقہ سے نفرت کا جو بیج بویا جا رہا ہے۔ وہ کس انتہا کو پہنچ رہا ہے۔ عوام کو گمراہ کرنے کے

لئے تقلید کی برائی بیان کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ تقلید شرک فی النبوہ ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس مسئلہ کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں۔ اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہ نے بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے نزدیک درایت وفقہ و حدیث میں اعلیٰ پایہ پر ہیں اور اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے۔ اور انکے علوم اس پر شاہد عدل ہیں۔ اس تفسیر کی بنا پر تقلید شرک فی النبوہ کیونکر ہو گیا۔ اسلئے کہ جسکے نزدیک تقلید کا یہ درجہ ہوگا اسکے نزدیک اتباع حدیث مقصود بالذات ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم (سمجھانے کا ذریعہ) ہوں گے۔ جو شخص بلا واسطہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ حدیث کا اتباع اپنی فہم کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی امام کا مقلد ہے وہ ایک بڑے شخص کے فہم کے واسطے سے حدیث کا اتباع کرتا ہے۔ اور یقیناً سلف صالحین کی فہم وعقل ورع وتقویٰ دیانت و امانت خشیت و احتیاط ہم سے اور آپ سے زیادہ تھی تو بتلایئے عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا؟ آپ کا جو اپنے فہم کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ یا مقلد کا جو سلف کے ذریعے سے حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اسکا فیصلہ اہل انصاف خود کریں۔

پاکستان میں کچھ عرصہ سے طالبات اور بچیوں کے مدارس کی طرف علماء کرام نے خاص توجہ مبذول فرمائی۔ جسکے نتیجہ میں سینکڑوں مدارس وجود میں آ گئے۔ ان مدارس میں قرآن و حدیث اور سب اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اکثر مدارس کا تعلق ملک کے مشہور تعلیمی بورڈ "وفاق المدارس" سے ہے۔ ان مدارس کے قیام سے ملک میں ایک خوشگوار تبدیلی آئی ہے۔ خاندان کے خاندان دین سے واقف اور علوم نبویہ سے روشناس ہو گئے ہیں۔ جو خاندان دین کے ابجد سے بھی واقف نہ تھے وہ قرآن و حدیث کے عالم بن گئے۔ ان مدارس میں وہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ جو سالہا سال سے مدارس دینیہ میں رائج ہے۔ اور علماء نے بڑی محنت سے اسکو مرتب کیا ہے۔ ان بچیوں کے مدارس کی مقبولیت کی یہ واضح دلیل ہے۔ کہ تعداد کی زیادتی کیوجہ سے داخلے بڑے مشکل سے ملتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا جیسے مغربی ملکوں کے رہنے والے دیندار مسلمان اپنی اولاد کو داخل کرنے کے لئے مسلسل بھیج رہے ہیں۔

ان اداروں میں علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ بچیوں کو دینی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ان بچیوں کے ذہن میں یہ ڈالا جاتا ہے۔ کہ ان کے لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت خدیجہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ ازواج مطہراتؓ اور صحابیاتؓ کا کردار اور انکی زندگیاں مشعل راہ ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد علموا النساء کم سورۃ النور فان فیھا الحجاب (اپنی عورتوں کو سورہ نور سکھاؤ اس میں

پردہ کا حکم ہے) ان کے لئے قابل تقلید ہے۔ سورۃ قصص میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کے بارے میں فجاءته احداهما تمشی علی استحیاء سے حیا عفت اور پاک دامنی کا جو تصور پیش کیا گیا ہے۔ اسی پر کاربند رہنے کی تعلیم ان دینی اداروں میں دی جاتی ہے۔
لیکن کچھ عرصہ سے دین کے خلاف سازشوں اور مدارس دینیہ کے بارے میں جو منفی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس ادارہ کے ذریعہ سے جوابا حیت ضلالت اور آزادی کا پرچار کیا جا رہا ہے۔ تیز نوجوان بچیوں کو ایسی تعلیمات دی جاری ہیں۔ جن سے دین میں پختگی اور اسلام کی طرف رغبت کی بجائے مغربی معاشرہ کے اثرات ان میں پھیل رہی ہیں ملک کے سنجیدہ اور دیندار طبقوں نے ان کے طرز عمل کو محسوس کیا۔ پریس اور دیگر ذرائع میں ان کے کردار اور مشکوک طرز عمل کو موضوع بحث بنایا گیا۔
مولانا مفتی محمد اسماعیل طورو (مفتی جامعہ اسلامیہ۔ راولپنڈی صدر) ایک صاحب عمل اور دردو دل رکھنے والے عالم اور موجود فتن پر گہری نگاہ رکھنے والے صاحب بصیرت شخصیت ہیں۔ انہوں نے ''الہدیٰ'' کے اس کردار کو اجاگر کرنے کیلئے محنت کی ہے۔ اور اس فتنہ سے بچنے کیلئے قوم کو متوجہ کیا ہے۔ جسمیں وہ بہتر طریقہ سے کامیاب نظر آ رہے ہیں۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور عام مسلمانوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین (شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری) سعید الرحمٰن (صاحب مدظلہ)

سابقہ وزیر مذہبی امور اسلامیہ جمہوریہ پاکستان

۱۵-۱-۲۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿محترم جناب انجینئر شبیر احمد کاکاخیل کا تبصرہ﴾

اس کتاب میں نہایت دلسوزی اور تحقیقانہ انداز سا گمراہ لوگوں کے ٹولے کو بے نقاب کیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی زندگی اور قوت تحریر میں برکت عطا فرما کر ان کی مساعی کو اعلیٰ درجے کی قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

قرآن مجید امت تک پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات امت کے سامنے آئے۔ بلکہ شیعہ تو تحریف قرآن کے بھی قائل ہو گئے۔ تو پھر دین وایمان کہاں رہا۔ اسی طرح دشمنوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ نام نہاد مسلمانوں کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں بڑی بڑی رقوم خرچ کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے۔ کہ جو دین انہیں حضرات صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ سلف صالحین مفسرین محدثین فقہاء مجتہدین اور ائمہ اربعہ کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اسی پر قائم رہیں۔ نئے تقریر کرنے اور مضامین لکھنے والے مجتہدین اور منحرفین کی باتوں میں نہ آئیں۔ یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ اور اضله الله علىٰ علم کا مصداق ہیں۔ سورۃ النساء میں فرمایا ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى ونصله جهنم وساءت مصيرا (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی۔ جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ۔ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف۔ تو ہم حوالہ کریں گے۔ اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی۔ اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں۔ اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

(الی آخر الآیہ) اس میں غیر سبیل المومنین کا اتباع کرنے والے کو مستحق دوزخ بتایا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ المومنین کا مصداق حضرات صحابہ تو ضرور ہی ہیں۔ جو شخص ان کے راستہ سے بچے۔ وہ اپنا انجام سوچ لے۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ چھوٹا سا رسالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس میں ایک آزاد خیال اور جدت پسند تنظیم الہدیٰ انٹرنیشنل پر موقع محل کے مطابق گالی گلوچ سے خالی تنقید برائے تعمیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مسلمانوں سے گزارش ہے۔ کہ اس کو غور سے پڑھیں۔ اور موجودہ دور کے فتنوں کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے کی ہدایت نصیب فرمائے۔ اور مولف مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

امین واللہ المستعان محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ المدینۃ المنورہ ۵ رمضان المبارک/ ۱۴۲۱ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مقیم مدینہ منورہ

یہ زمانہ شرور وفتن کا ہے طرح طرح فتنے وجود میں آرہے ہیں۔ "مسلمان نام" کے لوگوں کو یہود و نصاری اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو مضامین لکھتے یا تقریر کرتے ہیں۔ بظاہر اسلامی مضمون ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ظاہری طور پر یا اشاروں میں مخفی طور پر ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ صاف سیدھے طور پر اسلام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ تو ہیرا پھیری سے کام چلاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو تجدد پسندی کی دعوت دے کر اصل اسلام سے ہٹاتے ہیں۔ اور ہر مرد و عورت کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ تم خود مجتہد ہو تمہیں علماء دین سے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں' نئے مزاج کے لوگ جنہیں اسلامی اعمال اور احکام پر چلنا گوارا نہیں ہوتا وہ ان لوگوں کی باتیں مان لیتے ہیں۔ اور بے پڑھے مجتہد کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہیے۔ کہ دین وہی ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرور عالم ﷺ سے حاصل کیا۔ اور آگے بڑھایا ان سے تابعین نے لیا اور ان سے تبع تابعین نے لیا جو عقائد و اعمال قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن کی تفسیر اور احکام کی تفصیل خلفاً عن سلف منقول اور ماثور ہے۔ اسی پر چلنا ضروری ہے پرانے زمانہ میں "معتزلہ" نام کا ایک فرقہ نکلا تھا۔ وہ لوگ اپنے آپ کو اہل التوحید والانصاف کہتے تھے۔ اور حضرات صحابہ اور ان کے متبعین کو گمراہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید نے حضرات صحابہ اور تابعین کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تمغہ عنایت فرمایا ہے چنانچہ سورۃ توبہ کی آیت ہے۔

والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم (سورة التوبه)

ترجمہ۔ اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے۔ اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ۔ اللہ راضی ہوا ان سے۔ اور وہ راضی ہوئے اس سے۔ اور تیار کر رکھے ہیں۔ واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں۔ نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

معتزلہ اور روافض کے نزدیک جب حضرات صحابہؓ ہی ہدایت پر نہ رہے۔ جن کے ذریعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلے مجھے پڑھیے

میرے محترم دوستو اور پیاری ماؤ بہنو! سب سے پہلے آپ اور میں یہ متعین Determine کریں۔ کہ ہم کون ہیں؟ ہماری تاریخ کیا ہے؟ ہم کب سے آرہے ہیں؟ اور الہدیٰ انٹرنیشنل والے کون ہیں؟ ان کی تاریخ کہاں سے ہے؟

تو سمجھو لو ہم اہلسنت و جماعت ہیں۔ جن کے چار بڑے مکاتب فکر ہیں حنفی' مالکی' شافعی اور حنبلی یہ چار ایک دوسرے کے استاد شاگرد تھے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے۔ ان میں فروعی اختلاف ہے۔ نہ کہ اصولی اور عقائد کا۔

فروعی اختلاف صحابہ کے دور سے چلا آرہا ہے۔ صحابہ کے مبارک دور سے 1800ء تک کوئی دنگا فساد Riot نہیں ہوا۔ غور فرمائیں! پاک و ہند' بنگلہ دیش' ترکی' افغانستان' چین اور روس کی آزاد تمام ریاستیں حنفی ہیں۔ اور سعودیہ کی اکثر عوام اور حکومت حنبلی ہے۔ باقی ممالک میں شافعی اور مالکی ہیں۔

میری پیاری ماؤ بہنو! ہم غوری' سلطان سوری' سلطان محمود غزنوی' ابدالی' سلطان ٹیپو جیسے عظیم کمانڈروں اور پہلوانوں پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے مقلد حنفی تھے۔ پھر اکثر اسلامی سلطنتیں States مثلاً خاندان غلامان' خوارزمی خاندان' سلجوقی خاندان' خلافت عثمانیہ اور مغل خاندان اور بنی عباس کے سارے کے سارے قاضی حنفی مقلد تھے۔ انہوں نے ہزار سال سے زائد عالم اسلام پر حکومت کی ہے۔ اور یہ سارے کے سارے مقلد حنفی تھے۔

یہ غیر مقلد اور الہدیٰ انٹرنیشنل والے کہاں سے آئے؟ کمانڈر سارے' سلطنتیں ہماری' اور علاقے ہم نے فتح کئے۔ اور یہ لوگ آکر تقلید کو کفر یا شرک یا گمراہی یا اندھا پن کہیں۔ 1888ء میں انگریز ملکہ برطانیہ نے آزادی مذہب کی گولڈن جوبلی منائی اور غیر مقلدین کی درخواست پر غیر مقلدین کو "اہل حدیث" نام الاٹ کیا گیا۔ یہ باتیں اہل حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (ترجمان وھابیہ)

مکہ اور مدینہ پر سینکڑوں سال سے زائد اور خلافت عثمانیہ نے عالم اسلام پر پانچ سو سال تک حکومت کی۔ اور اب مکہ اور مدینہ میں حنبلی حکومت ہے۔ پہلے بھی مقلد تھے۔ اب بھی مقلد ہیں۔ بہت سے لوگ سعودیہ مکہ و مدینہ کے بعض مسائل سے غلط فہمی کا شکار ہو کر غیر مقلدین یا الہدیٰ انٹرنیشنل کے مسائل سے متاثر Impress ہو جاتے ہیں۔ اگر چہ سعودیہ والے مقلد حنبلی ہیں۔ مکہ اور مدینہ

میں 20 رکعات تراویح ہیں۔ اور غیر مقلد لوگ 8 رکعات تراویح پڑھتے ہیں۔ مکہ اور مدینہ والے جنازہ کی نماز اور نماز میں بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں۔ تقلید کو رحمت کہتے ہیں۔ اور غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ باقی وہ جو رفع یدین کرتے ہیں۔ یا آمین اونچی آواز سے کہتے ہیں۔ یہ حدیث میں ہے۔ اور جس پر ہم عمل پیرا ہیں۔ وہ مسائل بھی قرآن وحدیث کے مضبوط دلائل سے مزین ہیں۔ جن کو آپ اس کتاب میں پڑھ لیں گے۔ اگر آپ اس سے متاثر ہیں۔ کہ مکہ اور مدینہ میں رفع یدین ہے۔ تو مکہ اور مدینہ پر ڈیڑھ سو سال سے حنبلی حکومت ہے۔ تو ان کی فقہ کے مطابق رفع یدین اور آمین بالجہر بالکل ٹھیک ہے۔ سینکڑوں سال سے زائد اور خلافت عثمانیہ کے دور میں پانچ سو سال تک حنفی حکومت تھی۔ وہ آپ کے ذہن میں کیوں نہیں۔

قرآن وحدیث کے نام نہاد داعی کہتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ ایک دین لے کر آئے تھے۔ تمہارے چار مکاتب فکر School of thoughts کیوں ہیں۔ ہم ان کو جواب میں کہتے ہیں۔ ہمارا دین ایک ہے۔ ہمارا اختلاف فروعی ہے۔ جو صحابہؓ کے دور سے ہے۔ ہاں تم لوگوں نے اختلاف پیدا کیا۔

۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک نام نہاد قرآن وحدیث کے نام لیواؤں نے دس فرقے بنائے ہیں۔ اور بعضوں نے بعض پر کفر کے فتوے لگا دیے۔ اہل حدیث حضرات کے نو فرقے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جماعت غربا اہلحدیث۔ ۲۔ کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ۔ ۳۔ امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ۔ ۴۔ فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ء۔ ۵۔ فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰۔ ۱۹۲۹ء۔ ۶۔ فرقہ شریفیہ ۱۳۳۹ھ۔ ۷۔ فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ۔ ۸۔ جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ۔ ۹۔ انتخاب مولانا محی الدین ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارت صفحہ ۱۳۶ امام غربا اہل حدیث کی کتاب)

اور اب الہدیٰ انٹرنیشنل دسویں جماعت ہے۔ جنہوں نے عورتوں میں کام کی ذمہ داری Responsibility اٹھائی ہے۔ اہل حدیث غیر مقلدین کے دس فرقوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو کتابیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور کسی مالکی شافعی حنفی اور حنبلی نے آپس میں کسی کے خلاف نہیں لکھی۔ لہذا آپ اہلسنت وجماعت جن مسائل پر قائم ہیں۔ وہ قرآن حدیث کے مضبوط دلائل Strong سے مزین ہیں۔ لیکن دین سے دوری اور اپنے مسلک کے مطالعہ کی کمی کی بناء پر ان کے دلائل سن کر ان سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ کسی بھی سنی راہگیر کو پکڑیں۔ اس سے آہستہ آمین پڑھنے کی دلیل پوچھیں۔ اس کو پتہ نہیں اب جب وہ غیر

مقلد کے دلائل سے گا تو ضرور ان کا ہو کے رہے گا۔

لہٰذا پیارے دوستو اور محترم ماؤ بہنو! خود کو بچانا تو "ہر نئی چیز لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے" کے پیچھے مت جاؤ۔ جس پر تم الحمد للہ قائم ہو اس کی تاریخ موجود ہے۔ نئی تحقیق موجودہ دور کا بڑا فتنہ ہے۔ جو جماعت سینکڑوں سال سے پوری دنیا میں موجود ہے۔ جنہوں نے اسلامی حکومتیں چلائیں علاقے فتح کئے۔ جن کا نعروں پر ہم فخر کرتے ہیں۔ یہی غیر مقلد ہمارے ان اسلاف کو تقلید نہ کرنے کی وجہ سے دبے الفاظ میں کبھی مشرک تو کبھی گمراہ تو کبھی اندھے کہتے ہیں۔ (یہی الہدیٰ دین کے نام پر عورتوں کو آزاد خیال Libral علماء سے بے نیاز اور نو ماہ کا کورس کرا کر مسند حدیث پر بٹھا دیتا ہے)۔ اور فوراً ہی فروعی اختلافات چھیڑ کر کفر کے لئے ہتھیار مہیا کرتی ہے۔ کفر تو اس پر خوش ہوتا ہے۔ کہ یہ آپس میں لڑیں اور افسوس عوام الناس پر بھی ہے۔ کہ دن رات کہتے ہیں۔ کہ فرقہ واریت ختم ہونا چاہیے۔ لیکن ایسے لوگوں کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ جو اہل سنت والجماعت کے مخالفین ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مقدمہ

میرے محترم دوستو بہنو اور بھائیو! کفر اپنے ہتھیار Weapons کو تیز کر کے فکری معاشرتی Social اور معاشی Economical اعتبار سے اسلام اور اہل اسلام کی بنیادوں کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے آب و تاب کے ساتھ میدان کارزار میں اتر چکا ہے۔ اور بے چارہ مسلمان سادگی کی چادر اوڑھے کران کے رو میں بہتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن یقین جانیے کہ یا اپنے آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے۔ کران کی چال بازیوں Trick مکر و فریب میں اس قدر پھنس چکا ہے۔ کہ وہ صم بکم کا مصداق بن چکا ہے۔ اور اگر اس کو کہا جائے۔ کہ بھائی تم کس طرف جا رہے ہو؟ تم تو غرق ہو رہے ہو۔ تو گویا نشہ میں مخمور جواب دیتا ہے۔ چل پاگل میں تو کشتی میں جا رہا ہوں۔ اگرچہ یہ بے چارہ نہیں سمجھ رہا ہے۔ کہ یہاں اس کی مثال اس بچہ کی طرح ہے۔ جس کو کوئی شخص دو عدد جلیبیاں پکڑا دے۔ ایک سونے کی اور ایک کھانے والی تو بچہ کھانے ہی والی کی طرف لپکے گا۔ اور سونے والی کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ بالکل اس طرح کفر کے مکر و فریب میں غرق شخص ناصح کی نصیحت کو نہیں سمجھتا۔ اور کفر کے کھانے کی جلیبی کی طرف لپکتا ہے۔

ان اشاروں میں بات کرنے کا مطلب واضح الفاظ میں یہ ہے۔ کہ کفر اور خصوصاً یہود و ہنود ہم سے تلوار کے ذریعے نہیں لڑ سکتا۔ اور نہ ہی یہ ٹکر لے سکتا ہے۔ اور غالباً مسلمان تب اس کو دشمن سمجھے گا۔ جب یہ میدان کارزار میں اترے گا۔ یا پھر مسلمان اس انتظار میں ہیں۔ کہ یہ ٹکر لے گا۔ تو پتہ لگ جائے گا۔ نہیں نہیں حملہ ہو چکا ہے۔ جو پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لیکن انداز الگ ہے۔ اس مختصر رسالے میں ان کی فکری غلطیوں میں سے ایک غلطی (مذہبی آزادی) کا ذکر کروں گا اور معاشی اور معاشرتی دجل و فریب کو ذکر نہیں کروں گا۔ بلکہ اس کی طرف مختصر سا اشارہ کر دیتا ہوں۔

معاشی شرارتوں کیلئے تو یہ بات کافی ہے۔ کہ ہاؤس فنانس کارپوریشن "پرائز بانڈز" سودی قرضے انشورنس، لاٹری" سٹہ حرام بینکنگ اور سودی خرید و فروخت کو عام کرنے کے لئے آلات نشریات اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ٹی وی اس کے لئے وقف ہے۔ یہودی سودی پنجہ ہمارے تمام اسلامی ممالک کے بینکوں پر ایسا مضبوط ہے کہ مجال ہے کہ حرام سمجھنے کے باوجود اس سے بچا جا سکے اور فکری خلفشار اور چپقلش اس طرح پیدا کی جا رہی ہے۔ کہ فرقہ واریت کو عام کر کے عام مسلمان پریشان ہو۔ اور وہ پریشان ہو کر پوچھے۔ کہ میں کس طرف جاؤں۔ اور کس کی مانوں یہ کیا ہو رہا ہے؟

اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے۔ کہ آلات نشریات اور کھیل کود نے بہت مدت سے اپنی طرف ایسا کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو بھول گئے۔ اور جو اپنی قدر کھو دیتا ہے۔ وہ اپنی عزت کے دلائل پیش نہیں کرسکتا۔ اور غیروں نے معاشرتی حملہ اس ترتیب پر کیا۔ کہ معاشرہ اخلاق سے صحت مند اور فحاشی سے تنزلی کی رفتار کو تیزی سے طے کرتا ہے۔ اور اخلاق کو تباہ کرنے کیلئے انہوں نے آلات نشریات کو ہتھیا لیا اور ٹی وی' وی سی آر' ڈش کیبلز کو گہری سازش اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے پروگراموں تہذیبوں' ثقافتوں اور فلموں کے ذریعے مزین کرکے مسلمانوں کے اندر فحاشی' بے غیرتی اور بے حیائی کو عام کیا۔ جب بے غیرتی عام ہوتی ہے۔ تو چھوٹے بڑے کی تمیز' ذہن کی صفائی' تقویٰ پاکی نظر ختم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح آزادی نسواں' منصوبہ بندی' منصوبہ بندی کیلئے ورکر خواتین' مخلوط ملازمت' ایڈز کے اشتہارات اور فیشن کے ذریعے زنا' اغواء' عشق معاشقہ اور لو میرج کے راستے ہموار کیے گئے۔

بلکہ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں اور ہیومن رائٹس کی رو سے ایسے گندے اور اسلام کے خلاف قوانین پاس کیے جارہے ہیں۔ مثلاً رضامندی سے زنا درست' بغیر گواہوں کے نکاح جائز' غیرت کے نام پر قتل کے مسئلہ کو ہوا دینا' لو میرج جس میں والدین کی رضامندی نہ ہو ٹھیک' اسقاط حمل جائز' عورت کا عدالت سے یکطرفہ ڈگری لے کر خلع لینا درست' مجرموں کو تحفظ دینے کیلئے اجازتی لائسنس اور شراب لائسنس وغیرہ' جس سے ہمارا معاشرہ اسلامی نہیں بلکہ خالص مادر پدر آزاد معاشرہ ہوتا جارہا ہے۔ جس طرح مغربی ممالک میں ہورہا ہے۔ جس سے مغرب تنگ آچکا ہے۔ جس پر مولویوں نے نہیں بلکہ باقاعدہ مانے ہوئے غیر مسلم فلاسفروں' مفکروں نے کتابیں لکھی ہیں۔ مسٹر جونی گورباچوف میخائل' ڈول پالیمان جنہوں نے اپنی کتابوں میں زور دیا ہے۔ کہ مشرقی معاشرہ جن اصولوں کی وجہ سے پرامن ہے۔ ان کے خاندانی سسٹم میں جس وجہ سے فراوانی ہے۔ اس کی وجہ اپنے مذہب پر عملدرآمد ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گورباچوف کا اعتراف حقیقت

گورباچوف نے کتاب لکھی ہے'' سوشلزم کی تعمیر نو'' اور اس نے اس میں ایک باب قائم کیا ہے۔ Perestroika میں لکھتے ہیں۔ (کہ مشرقی معاشرے میں جو متذکرجات کارفرما ہیں۔ ان کو ہمیں اپنے معاشرے میں لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔) لیکن اس اپنی شکل اور جرات مندانہ تاریخ کے پچھلے سالوں میں ہم خواتین کے ان حقوق اور ضروریات کی طرف توجہ دینے میں ناکام رہے۔ جو ایک'' ماں'' اور''

گھر" کی حیثیت میں نیز بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان کے ناگزیر کردار سے پیدا ہوتے ہیں۔ خواتین چونکہ سائنسی تحقیق میں مشغول ہو گئیں۔ نیز زیر تعمیر عمارتوں کی دیکھ بھال میں پیداواری کاموں، خدمات اور دوسری تخلیقی سرگرمیوں میں مصروف رہیں۔ اس لئے ان کو اتنا وقت نہیں مل سکا۔ کہ وہ خانہ داری کے روز مرہ کے کام انجام دے سکیں۔ بچوں کی پرورش کر سکیں۔ اور ایک اچھی خاندانی فضا پیدا کر سکیں۔

اب ہمیں اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے۔ کہ ہمارے بہت سے مسائل جو بچوں اور نوجوانوں کے رویے ہماری اخلاقیات، ثقافت اور پیداواری عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ خاندانی رشتوں کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ اور خاندانی فرائض کے بارے میں ایک غیر ذمہ دارانہ رویہ پروان چڑھا ہے۔ ہم نے عورتوں کو ہر معاملے میں مردوں کے برابر قرار دینے کی جو مخلصانہ اور سیاسی اعتبار سے درست خواہش کی تھی۔ یہ صورتحال اس کا تضاد آفرین نتیجہ ہے۔ اب اپنی تعمیر نو کے دوران ہم نے اس خامی پر قابو پانے کا عمل شروع کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم پریس میں، عوامی تنظیمات میں، کام کے مقامات میں اور خود گھروں میں ایسے گرما گرم مباحثے منعقد کر رہے ہیں۔ جن میں اس سوال پر بحث کی جا رہی ہے۔ کہ عورت کو اس کے خالص نسوانی مشن کی طرف واپس لانے کے لئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں"۔ (Page.117)

اس سلسلے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خاتون اول مسز ہیلری کلنٹن کے دورہ پاکستان کے موقع پر شائع ہونے والی اس خبر کا حوالہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ

"امریکی خاتون اول مسز ہیلری کلنٹن اسلام آباد کالج فار گرلز کی اساتذہ اور طالبات کے ساتھ گھل مل گئیں۔ اور ان سے ایک گھنٹے سے زیادہ بے تکلفانہ گفتگو کی۔ مسز ہیلری کلنٹن نے طالبات سے ان کے مسائل دریافت کئے۔ طالبات نے دوستانہ انداز میں مسز ہیلری کلنٹن کو سب مسائل بتائے۔ فورتھ ایئر کی طالبہ نائیلہ خالد نے امریکی خاتون اول سے پوچھا کہ امریکی طالبات کا بنیادی مسئلہ کیا ہے؟ اس پر امریکی خاتون اول نے کھل کر گفتگو شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی طالبات کا مسئلہ تعلیم کی مناسب سہولیات کا فقدان ہے۔ تعلیمی اداروں میں فنڈز کی کمی کا مسئلہ ہے۔ مگر امریکہ میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں بغیر شادی کے طالبات اور لڑکیاں حاملہ بن جاتی ہیں۔ اس طرح بے چاری لڑکی ساری عمر بچے کو پالنے کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔ ایک دوسری طالبہ جبیں جاوید نے کہا کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ اس پر مسز ہیلری کلنٹن نے کہا کہ اس مسئلے کا حل یہ ہے۔ کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو خواہ عیسائی ہوں۔ یا مسلمان اپنے

مذہب اور معاشرتی اقدار سے بغاوت نہیں کرنی چاہیے۔ مذہبی وسماجی روایات اور اصولوں کے مطابق شادی کے بندھن میں بندھنا چاہیے۔ اپنی اور اپنے والدین کی عزت وآبرو اور سکون کو غارت نہیں کرنا چاہیے۔ مسز ہیلری کلنٹن نے کہا کہ پاکستان میں مذہبی روایات کا احترام کرتے ہوئے شادی ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں لڑکیوں کے مسائل کم ہیں"۔

گورباچوف کی پریشانی اور مشرقی معاشرے کے طرز پر زندگی گزارنے کے لئے تڑپ آپ نے ملاحظہ کی۔ اور کلنٹن کی بیوی کے الفاظ بھی آپ نے ملاحظہ کئے۔ کہ انہوں نے مشرقی معاشرے میں گھریلو سسٹم نظم ونسق کا دل کھول کر اعتراف کر لیا۔ جس کی وجہ صرف اور صرف اسلام کی برکت ہے۔

تو مسلمان بہنو! تم اس زندگی کی طرف کیوں لپکتی ہو۔ جس سے مغرب تنگ ہے۔ ہاں ہاں کچھ شیطانی مزہ اور نفسانی آزادی ہے۔ لیکن اس چیز کے عام ہونے کے بعد عمومی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اصول پر چلنے میں تکلیف ہے۔ لیکن اس میں سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلامی اصول کا مسئلہ ہے۔ بہر حال اگر آپ غلطی کر رہی ہیں۔ تو کم از کم اپنی غلطی مانیں اور کہیں کہ میں غلطی پر ہوں۔ اور اپنی غلطی کی دعوت آگے نہ دیں۔ اور ان پریشانیوں کی بہت ساری وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ہر بچہ بچی سکول جاتی ہے۔ اگر نصاب تعلیم مغربی تہذیب کے بجائے اسلامی تہذیب سے آراستہ کیا جائے تو حالات بہت سازگار ہو سکتے ہیں۔ لیکن بات وہی ہے۔ کہ کون کرے؟ اس کے لئے اسلامی حکومت کا قیام لازم ہے۔ اللہ رب العزت خلفائے راشدین، عمر بن عبد العزیزؒ اور طالبان کی طرح جو ائمہ یہاں بھی چلائے آمین ثم آمین۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نظام تعلیم ہی کے حوالے سے ایک بہن کا درد بھرا مراسلہ پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

سرگودھا سے ایک بہن کا درد بھرا مراسلہ

اسلامی تہذیب جس میں اسلام کے بنیادی عقائد اسلامی سیرت اسلامی کردار اسلامی طور طریقے وغیرہ شامل ہیں۔ اس اسلامی ثقافت کا طرۂ امتیاز یہ ہے۔ کہ یہ کسی خاص قوم ملک یا نسل کے لوگوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کا مقصد تمام بستی نوع انسان کی فلاح وبہبود ہے۔ یہ ثقافت اعمال صالح اور نیکی پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد ایمان پر ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو اولین درجہ حاصل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ بچوں کے سامنے اپنی ثقافت کے مختلف پہلو صحیح طور پر پیش کئے

جائیں۔ بچے کو صحیح مسلمان بنانے میں مدد دینے کے لئے صحیح اسلامی ماحول کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایسی طرز زندگی ہر بچے کو ورثے میں ملتی ہے۔ بلکہ وہ اردگرد کے ماحول سے سیکھتا ہے۔ جس میں والدین اساتذہ و مدرسہ شامل ہیں۔ مدرسہ میں تعلیم کے علاوہ تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی انقلاب اس لئے بھی منفرد ہے۔ کہ آپ ﷺ نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کو بھی لازمی قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی آپ ﷺ کو صرف معلم ہی نہیں بلکہ مزکی بھی قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" وہ انہیں یعنی مسلمانوں کو اللہ کی آیات سکھاتا ہے۔ ان کو پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے"

کتاب و حکمت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا ذکر اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ صرف معلومات میں اضافہ ہی تعلیم نہیں۔ بلکہ لوگوں کی اخلاقی اصلاح بھی جزو تعلیم ہے۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے۔ کہ ہم نے تزکیہ کو تعلیم سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہمارے ہاں پڑھ لکھ کر بھی بعض لوگ حیوان کے حیوان رہتے ہیں۔ ان کی اخلاقی تربیت خام رہ جاتی اور وہ اپنے علم کو خواہشات کی تسکین کا ذریعہ بناتے ہیں۔ مولانا رومی نے اسی لئے فرمایا تھا۔

علم را برتن زنی مارے بود　　علم را بردل زنی یارے بود

یعنی اگر علم کو تن پروری کے لئے استعمال کرو گے۔ تو یہ سانپ بن کر ڈسے گا۔ اگر اسے دل پروری میں استعمال کرو گے۔ تو یہ بہت مفید ہوگا۔ علم کا مقصد زندگی کو مفید تر اور پاکیزہ تر بنانا ہے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب علم حاصل کرنے والا علم پر عمل بھی کرے۔ اگر وہ عمل نہیں کرتا۔ تو ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عالم بے عمل کو چراغ کے فتیلہ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جو لوگوں کے لئے روشنی مہیا کرتا ہے۔ خود جل کر رہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ دعاؤں میں بھی بے فائدہ علم سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آج کے سائنسی دور میں علم جتنا عام ہے۔ عمل اتنا ہی نایاب ہے۔ عمل کے نایاب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں

آدمی ہی آدمی بناتے ہیں

عملی نمونہ کہیں شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ عملی نمونے کو تو آپ کہاں تلاش کریں گے۔ آج تو جو علم ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ اس علم اور طرز علم کے ہوتے ہوئے عملی نمونے یوں ہی نایاب رہے گا۔ کیونکہ تعلیم کے ساتھ تربیت کو نہیں جوڑا جا رہا۔

آج میں نے جس کرب اور دکھ کے اظہار کے لئے قلم اٹھایا ہے ۔وہ ہے ۔ ہمارے کالجوں میں پڑھایا جانے والا انگریزی کا نصاب جو کہ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے لئے لازمی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔

عورتوں کی تعلیم کا کبھی یہ مقصد تو نہیں کہ آزادانہ معاشرتی ماحول پیدا کیا جائے ۔ معاشرتی اور جنسی برائیاں پیدا کی جائیں ۔ اور سکول میں ڈرامے ' بچیوں کے تنگ و چست لباس ' ہیئر کٹنگ ' مخلوط تعلیم اور لڑکوں کے ساتھ آزادانہ گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جس چیز سے مسلمان ڈر رہا تھا ۔ وہ قریب نہیں بلکہ آ گئی ۔ اور وجہ تعلیم بنی ۔ عورت کا تو عملی زندگی میں خوشگوار گھریلو ماحول بنانے میں اہم کردار ہوتا ہے ۔ اگر عورت اور مرد کا ایک خاکہ بنایا جائے ۔ جس سے ان کے فضائل اچھی طرح معلوم ہو سکیں ۔ تو مرد کی ذات سے دلیری ' ہمت اور تدبر ظاہر ہوگا ۔ اور عورت کی ذات کو دیکھیں ۔ تو شرم و حیا ' خوف ' بھروسا اور نرم دلی پائی جائے گی ۔ اور یہ ایسی صفات ہیں جو عورت اور مرد میں تمیز پیدا کرتی ہیں ۔ لیکن آج کل بی ۔ اے میں انگریزی لازمی کے لئے جو کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں ۔ وہ عورت کی مندرجہ بالا تمام خصوصیات کو ملیا میٹ کرنے کے لئے کافی ہیں ۔ اگر کوئی تعلیم عورتوں میں سے عورتوں کے جوہر مٹا دے ۔ تو وہ معاشرہ کے راحت و آرام اور امن و آسائش کو کھو دے گی ۔ اور نہ صرف مرد ہی بلکہ عورتیں بھی مصیبت میں پڑ جائیں گی ۔ دنیا میں جو شخص جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا ہے ۔ اسے پورے طور پر انجام دینا اس کی سعادت و عزت کا باعث ہے ۔ اور اس حد سے افراط و تفریط کرنا اور دوسروں کی نقلیں اتارنا اپنی عزت کا کھو دینا ہے ۔ ہم تو نقلیں اتارنے میں ایسے نفسیاتی مریض ہو گئے ہیں ۔ کہ خود اپنی سمجھ نہیں آتی ۔ کہ ہم مسلمان کیا تھے ۔ اور کیا ہو گئے ۔ اب میں ایک بات حکمرانوں سے اور ماہرین تعلیم سے کروں گی ۔ کہ بی ۔ اے نیو کورس کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے ۔ اور اپنے ضمیر کو جھنجھوڑیئے ۔ اور پوری ایمانداری کے ساتھ فیصلہ دیجئے ۔ کہ آپ کی غیرت آپ کی قومی حمیت یہ گوارہ کرے گی ۔ کہ آپ کی بیٹی کسی غیر محرم استاد سے یہ کورس پڑھے ۔ جناب میں آپ سے یہ سوال پوچھتی ہوں ۔ کہ آپ ان مقاصد کی نشاندہی کریں ۔ آپ اس نشوونما کا ذکر فرمائیں ۔ آپ اس ترقی کا ڈھنڈورا پیٹیں ۔ جو یہ آپ کے ماہرین تعلیم اتنا بے ہودہ اور فحش نصاب مرتب کر کے نوجوان نسل کو ——————

آخر میں یہ حق رکھتی ہوں پوچھنے کا ۔ کہ آپ یہ بتائیں ۔ کہ یورپ کے کتب خانے مسلمان مصنفوں کی کتب سے بھرے پڑے ہیں ۔ اور وہ ہمارے آباؤ اجداد کے علم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔ اور آپ لوگ ہمیں ان کا ننگا اور گندا کلچر پڑھا کر ترقی کے کون سے زینے پر چڑھا کے چھوڑیں گے ۔ میں

آپ سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہوں۔ کہ اے میرے پاکستانی ماہرین تعلیم۔ کیا تمہارے پاس فیثا غورث' ابو موسیٰ الخوارزمی' ابو ریحان البیرونی' ابن بطوطہ' جابر بن حیان (علم کیمیا کا بانی) اپنی چودہ سو سال اسلامی تاریخ میں تمہیں کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جسے تم ایک نمونہ کے طور پر پیش کر سکو۔

آخر آپ لوگ یہ پورے یورپ اور امریکہ کے ڈرامے' افسانے اور شاعری پڑھا کر ہماری کونسی نشوونما کر رہے ہیں۔ اخلاقی اور روحانی نشوونما کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ ہیجانی نشوونما کو کافی فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اور ارونیکا لے کی اولاد میں ہزار ہا فیملی پلاننگ کے ہوتے ہوئے روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

میرے سامنے کئی حوالے ہیں۔ اس پر میں نے بہت سوچا۔ کہ قارئین کو سمجھانے کے لئے نصابی کتب سے کچھ حوالے دیئے جائیں۔ لیکن میری غیرت نے گوارا نہیں کیا۔ میرے ضمیر نے مجھے اجازت نہیں دی۔ کہ بہت سی معصوم بہنیں اس مضمون کو پڑھیں گی۔ ان کے بھائی پڑھیں گے۔ میں اسے بھی شرم و حیا کے خلاف سمجھتی ہوں۔ اس لئے میں عورت ہوتے ہوئے۔ اپنے قلم سے یہ تحریر نہیں لکھ سکتی۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گی۔ کہ ساری مخلوق کی لعنت ہو۔ ان لوگوں پر جو یہ بکواس اور بے ہودگی کو نصاب تعلیم میں شامل کرتے ہیں۔ کیا ان کی بیٹیاں بہنیں نہیں ہیں۔ ان کے ضمیر کیسے مردہ ہو گئے ہیں؟ جناب ان ہی ہیجان خیز Sensational کتابوں کا اثر ہے۔ کہ گوجرانوالہ کے ایک بہت مشہور ہر دلعزیز پروفیسر (نام مجھے معلوم ہے لیکن لکھنا مناسب نہیں سمجھتی) اپنی ہی سٹوڈنٹ جو کہ بی اے کی انگلش کی ٹیوشن پڑھتی تھی سے شادی رچا بیٹھا' بیوی میکے جا بیٹھی اور بیٹے نے (جو خود بھی بی اے کا طالب علم تھا) چھت سے چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ باپ کے کرتوت پر۔ یہ ہے حال اس تعلیم کا اور یورپ کی نقل کا یہ تصویر کا ایک رخ تھا اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں اس رخ کی ابتداء ان اشعار سے کرتی ہوں۔

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انساں نہیں قوم کے سب افراد یکساں
سفال و خذف کے ہیں انبار گر یہاں
جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ
ملے ریت میں ریزہ زر بھی ہیں

یہ ایک پاکٹ سائز کتاب ہے جو کہ شاہد الطاف نے لکھی ہے۔ یہ کتاب تھرو آؤٹ عربی' اردو اینڈ

انگلش میں لکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ عربی میں انگلش میں ترجمہ پھر فضیلت بھی ساتھ انگلش میں ہے۔ اور سب سے نیچے اردو میں ترجمہ اور فضیلت درج ہے۔ ایک صفحہ پر ایک نام عربی اردو اور انگلش میں ہے۔ چند احادیث اردو اور انگلش میں کتاب کے شروع میں لکھی گئی ہیں۔

جناب ماہرین تعلیم صاحبان! اس کتاب کو پڑھیے بے شک زبان انگریزی ہے۔ لیکن ذکر میرے اور آپ کے رب العزت کا ہے۔ آپ حضرات اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔ بہت پیاری کتاب ہے۔ اور میری رائے یہ ہے۔ کہ اس کتاب کو ایف اے یا بی اے کی شاعری کی کتاب ختم کر کے رائج کی جائے۔ ان شاء اللہ بہتر اچھے نتائج واضح ہوں گے۔

اے اہل وطن ' جان وطن بن کے دکھا دو
اب خاک کے ذروں کو بھی انسان بنا دو
انسان وہ ہے علم کی ہو جس میں تجلی
حیوان کو بھی علم ملا ہو تو بتا دو
ہو علم تو پھر کیا نہیں امکاں میں تمہارے
تم چاہو تو جنگل کو بھی گلزار بنا دو

گوربا چوف کی تحریر: مسز ہیلری کلنٹن کا مشرقی معاشرے کے پرامن ہونے کا اعتراف۔ بہن کا ورد ہمارا مراسلہ پر آج عمل کی یہی صورت ہے۔ اگرچہ آپ کو سمجھ میں مشکل سے آئے گا۔

کہ بچی مڈل یا میٹرک تک سکول پڑھے۔ اور بس اس کے بعد اعلیٰ تعلیم (دینی تعلیم) کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور اسی میں زندگی صرف کرے مختلف مضامین اکنامکس' انجینئرنگ' فزکس اور کیمسٹری وغیرہ میں ڈگریاں حاصل کرنے کی عورت کو کوئی ضرورت نہیں۔ عورت پر ملازمت کا بوجھ نہیں۔ یہ خاوند کا کام ہے۔ عورت بچوں کی خدمت کرے۔ اور خاوند کو سکون فراہم کرے۔ اور اگر ڈگریاں لے گی۔ تو باہر جانا' گھر سے دور پڑھنا' ہاسٹلوں میں رہنا اور دفتروں میں ملازم بننا وغیرہ ہوگا۔ جس سے معاشرہ فحاشی کی طرف بڑھے گا۔ اور گوربا چوف بھی رونا رو رہا تھا۔ اور انگریز فلاسفروں نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ کہ عورت گھر پر رہے۔ ملازمت اور چار دیواری کے باہر امور میں حصہ نہ لے۔ اس کے لئے اس عاجز کی کتاب "حواء کے نام" دیکھ لیں۔

جب تک اس بات پر عمل نہ ہوگا معاشرہ فحاشی' عریانی سے نہیں بچ سکتا۔ اس لئے تو شاعر نے کہا تھا۔

عابدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع محفل پہلے چراغ خانہ تھی

جب پٹھانوں کے علاقوں میں چادروں اور پردوں میں ملبوس لڑکیاں سکول جاتی نظر آجاتی ہیں۔ تو دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اگر اسی طرح تم سکول جاتی رہی۔ تو موجودہ بے دین معاشرہ کی وجہ سے ایک نہ ایک دن یہ چادر بلکہ دوپٹہ بھی اترا ہوا ہوگا۔ اور آپ ایک دفتر یا ریسپشن یا آپریٹر کی سیٹ کی زینت ہوں گی۔ اور یا نرس یا ڈاکٹر بنکر ڈاکٹر اور کمپاؤڈروں کے جھرمٹوں میں ٹہلتی ہوں گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

غور فرمائیں۔ شریعت سخت نہیں۔ جدید علوم کا مخالف نہیں ہے۔ بستی میں صرف ایک عالم چاہتی ہے۔ باقی بیٹوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ عصری جدید تعلیم دو بچوں کو اکنامکس ریاضی ٹیکنالوجی، بیالوجی فزکس کیمسٹری الغرض سائنس کا مانا ہوا سکالر بناؤ۔ اور دیندار ماں اس کو دین بھی سکھاتی رہے۔ اور بچوں کو ملک وقوم کے لئے بہترین سرمایہ بناؤ۔ لیکن دوسری طرف کیا بحیثیت مسلمان ہونے کے آپ کی ذمہ داری نہیں بنتی؟ کہ آپ اس فکری، معاشی اور معاشرتی سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ کیا آپ سے پوچھ نہیں ہوگی؟ یا ہم بھی قبر وآخرت کو بھول کر ان کی رو میں بہہ جائیں۔

بہرحال ہمارا مقصد یہاں پر فکری سازشوں کے متعلق بات کرنی ہے۔ کہ مسلمانوں کو کس طرح خوشنما نعروں کے جال میں پھنسا کر دین سے دور کیا جارہا ہے۔ اور لڑاؤ اور حکومت کرو۔ کے نظریہ پر عمل کر کے مسلمانوں کی توجہ کس طرح ہٹادی گئی ہے۔ اور اہم مسائل سے ہٹا کر فروعی اختلاف میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس پر بھی جامع اور مختصر بات کرنی ہے۔ کہ اہل حق کون ہیں۔ اور اہل حق سے کس طرح لوگوں کو دور کیا جاتا ہے۔

یہود انگریز اور خصوصاً آج کل این جی اوز ملک میں بے پردگی فحاشی گندی ثقافت کو کس طرح جابجا بدستی سے مسلمانوں میں عام کر کے آمادہ فساد کرتے ہیں۔ اب ہم مندرجہ ذیل مضامین میں کتاب کو تقسیم کرتے ہیں۔ جس کے بعد "الہدیٰ" والوں کے گمراہ کن مسائل سے پردہ اٹھائیں گے (۱) کتاب لکھنے کی وجہ (۲) اہلسنت والجماعت حنفی (۳) پاک وہند میں اسلام کون لائے (۴) تقلید کی حقیقت (۵) تقلید امام ابوحنیفہؒ (۶) صحابہ کرامؓ سے تقلید کی مثالیں (۷) غیر مقلدین انگریزوں کے ایجنٹ (۸) غیر مقلدین کی آپس میں خانہ جنگی (۹) انگریز اور یہود کی اسلام دشمنی (۱۰) این جی اوز کی لباس میں یہود وہنود اور انگریزوں کی اسلام دشمن سازش۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

داعیہ

کچھ عرصہ سے یہ نظر آرہا ہے۔ خصوصاً پنڈی اسلام آباد اور کراچی میں کسی ایک بلڈنگ پر اچانک ایک بورڈ نظر آجاتا ہے۔ "الہدیٰ انٹرنیشنل" پوچھنے پر پتہ چلتا ہے۔ کہ فلانی بچی نے قرآن کریم کا ایک کورس کیا ہے۔ اور اب لوگوں کو قرآن کا درس اور بچوں کو پارہ پڑھاتی ہیں۔ چند ساتھیوں کی تحقیق کرنے سے پتہ چلا۔ کہ اسلام آباد میں ایک ادارہ کھلا ہے۔ جو الہدیٰ انٹرنیشنل (اسلامک تعلیم برائے خواتین) کے نام سے کام کرتا ہے اس میں ایک سال کا کورس کر کے بچی اس قابل ہو جاتی ہے۔ کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کرے۔

ایک عالم یہ سن کر ضرور فقر و غصہ سے تملا جاتا ہے۔ کہ عالم کا کم از کم کورس مردوں کے لئے آٹھ سال اور عورتوں کے لئے پانچ سال مقرر ہوا ہے۔ بشرطیکہ پرائمری مڈل پاس ہو۔ ورنہ تین سال زیادہ مدت لگتی ہے۔ سال بعد دو ماہ کی چھٹی ہوتی ہے۔ اور بس باقی آٹھ یا پانچ سال علوم پڑھے جاتے ہیں۔ اور پھر پورے پاکستان کل مدارس بورڈ سے امتحانات پاس کرائے جاتے ہیں۔ جو چار ہوتے ہیں۔

مدرسہ کے کل امتحانات پندرہ ہوتے ہیں۔ یہ ہر مکتب فکر کے مدارس کی ترتیب ہے۔ الہدیٰ انٹرنیشنل سے مختصر کورس کر کے جب یہ بچی استانی بنے گی تو تفسیر قرآن کر کے دین کا بیڑا غرق کرے گی۔ میں نے ایک دن الہدیٰ انٹرنیشنل فون کیا وہاں کے مسئول تو نہ ملے۔ ایک بچی نے فون اٹھایا۔ اس سے میں نے پوچھا۔ کہ الحمد للہ کا کیا ترجمہ ہے؟ اس نے کہا" کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں نے کہا "تمام" کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ تو اس نے کہا الف لام کا۔ میں نے کہا اس کا کیا ترجمہ ہے۔ القلم لزید۔ اس نے کہا۔ قلم زید کے لئے میں نے کہا۔ یہاں بھی الف لام ہے۔ کہو۔ تمام قلمیں زید کیلئے ہیں۔ تو وہ خاموش ہو گئی۔

فون پر ایک عورت نے مسئلہ پوچھا۔ باتوں میں اس عورت نے مجھے بتایا۔ کہ میں الہدیٰ انٹرنیشنل سے پڑھی ہوں۔ میں نے اس عورت سے بھی مذکورہ سوال کیا۔ اور وہی گفتگو ہوئی۔ جو بچی سے ہوئی تھی۔ پھر میں نے ان دونوں کو سمجھایا۔ کہ دیکھو الف لام کی دو قسمیں ہیں۔ زائد اور غیر زائد۔ غیر زائد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو الذی کے معنی میں ہو۔ اور اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہو۔ ایک وہ جو اسم (حرفی) پر ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں جنسی' استغراقی' عہد خارجی اور عہد ذہنی میں نے کہا۔ الحمد میں

الف لام جنسی ہے۔ یا استغراقی ہے۔ اور القلم لزید میں عہد خارجی ہے۔
جب آپ کے پاس گرامر کا پورا پورا علم نہ ہوگا۔ تو لوگوں کو تفسیر پڑھاتے وقت کتنے نقصانات ہوں گے۔ وہ ذی علم شخص جانتا ہے۔ یہ تو صرف الف لام کی بات تھی باقی علم نہ ہونے کی وجہ سے نقصانات کا نہ آپ کو اور نہ ہی آپ کی بات سننے والوں کو پتہ لگے گا۔
اس عورت نے کہا۔ کہ ہمیں تو مفت میں مسند علم پر بٹھا کر تباہ کیا گیا ہے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ اگر بہت شوق ہے۔ تو الحمد للہ بچیوں کے لئے بڑے دینی مدارس ہیں۔ ان میں بچیوں کے لئے پانچ سالہ کورس ہے۔ پانچ سال اس لئے کہ بچیوں کے کورس میں فلسفہ منطق کی کتب کو نہیں رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ ان علوم کا قرآن وحدیث کے ساتھ اتنا تعلق نہیں ہے۔ یہ ذہن کی تیزی اور لامذہبوں کے ساتھ مناظرہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن واضح رہے۔ کہ الہدیٰ انٹرنیشنل کا یہ فتنہ چھوٹا ہے۔ اور خوب غور فرمائیں کہ ان کا بڑا فتنہ یہ ہے۔ کہ الہدیٰ انٹرنیشنل والے غیر مقلد ہیں جو فکری لبرل ازم کے طریق پر کام کر رہے ہیں۔ تفصیلی بحث اس رسالے میں پڑھ لیں گے۔ ان کے پاس جتنی خواتین آتی ہیں۔ اکثر بلکہ ساری اہل سنت والجماعت حنفیت کی پابند ہوتی ہیں۔ ذہن ان کا خالی ہوتا ہے۔ اپنے دلائل معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ لہذا سادگی میں غیر مقلد بنادی جاتی ہیں۔ ساری غیر مقلدیت ان کی ذہنوں میں بھر دی جاتی ہے۔
پھر کیا کیسا ایک فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ شور مچا ہے۔ کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق نہیں۔ رفع یدین ضرور کرو۔ مسجدوں میں عورتوں کا آنا درست بلکہ عورتوں کی امامت تک درست ہے۔ ستر اسی سال اگر نماز نہیں پڑھی ہے۔ توبہ کرو معاف ہوگئیں۔ قضا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بغیر محرم کے سفر کرنا بالکل جائز عورت جہاں چاہے بغیر محرم کے امریکہ' ترکی' لندن جاسکتی ہے۔ محرم صرف حج کیلئے ہے۔ ماہواری' زچگی اور جنابت کے دوران قرآن پڑھنا اور چھونا بالکل جائز وغیرہ۔
اس مختصر کورس سے فارغ ہونے والی مستورات بغیر اپنے سرپرستوں اور خاوندوں کے الہدیٰ انٹرنیشنل کی "میڈم" کے ساتھ مختلف ممالک لندن اور ترکی کا سفر کرچکی ہیں۔ اور یہی عورتیں مختلف شہروں کے مہنگے ہوٹلوں میں درس دے کر اپنے اداروں میں اور اپنی شاپنگ سنٹروں میں غیر مقلد شیخ کیلانی (نام نہاد اہل حدیث) کی کتب کی دعوت دیتی ہیں۔ جس کے ہر آخری صفحے میں حنفیت پر "البانی" کے قلم سے تنقید ہوتی ہے۔
مجھے ایک ایسی جگہ بھی معلوم ہے۔ کہ وہاں اس تحریک کی میڈم صاحبہ درس دیتی ہیں۔ اور دوسرے

بڑے ہال میں ڈش لگا ہوا ہوتا ہے۔نعوذ باللہ اور درس سننے والی خواتین جب تھک جاتی ہیں۔تو دوسرے ہال میں ڈش دیکھنے چلی جاتی ہیں۔ڈش کیوں نہ لگا ہو۔ کیونکہ یہ حضرات ٹی وی' ڈش' کیبلز وی سی آر کو جائز کہتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔کہ اس کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔اور سنا ہے۔کہ موصوفہ ٹی وی پر بھی درس دیتی ہیں۔اور پوری دنیا ان کے سامنے بیٹھی بے پردہ عورتوں کو دیکھتی ہے۔نعوذ باللہ

ٹی وی وغیرہ کا استعمال اگر صحیح بھی ہو۔تو کیا تصویر حرام نہیں؟ اور مرد کا عورت اور عورت کا مرد کو دیکھنا گناہ نہیں؟ ہمارے رسالے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے۔کہ یہ حضرات غیر مقلدین ہیں۔جن کا تفصیلی نسب نامہ ذکر کیا جاتا ہے۔کہ یہ کون ہیں۔کب ابھرے۔کیوں ابھرے۔انگریزوں کا کس طرح ساتھ دیا۔۱۸۸۸ء سے پہلے ایک مسجد دکھاؤ۔جس میں آٹھ رکعات تراویح پڑھی گئی ہوں۔اور الحمد للہ اہل سنت والجماعت تیرہ سو سال سے آ رہے ہیں۔اور اسلامی تمام حکومتیں اور گزرے کمانڈر ہمارے تھے۔غیر مقلدین کے نہیں تھے۔ ان غیر مقلدین نے تو ایک انچ زمین کسی سے قبضہ نہیں کی۔اور نہ کسی گاؤں پر اپنی حکومت کی ہے۔

خیر الھدیٰ انٹرنیشنل والوں کا بچیوں کو "نیم ملا خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان" کا مصداق بنانے کے ساتھ بڑا خطرہ فکری آوارگی اور اہل سنت اور اسلاف سے بغاوت ہے۔ایک سال میں تو ان کا صرف قرآن کریم کو صحیح پڑھنا بھی مشکل ہے۔لیکن یہ بچیاں پھر مجتہد بن کر آئمہ کرام کی غلطیاں نکالنے بیٹھ جاتی ہیں۔یعنی مجتہدین حضرات نے قرآن وحدیث جس طرح سے حل کیا ہے۔یہ الھدیٰ انٹرنیشنل والے آج ان کے خلاف عدم اعتماد No confidence کا ووٹ ڈلوا کر نقارے بجاتے ہیں۔کہ مجتہدین نے جو کچھ کہا ہے۔ان کو احادیث نہیں پہنچی ہیں۔اور جو کچھ یہ "تو ماہی کورس کی بچی" کہے وہ درست ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک اہم نوٹ

الھدیٰ انٹرنیشنل کی میڈم کے ساتھ بندے کی خط و کتابت بھی چلی۔اور بندے نے ان سے کچھ امور غیر مقلدیت اور جدید تہذیب کے حوالے سے سوالات بھی کیے۔جس کا سلسلہ کچھ عرصہ چلتا رہا۔لیکن جب وہ لاجواب ہو گئیں۔تو خطوط کے جوابات کا سلسلہ خاموشی سے ختم کر دیا۔وہ تفصیلی خطوط بندے کے پاس موجود ہیں۔ہر شخص اس کی فوٹو اسٹیٹ منگوا سکتا ہے۔جس میں جس اہم بات کا انہوں نے اعتراف

کیا ہے۔وہ یہ ہے۔کہ ہم ایک سالہ کورس میں کوئی عالمہ یا مفتیہ نہیں بناتے۔جو عوام کو قرآن وحدیث پڑھائے۔اور فتوے دے۔اور نہ ہماری طالبات اس کے اہل ہیں۔بلکہ ہمارے پاس پڑھنے والی لڑکی دین سے کچھ نہ کچھ واقف ہو جاتی ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے۔کہ اس کے مطابق ان کا عمل نہیں۔جو بھی بچی ان سے فارغ ہو جاتی ہے۔وہ کل کو اپنے گھر پر الھدیٰ انٹرنیشنل کا بورڈ لگا کر مدرسہ کھول دیتی ہے۔اور قرآن وحدیث کا درس دے کر مسائل بتاتی ہے۔اور گزرے ہوئے قابل قدر مجتہدین اور آئمہ کرام کے مسئلوں کو غلط کہہ کر ان پر کیچڑ اچھالتی ہے۔کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔لہذا میں جو کہتی ہوں۔اس پر عمل کرو۔اگرچہ ابھی میں نے ذکر کیا کہ میڈم نے خود اعتراف کیا۔کہ ہم عالمہ نہیں بناتے۔لیکن آپ ان کا عمل ملاحظہ کرتے ہوں گے۔جو اس کے برخلاف ہے۔اسی طرح انہوں نے اعتراف کیا۔کہ جس کی داڑھی کشادہ اور گھنی اور بھرپور نہ ہو۔تو وہ خلاف سنت ہے۔اور ٹخنوں سے شلوار نیچے کرنا گناہ ہے۔لیکن الھدیٰ کے داعیوں کی داڑھی خشخشی اور ٹخنوں سے شلوار نیچے ہوتی ہے۔

یہ بات ان بچیوں کی ہے۔جو ان کے رنگ میں رنگی جاتی ہیں۔باقی اکثر بچیاں الحمدللہ ثم الحمدللہ ان کے ہاں اس جذبے سے چلی جاتی ہیں۔کہ قرآن سیکھ لیں گی اور کچھ وقت گزار لیتی ہیں۔اور پھر اپنے کاموں میں لگ جاتی ہیں۔اور اختلافی باتوں سے یکسر دور رہتی ہیں۔

بہرحال الھدیٰ انٹرنیشنل کا سب سے بڑا المیہ **Tragedy** غیر مقلدیت ہے۔اور اس کی دلیل یہ ہے۔کہ اپنے درس کے اختتام پر یہ حضرات کتاب الطہارۃ۔کتاب الصلوٰۃ کتاب الدعاء کتاب الذکوٰۃ وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔اور ان کے اداروں میں شامل نصاب بھی ہیں جو فقہ حنفی پر تنقید سے پُر ہوتی ہیں۔"فقہ حنفی" جو درس میں موجودہ تمام خواتین کا معمول ہوتا ہے۔اس سے ہٹ کر وہ چیز ان میں تقسیم یا ان پر بیچ دی جاتی ہے۔جن پر ان کا عمل نہیں ہوتا ہے۔جس سے وہ پریشان ہو جاتی ہیں۔اگرچہ وہ مسائل جن پر پاکستان، ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش، ترکی، چین اور روس کی تمام آزاد ریاستوں کے عام وخاص عمل پیرا (**Follow**) ہیں۔وہ قرآن وحدیث کے مضبوط ادلہ سے مزین ہیں۔اس رسالے میں ان مسائل کے مضبوط ادلہ بھی ذکر کیے جائیں گے۔انشاءاللہ العزیز۔

اخیر میں یہ بھی لکھوں گا۔کہ دل نہیں چاہتا۔کہ اس موضوع پر تالیف کروں۔لیکن خواتین کا ایک غلط راستے کی طرف جانا اور ہمارا خاموش رہنا کہاں درست ہے۔

اور یہ بھی غیر کی سازش ہے۔کہ فتنے پیدا کر کے علماء کرام کے ذہن کو اس طرف لگا کر ان کی توجہ اصل

مسائل سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے کہ آج کل کے اصل مسائل تو یہ ہیں۔

(۱) دعوت وتبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے اعمال اور اخلاق اور کردار کو درست کرنا۔

(۲) جہاد وقتال کیلئے لوگوں کی ذہن سازی کرنا۔

(۳) اسلامی حکومت کے لئے کوشش کر کے عالمی امن پیدا کرنا۔

(۴) یہود اور انگریز کی سازشوں کو ناکام بنانا۔

(۵) حرمین شریفین پر اسرائیل امریکہ اور برطانیہ کے غاصبانہ قبضہ کو ختم کرنا۔

(۶) جہاں جہاں مسلمان پریشان ہیں۔ حسب استطاعت ان کی جانی مالی مدد کرنا۔ لیکن الحمد للہ حضرات علماء دیوبند کی روحانی اولاد اور شاگرد تبلیغ، جہاد، طالبان، مدارس، تصوف اور سیاست غرض ہر میدان میں صف اول میں ہیں۔ لیکن فتنوں کی سرکوبی کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے یہ رسالہ لکھا گیا۔

اب ہم تقلید کے حوالے سے تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت وجماعت کون ہیں پاک وہند میں اسلام کون لائے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿اہلسنت وجماعت (حنفی)﴾

ہمارا نام اہل السنت والجماعت آنحضرت ﷺ کا رکھا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کی آیت یوم تبیض وجوہ کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ (الدر المنثور ص ۶۳ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ (الدر المنثور ص ۶۳ ج ۲)

حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ حسنؓ حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور اہل السنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ص ۶۲ ج ۳)

آنحضرت ﷺ نے نجات پانے والوں کا پتہ بتایا۔ ما انا علیہ و اصحابی (ترمذی) اور اس کی تشریح خود فرمائی۔ ھی الجماعۃ (احمد۔ ابوداؤد) یعنی نجات پانے والی وہ جماعت ہے۔ جو میری سنت کو اپنائے۔ اور میرے صحابہ کی جماعت کے طریقہ پر چلنے والی ہو۔ آنحضرت ﷺ نے آخری دور میں خاص وصیت فرمائی۔

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا و عضوا علیہا بالنواجذ

(ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۲ ترمذی ص ۳۸۳ ابن ماجہ ص ۵ مسند احمد ص ۱۲۷ ج ۴ دارمی ص ۳۶ حاکم ص ۹۵ ج ۱)

آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کو لازم پکڑنے کی تاکید فرمائی۔ اور خلفائے راشدین اور ان کی ہدایت پر چلنے والی جماعت کے طریقے کو دانتوں سے مضبوط پکڑنے کا حکم دیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس نے میری سنت سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ اور جس نے مجھ سے محبت رکھی۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی ص ۳۸۳) اور آپ نے فرمایا فمن رغب عن سنتی فلیس منی (متفق علیہ) یعنی جس نے میری سنت سے منہ موڑا۔ وہ میری امت سے نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید

(رواہ البیہقی فی کتاب الزھد لہ)

یعنی جس نے میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا جب میری امت میں فساد ظاہر ہو جائے گا۔

اس کی کو اللہ تعالی سو شہید کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ اور آپ نے اپنی سنت کو زندہ رکھنے پر بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا۔ (ترمذی ص ۳۸۳) اور آنحضرت ﷺ نے تارک سنت کو لعنتی فرمایا۔ (رواہ البیہقی فی المدخل) اور تارک سنت کو شفاعت سے محروم قرار دیا۔ (ابن عدی)

آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا۔ علیکم بالجماعۃ جماعت کو لازم پکڑنا۔ اور جماعت سے نکلنے والے کو شیطان کا لقمہ بتایا۔ اور اس بکری سے تشبیہ دی۔ جو ریوڑ سے نکل کر بھیڑیے کا نوالہ بن جاتی ہے۔ (مسند احمد)

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے باہر نکلا۔ اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔ (احمد، ابوداؤد) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے نکلا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (متفق علیہ) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو تمہاری جماعت کو توڑنا چاہے۔ اس کو قتل کردو۔ (مسلم ص ۱۲۸ ج ۲) اور آپ نے فرمایا۔ خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جو جماعت سے علیحدہ ہوا۔ اسے الگ کرکے آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ (ترمذی) ان سب روایات سے ثابت ہوا۔ کہ اہل سنت

والجماعت نام آنحضرت ﷺ کا رکھا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سنت وجماعت پر قائم رہنے کی سخت تاکید فرمائی۔ ان سے باہر نکلنے والوں کو شقی واجب القتل اور دوزخ کا ایندھن فرمایا۔ یہ نام ہی با اعتبار بیان مذہب صحابہؓ اور اہل بیت میں شائع وذائع تھا کسی نجات پانے والے مذہبی فرقہ کا نام "اہل حدیث" نہ تو قرآن میں آیا ہے۔ اور نہ ہی آنحضرتؐ نے قرآن کی کسی ایسی آیت جس میں جنتیوں کا ذکر ہو کبھی یہ فرمایا ہے۔ کہ اس سے فرقہ "اہل حدیث" مراد ہے۔ نہ کبھی آنحضرت ﷺ نے علیکم بحدیثی کے ساتھ کوئی تاکید بیان فرمائی۔ جب تک یہ لوگ قرآن پاک یا حدیث صحیح سے اپنا نام اہل حدیث بہ اعتبار نجات پانے والے "فرقہ مذہبی" کے ثابت نہ کر دیں۔ ان کو اہل حدیث لکھنے یا پکارنے کا کوئی حق نہیں۔

اہل سنت والجماعت چار دلائل شرعیہ کے قائل ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول ﷺ ان دونوں کو نص کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ صحیفہ علم ہے۔ اور سنت اسی کا نمونہ عمل (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی کیونکہ فقہی مسائل میں بعض مسائل میں صحابہ کا اجماع رہا۔ اور بعض مسائل میں صحابہ میں اختلاف ہوا۔ مسلک اہل سنت والجماعت کو چار آئمہ مجتہدین نے مدون اور مرتب فرمایا۔ جس میں کتاب وسنت اور صحابہ کے اجماعی مسائل کو تو سب آئمہ نے مرتب فرمایا۔ لیکن جہاں صحابہ میں اختلاف تھا۔ وہاں آئمہ نے صحابہ کے مسلک کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کر لیا۔ تاکہ نہ تو علمی طور پر صحابہ کے مسلک کا کوئی پہلو ضائع ہو۔ نہ عملی انتشار پیدا ہو۔ علامہ ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت کا معنی بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان اهل السنة تتضمن النص و الجماعة تتضمن الاجماع فاهل السنة و الجماعة هم المتبعون للنص و الاجماع. (منہاج السنہ ص ۲۷۲ ج ۳)

یعنی نام اہل سنت میں سنت سے مراد نص ہے۔ یعنی کتاب وسنت اور جماعت سے مراد اجماع ہے۔ آئمہ اربعہ کا اتفاق صحابہؓ کے اتفاق پر مبنی ہے۔ اور آئمہ اربعہ کا اختلاف صحابہؓ کے اختلاف پر مبنی ہے۔ جن مسائل میں صحابہؓ اور آئمہ کا اجماع ہے۔ ان سے اختلاف کرنا بھی اجماع سے نکلنا ہے۔ اور جن مسائل میں آئمہ اربعہ میں اختلاف ہے۔ ان میں کوئی نیا اختلاف پیدا کرنا بھی اجماع کے خلاف ہے۔ اس لئے حنفی مالکی شافعی حنبلی اہل سنت والجماعت ہیں۔ جو ان سے خارج ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت نہیں۔ (عقد الجید۔ طحاوی۔ مظہری) یہ اختلاف ایسا ہی ہے۔ جیسے بعض احادیث صحاح ستہ کی سب کتابوں میں ہیں۔ ان کو رواہ الجماعۃ کہا جاتا ہے۔ بعض صرف رواہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوداؤد ابن ماجہ اور یہ اختلاف کوئی برا نہیں۔

لیکن دوسری طرف ان غیر مقلدین لامذہبوں میں کوئی غربا اہلحدیث کوئی تنظیم اہل حدیث کوئی جمعیت اہل حدیث کوئی شبان اہلحدیث کوئی سلفی اہلحدیث کوئی اثری اہلحدیث کوئی محمدی اہل حدیث کلکتہ ہے۔ ان میں اصل نام اہلحدیث ہے۔ باقی امتیازی القاب ہیں۔ ان کا نہ اصل نام قرآن حدیث میں ہے۔ نہ لقب دعویٰ یہ ہے۔ کہ ہم قرآن حدیث کو مانتے ہیں۔ لیکن نام اہل القرآن والحدیث نہیں۔ صرف اہل حدیث ہے۔ ہمارا نام اہل سنت والجماعت ثابت ہے۔ (احادیث سے) اور حنفی شافعی کہلانا اجماع سے اور کامل بھی ہے۔ اہل سنت میں کتاب وسنت والجماعت میں اجماع حنفی میں اجتہاد چاروں دلائل کا ذکر آ گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پاک وہند میں اسلام کون لائے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سب سے پہلے نبی ابوالبشر آدم علیہم السلام تھے۔ اور سب سے آخری نبی سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے صاحب شریعت پیغمبر آئے۔ ان کی شریعت کی مثل موسمی پھولوں کی سی تھی۔ جیسے گرمی کے موسم کا پھول گرمی میں تو خوب بہار دکھاتا ہے لیکن سردی میں مرجھا جاتا ہے۔ اور ختم ہو کر سردی کے موسم کے پھول کے لئے جگہ خالی کر دیتا ہے۔ ہاں رسول اقدس ﷺ کی شریعت سدا بہار پھول کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر موسم ہر ملک اور ہر دور میں اس کی رونق بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اور قیامت تک بڑھتی اور چڑھتی چلی جائے گی۔ یہی وہ پھول ہے۔ جس کی قسمت میں کملانا اور مرجھانا نہیں ہے۔

ندانم آں گل خنداں چہ رنگ و بو دارد　　　　کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کو عالمگیر نبوت سے نواز کر رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ گویا پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال چراغ کی سی تھی۔ جو ایک گلی یا ایک محلے کو تو روشن کر سکتا ہے۔ لیکن ساری دنیا کو آفتاب عالمتاب ہی روشن کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس آفتاب کے طلوع کے بعد نہ تو رات کے چراغ کی ضرورت باقی رہی۔ نہ زبور کی لالٹین کی اور نہ ہی انجیل کی روشنی کی۔

رات محفل میں ہر اک ماہ پارہ گرم لاف تھا　　　　صبح دم خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

رسول اقدس ﷺ کا دین کامل عالمگیر اور تاقیامت رہنے والا ہے۔ اس لئے اس میں نئے پیش آمدہ مسائل کے لئے اجتہاد کی گنجائش رکھی گئی۔ اجتہادی مسائل میں جو شخص خود کتاب وسنت سے استنباط و اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ وہ مجتہد کی رہنمائی میں کتاب وسنت سے استنباط شدہ مسائل پر عمل کرے۔ اسے مقلد کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو۔ اور نہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

دور نبوت:۔ آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں فروعی مسائل کے حل دریافت کرنے کے تین طریقے تھے۔ جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ وہ براہ راست آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کر لیتے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(۳،۲) جو لوگ حضرت ﷺ سے دور ہوتے ان میں کوئی خود مجتہد ہوتا تو نئے پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کر لیتا جیسے یمن میں حضرت معاذ ؓ اجتہاد کرتے۔ اور باقی تمام اہل یمن ان کی تقلید شخصی کرتے۔ حالانکہ وہ اہل یمن خود عربی دان تھے۔ مگر مسائل اجتہادیہ میں حضرت معاذ ؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ پورے دور نبوت میں ایک بھی مسلمان کا نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس کے بارے میں ثابت کیا جا سکے کہ کان لا یجتھد ولا یقلد احدا " (کہ نہ وہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا۔ نہ کسی کی تقلید کرتا تھا) اس دور میں ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا۔

دور صحابہ ؓ

آپ ﷺ کا وصال ۱۱ھ میں ہوا۔ تو اب لوگ پہلے طریقے سے محروم ہو گئے۔ آپ سے براہ راست اب مسئلہ نہیں پوچھا جا سکتا تھا۔ اس لئے اب فروعی مسائل کے حل کے لئے دو ہی طریقے رہ گئے۔ کہ مجتہد اجتہاد کرے اور عامی تقلید۔ چنانچہ دور صحابہ ؓ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابت ؓ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی تقلید شخصی ہوتی تھی۔ ان صحابہ ؓ کے ہزاروں فتاویٰ بلا ذکر دلیل کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اور سب لوگ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ دور صحابہ ؓ تابعین اور تبع تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو اہل سنت ہو اور غیر مقلد ہو۔ اس کے بارے میں یہ شہادت ہو کہ نہ مجتہد تھا نہ مقلد تھا۔ بلکہ غیر مقلد تھا۔ جس طرح اس خیر القرون میں کوئی شخص اہل قرآن بمعنی منکر حدیث نہیں تھا۔ اسی طرح ایک بھی شخص اہل حدیث بمعنی منکر فقہ و تقلید نہ تھا۔

عالمگیریت:۔ چونکہ آپ کا دین عالمگیر تھا۔ اس لئے آپ نے قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے۔ روم شام و یمن کی

فتح کی پیش گوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہوئیں۔ اسی طرح آپ ؐ نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی۔ یکون ھذا الامة بعث الی السند و الھند. (مسند احمد ص ۳۶۹ ج ۲)
یہ امت سندھ اور ہند پر حملہ کرے گی۔ چنانچہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی۔ ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔ یہ بصرہ سے آئے اس وقت وہاں امام حسن بصریؒ کی تقلید ہوتی تھی۔ بعد میں جب امام ابو حنیفہؒ بصرہ پہنچے تو یہ سب لوگ حنفی ہو گئے۔ بہرحال ان فاتحین سندھ میں سے ایک بھی غیر مقلد نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے ہند کے غزوہ کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا۔

عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابة تغزو الھند و عصابة تکون مع عیسیٰ ابن مریم۔ (مسند احمد ص ۲۷۹ ج ۲ نسائی ص ۶۳ ج ۲)
میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرما دیا۔ ایک گروہ جو ہند پر جہاد کرے گا دوسرا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کو فتح کیا۔ اور یہاں اسلامی سلطنت قائم فرمائی اور وہ حنفی مقلد تھا۔
یہاں جتنے بھی مسلمان خاندان حاکم رہے۔ خاندان غلاماں ہو یا خاندان غوری، خاندان خلجی ہو یا خاندان سادات، خاندان تغلق ہو یا خاندان سوری یا خاندان مغلیہ، سب کے سب سنی حنفی تھے۔ اس ملک میں اسلام، قرآن اور سنت لانے کا سہرا صرف احناف کے سر ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے عالم نواب صدیق حسن خان نے یہ اعتراف کیا ہے لکھتے ہیں۔ خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے۔ چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اسی مذہب کے عالم فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)
چنانچہ یہ بات ایک قطعی تاریخی حیثیت ہے۔ کہ اس ملک میں انگریز کی حکومت سے پہلے ایک بھی ایسے غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا جو اجتہاد کو کار ابلیس اور تقلید مجتہد کو شرک کہتا ہو۔ ولی کامل حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ۴۶۵ھ اس دن لاہور پہنچے جس وقت حضرت سید حسین زنجانیؒ کا جنازہ تیار تھا۔ وہ اپنے لاہور تشریف لانے کی وجہ خود تحریر کرتے ہیں۔ کہ میں علی بن عثمان جلابی ہوں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خیر دے۔ شام کے شہر دمشق میں حضور ﷺ کے موذن حضرت بلالؓ کی قبر کے سرہانے

سو رہا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد کو اپنی گود میں لئے اس حال میں اندر تشریف لا رہے ہیں۔ کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں۔ میں دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ اور تعجب میں تھا۔ کہ یہ کون صاحب ہیں۔ اور یہ کیا حالت ہے۔ آنحضرت پر میرا اندرونی اندیشہ منکشف ہو گیا۔ اور فرمایا یہ ابو حنیفہؒ ہیں۔ جو تمہارے بھی امام ہیں۔ اور تمہارے اہل ملک کے بھی امام ہیں۔ مجھے اس خواب سے اپنے بارے میں بڑی امید ہے۔ اور اپنے اہل ملک کے بارے میں بھی (چنانچہ یہ امید پوری ہوئی اور یہ ملک حنفیت کا گہوارہ بن گیا) اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ امام اعظمؒ ان حضرات میں سے ہیں۔ جو اپنے اوصاف طبع کے لحاظ سے فانی اور احکام شرع کے لحاظ سے باقی ہیں۔ اور ان ہی کے ذریعہ قائم ہیں۔ چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے حضرت پیغمبر ﷺ ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ چلتے تو وہ باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔ اور صحیح بھی اور جب ان کو اٹھا کر چلنے والے حضرت پیغمبر ﷺ ہوئے تو وہ پیغمبر ﷺ کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی الصفت ٹھہرے اور چونکہ پیغمبر ﷺ پر خطا کی کوئی صورت نہیں بن سکتی یاد رہے۔ کہ یہ ایک لطیف رمز ہے۔ (کشف المحجوب ص ۸۶)

الغرض ۵۸۹ھ میں سلطان معز الدین سام غوری آئے۔ اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کے حالات پڑھتے جایئے۔ محمود غزنوی سے لے کر اورنگزیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی تک آپ کو کوئی غیر حنفی غازی فاتح یا مجاہد نہیں ملے گا۔ کشمیر کے بارہ میں مورخ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں " رعایای آن ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۲۷) اس ملک کشمیر کے رعایا تمام کے تمام حنفی مذہب پر ہیں اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ مرزا حیدر در تاریخ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند۔

(تاریخ فرشتہ ص ۳۳۶)

حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اهل الروم و ماوراء النهر والهند كلهم حنفيون. (تحصيل العرف ص ۳۶)

روم، ہندوستان اور ماوراء النہر والے تمام کے تمام حنفی ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان۔ (مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوم)

بڑی جماعت اہل اسلام میں سے ابو حنیفہؒ کی مقلد ہیں۔

شاہ ولی صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند و قضاۃ اکثر مدرسان و اکثر عوام حنفی۔
(کلمات طیبات ص ۱۷۷)

نیز فرماتے ہیں۔ جمہور الملوک و عامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفۃ۔
(تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۲ ج ۱)

یعنی اکثر سلاطین اسلام اور دنیا بھر میں اکثر اہل اسلام حنفی ہیں۔ اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علم جہاد ان ہی کے ہاتھوں میں رہا۔ اس مذہب کی بدولت کم و بیش ہزار سال تمام اسلامی دنیا میں اسلامی نظام نافذ رہا۔ شاہ ولی اللہ نے مذہب حق کی پہچان یہ بتائی ہے۔ کہ دین اسلام کی اشاعت کے ساتھ دین اسلام پر حملہ آور فتنوں کا مقابلہ کرے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ پاک و ہند میں اشاعت اسلام میں احناف کا کوئی شریک نہیں رہا۔ سارے ملک میں اسلام احناف نے ہی پھیلایا اور کافر اسلام میں داخل ہو کر حنفی ہی بنے۔ اس ملک میں اسلام پر دو ہی سخت وقت آئے ہیں۔ ایک اکبر کا الحادی فتنہ دوسرے انگریز کا تسلط۔ اکبر نے جب امام صاحب کی تقلید سے برگشتہ کر کے لوگوں کو الحاد کی دعوت دی تو حضرت مجدالف ثانی اور عبد الحق محدث دہلوی کی کاوشوں سے وہ الحاد ختم ہوا اور انگریز کے خلاف بھی حنفی ہی اٹھے نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں۔ کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث و قرآن پر چلنے والا (دھوکہ) انگریز سے بے وفائی اور قرار توڑنے کا مرتکب ہوا یا فتنہ ابلیسی اور بغاوت پر آمادہ ہوا۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکومت انگلشیہ دشمن ہوئے وہ سب کے سب مقلدین مذہب حنفی تھے۔
(ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

الغرض آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں گے تو اسلامی اقتدار کا نشان آپ کو حنفی ہی ملیں گے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

کسی منکر حدیث یا منکر فقہ نے ایک انچ زمین بھی کافروں سے چھین کر بھی اسلامی سلطنت میں شامل نہ کی ان کا جہاد صرف یہی ہے کہ احناف کا نہ اسلام صحیح ہے نہ نماز۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت احناف کو دونوں جہان میں سرخرو فرمائیں۔ (از مجموعہ رسائل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقلید (IMITATION)

تقلید نعوذ باللہ خدانخواستہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مقابلہ میں کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے۔ بلکہ ائمہ مجتہدین نے قرآن کریم اور احادیث نبویہؐ آثار صحابہؓ سے جو مسائل استنباط کئے ان کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے۔ کیونکہ تقلید کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ فروعی مسائل فقہیہ میں غیر مجتہد کا مجتہد کے قول کو تسلیم کر لینا۔ اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا اس اعتماد پر کہ اس مجتہد کے پاس دلیل ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ ایک سفر میں نکلے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو پتھر آ کر لگا جس سے ان کا سر زخمی ہو گیا۔ اور اس کے بعد ان کو غسل کی ضرورت پیش آ گئی۔ انہوں نے اپنے رفقاء (صحابہ کرامؓ) سے پوچھا کیا میرے لئے شرعاً تیمم کی اجازت ہے؟ انہوں نے فرما دیا کہ تیمم کی اجازت نہیں کیونکہ پانی موجود ہے۔ اس پر انہوں نے غسل کر لیا۔ جس سے انکی موت واقع ہو گئی۔ واپسی میں حضور اقدس ﷺ کو خبر دی گئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا قتلوہ قتلھم اللہ یعنی ان ہی لوگوں نے اس کو مارا خدا ان کو بھی موت دے۔ (بیان القرآن) جب ان کو مسئلہ معلوم نہ تھا انہوں نے کسی (عالم) سے کیوں نہ پوچھا۔ کیونکہ عاجز کی شفاء سوال میں ہے۔

ان حضرات نے فلم تجدو آماء کے ظاہر لفظ کے عموم کو دیکھتے ہوئے اسی پر فتویٰ دے دیا۔ حالانکہ اجتہاد اور فتوے کے لئے بڑی شرائط تھیں جو پہلے گزریں۔ اسی واسطے الاسلام وحافظ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۳ میں فرمایا ہے۔ کہ جمہور امت کا مذہب یہ ہے۔ کہ اجتہاد بھی جائز ہے۔ اور تقلید بھی جائز ہے۔ اجتہاد اس کے لئے جو اس پر قادر ہو۔ اور تقلید اس کے لئے جو اجتہاد سے عاجز ہو۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص کے لئے کسی معین امام کے مذہب کا اتباع اس وقت جائز ہے۔ جبکہ وہ اس مذہب کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے شریعت کا امر حاصل نہ کر سکتا ہو۔ لیکن اگر دوسرے ذریعہ سے معرفت شریعت ممکن ہو۔ تو اس متعین مذہب کا اتباع اس پر واجب نہیں ہے۔ (۲۰ ص ۲۰۹)

علامہ ابوالولید باجی مالکی شارح موطا اپنی کتاب الحدود فی الاصول صفحہ ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ تقلید یہ ہے۔ کہ جس کی تقلید کی جائے۔ اس کے قول کو بلا دلیل مان لے چاہے۔ اس کو دلیل بھی معلوم ہو جائے۔ یہ اس شخص کے حق میں فرض ہے جو اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے مکتوب سے نقل کیا ہے۔ تقلید کی بات سنئے۔ لاریب دین اسلام ایک ہے اور چاروں مذہب حق مگر جیسے میڈیکل ایک فن ہے۔ اور حکمت، ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک یونانی اور چینی طریقہ علاج اس کے مختلف پہلو ہیں۔ اور سارے حق ہیں۔ اور سارے طبیب کامل و قابل

علاج ہیں۔ اب ایک شخص ایلوپیتھک سے علاج کرے۔ تو وہ اسی کے اصول اور پرہیز پر چلے گا۔ اسی کی بات مانے گا ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے درست ہونے کے باوجود اس سے نہ پوچھے گا۔ اور نہ اس کے اصول وپرہیز پر چلے گا۔ اگرچہ دونوں ڈاکٹر حق ہیں۔ اختلاف ائمہ میں جس مجتہد کا اتباع کی جائے۔ ہر بات میں اسی کی تابعداری ضروری ہے۔ ہاں جیسے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا علاج چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ اور پھر بعد رجوع ہر بات میں دوسرے کا اتباع مثل اول کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی بھی بعض بزرگوں نے زمانہ سابق میں کسی وجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لیا تھا۔ اور بعض نے تبدیل مذہب سے دوسرے ہی کا اتباع کیا۔ یہ نہیں کیا کہ ایک بات ان کی لی۔ اور ایک بات ان کی لی اور مذہب سے ایک الگ ہی پانچواں انداز گھڑ لیا۔ امام طحاوی جو بڑے محدث اور فقیہ ہیں پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے۔ بالجملہ بے تقلید کام نہیں چلتا۔ یہی وجہ ہوئی کہ کروڑوں عالم اور محدث گزر گئے مگر مقلد ہی رہے۔ امام ترمذیؒ کو دیکھئے۔ کتنے بڑے عالم فقیہ اور محدث تھے۔ ترمذی شریف ان ہی کی تصنیف ہے۔ باوجود اس کمال کے مقلد ہی رہے۔ امام شافعیؒ کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاویؒ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کی ہے۔ پھر آج ایسا کونسا عالم ہو گا۔ جس کے ذمہ تقلید ضروری نہ ہو۔ اگر کسی بڑے عالم نے اماموں کی تقلید نہ بھی کی۔ تو کیا ہوا؟ اول تو کروڑوں کے مقابلے میں ایک دو کی کون سنتا ہے۔ جس عاقل سے پوچھوگے یہی کہے گا۔ کہ جس طرف ایک جہان ہو وہی بات ٹھیک ہو گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اکثر عوام تو گمراہی کی طرف جا رہی ہے۔ تو ہم کو بھی اس طرح چلنا چاہیے۔ نہیں۔ اس لئے کہ عوام کے علماء ان کو سمجھاتے رہتے ہیں۔ کہ یہ غلط ہے۔ چنانچہ یہ کونسی عقل کی بات ہے۔ کہ اس بات میں چند عالموں کی چال ہم اختیار کریں۔ یہ ایسی بات ہے۔ کہ کوئی مریض جاہل کسی طبیب کو مرض کے وقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہے۔ اور دوسرے طبیب سے نہیں پوچھتا یہ دیکھ کر یہ بھی یہی انداز اختیار کرے۔ کہ اپنا علاج آپ کرنے لگے اور طبیبوں سے رابطہ نہ رکھے تو تم ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائیں گے یا بے وقوف۔ سو ایسے ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھ کر جاہل اگر تقلید چھوڑ دیں۔ تو یوں کہو علم تو تھا یا نہ تھا۔ عقل و دین بھی دشمنوں ہی کو نصیب ہوئی۔ اور جاہلوں کو جانے دیجئے۔ آج کل کے عالم یقین جانیے تمام نہیں تو اکثر جاہل ہی ہیں۔ بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے زیادہ جاہل ہیں۔ دو کتابیں اردو کی بغل میں دبا کر وعظ کہتے پھرتے ہیں۔ اور علم خاک بھی نہیں جانتے کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالب علم کو پڑھا سکے" (جواہر الفقہ ا ص ۱۳۵)

مکاتب الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ میں مولوی ابو اللیث سابق امیر جماعت اسلامی ہند کے

خطوط کے جواب میں ایک بہت طویل خط لکھا ہے۔ اس میں جلد دوم ص ۳۱۶ پر تحریر فرمایا ہے۔

" مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی ۔ جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے Enthusiastic امام تھے اور عدم تقلید کے زور دار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے ۔ اپنے رسالہ اشاعت السنہ جلد دوم ص ۲۰' ص ۵۱' ص ۵۲' ص ۵۳ میں لکھتے ہیں۔

" پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ جو لوگ بے عملی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں۔ وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ' ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہوا۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ' جماعت' نماز' روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے ۔ اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں۔ وہ فسق مخفی میں سرگرم Active رہتے ہیں۔ ' ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں ' ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال' خدا کے مال و حقوق کو دبا رکھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔"

حضرت شیخ الاسلامؒ نے جو مولوی محمد حسین صاحب کا واقعہ لکھا۔ یہ تو ان کے بڑے تجربات کے بعد کا ہے۔ سوانح قاسمی ۲ ص ۳۲ پر ان ہی کا ایک اور واقعہ لکھا ہے۔ کہ

" مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت نانوتوی کو ایک خط لکھا۔ کہ مجھے تنہائی میں آپ سے بعض مسائل میں گفتگو کرنی ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ آپ کا کوئی شاگرد بھی وہاں موجود نہ ہو۔ حضرت نے منظور فرما کر جواب تحریر فرمایا۔ کہ تشریف لے آئیں۔ چنانچہ مولانا موصوف حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے......... حجرہ بند کر دیا گیا۔ دونوں میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت والا نے مولانا سے فرمایا۔ کہ دیکھئے جس مسئلہ میں بھی گفتگو فرمائی ہو۔ اس میں دو باتوں کا خیال رکھئے۔ ایک یہ کہ مسئلہ زیر بحث میں حنفیہ کا مذہب بیان فرمانا۔ آپ کا کام ہوگا۔ اور دلائل بیان کرنا میرا کام ہوگا۔ دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہؒ کا ہوں۔ اس لئے میرے مقابلے میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں۔ وہ امام ہی کا ہونا چاہیے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی۔ کہ شامی نے یہ لکھا ہے۔ اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے۔ میں ان کا مقلد نہیں۔ چنانچہ فاتحہ خلف الامام' رفع یدین' آمین بالجہر وغیرہ بہت سے مختلف فیہ مسائل زیر گفتگو آئے ۔ اور حسب شرائط طے شدہ مولانا محمد حسین صاحب مذہب احناف بیان

فرماتے۔ اور حضرت والا دلائل سے اسے ثابت کرتے' حضرت کی تقریروں کے درمیان مولانا محمد حسین صاحب جھوم جاتے۔ اور بعض اوقات تو جوش میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے کہتے کھڑے ہونے کے قریب ہو جاتے۔ جب گفتگو ختم ہو چکی تو مولوی محمد حسین صاحب کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا۔ کہ مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ جیسا شخص اور مقلد ہو! یعنی بایں زور علم وفراست وقوت استنباط تقلید کے کیا معنی۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا اور مجھے تعجب ہے۔ کہ آپ جیسا شخص اور غیر مقلد ہو'' فقط مختصراً

میں نے یہ قصہ بعض اکابر سے بھی سنا۔ اس میں یہ سنا تھا۔ کہ حضرت نانوتویؒ نے اخیر میں یہ فرمایا تھا۔ کہ تقلید کے ضروری ہونے کے لئے آپ کے قول کے موافق جو میرے متعلق آپ نے فرمایا یہی کافی ہے۔ کہ میں مقلد ہوں۔

مولانا ذکریا شریعت وطریقت میں لکھتے ہیں کہ

''میرے ایک رفیق درس جو مظاہر علوم سے فارغ ہو کر مظاہر علوم کے کتب خانے میں ملازم بھی ہو گئے تھے۔ مگر قلت تنخواہ کی وجہ سے کہ اس زمانہ میں مظاہر میں تنخواہیں بہت کم تھیں۔ ترک ملازمت کر کے علی گڑھ میں جا کر ایک ڈاکٹر صاحب کے یہاں ملازم ہو گئے۔ جو اہل حدیث تھے جانے کے تیسرے چوتھے دن ان کا میرے پاس خط آیا۔ جس میں اپنی راحت' آرام کی بہت تفصیل لکھی تھی کہ تنخواہ بھی بہت معقول Suitable ہے۔ ڈاکٹر صاحب کھانا بھی اپنے ساتھ ہی کھلاتے ہیں اور بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ مگر میں یہاں آ کر ایک سخت مشکل میں پھنس گیا۔ وہ یہ کہ وہ رفع یدین بعد الرکوع کے بعد اسی حال میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ انہیں تو اس کی عادت ہے۔ اور میں جب اس طرح سجدہ کرتا ہوں تو گر پڑتا ہوں۔ اور جب میں ان کو کہتا ہوں۔ کہ مولانا نذیر حسین صاحب' مولانا ثناء اللہ صاحب کے فتاوی میں رفع یدین کے بعد ہاتھوں کا گرانا لکھا ہے۔ تو وہ بہت زور سے کہتے ہیں۔ کہ ہم مولوی نذیر حسین اور مولوی ثناء اللہ کے مقلد تھوڑے ہی ہیں' اگر تقلید کرتے تو ابو حنیفہ کی کیوں نہ کرتے جو ان لوگوں سے علم میں عمل میں اور تقویٰ میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی حدیث دکھلاؤ' جتنا جلد ہو رکوع کے بعد کے رفع یدین کے بعد ہاتھ گرانے کی کوئی حدیث لکھو میں بہت پریشانی میں ہوں۔ اس زمانہ میں حدیث کا سبق میرے یہاں مستقل ہوتا تھا۔ اس وقت تو نہ وہ خط میرے سامنے ہے اور نہ پورا مضمون یاد ہے۔ اتنا یاد ہے کہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالی عنہ کی روایتیں متعدد میں نے نقل کی تھیں' جس میں قومہ کے درمیان بخاری میں فاذا رفع راسہ استوی حتی یعود کل فقار مکانہ ہے۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب ہاتھ چھوڑ دیئے

جائیں"۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقلید امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

مقدمہ اوجز میں امام شعرانیؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن روایات سے اپنے مذہب کیلئے استدلال کیا ہے۔ وہ تابعین میں سے افضل تابعین سے لی ہیں۔ اوران میں سے کسی کو متہم بالکذب تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اوراگر یہ کہا جاوے کہ ان کے دلائل میں سے بعض چیزیں ضعیف بتائی جاتی ہیں۔ تو یہ ضعف ان کے بعد کے راویوں میں پیدا ہوا۔ لہذا یہ ضعف ان روایات پر اثر انداز نہیں ہوسکتا جن سے امام نے استدلال کیا ہے۔

اوجز میں بہت تفصیلی کلام امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کے بارے میں کیا گیا ہے۔ اس میں نویں فائدے میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بناء امور ذیل پر ہے۔ اس میں ابن حجر شافعی سے نقل کیا گیا ہے۔ تمہارے لئے ضروری ہے۔ کہ علماء کے اس قول کا جو امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب کے بارے میں ہے۔ "کہ وہ اصحاب الرائے ہیں۔ کا مطلب یہ نہ سمجھنا۔ کہ وہ اپنی رائے کو حضور اقدس ﷺ کی سنت پر یا صحابہؓ کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے مختلف طرق سے یہ ثابت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ امام صاحب اولاً قرآن کو لیتے ہیں۔ "اگر قرآن میں نہ ملے تو سنت سے "اگر سنت میں بھی نہ ملے۔ تو صحابہؓ کے قول سے۔ اگر صحابہؓ میں اختلاف ہو۔ تو ان میں سے اس قول کو اختیار کرتے ہیں۔ جو اقرب الی القرآن وسنت ہو اور صحابہؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ اوراگر صحابہؓ میں سے کسی کا کوئی قول نہ ملے تو تابعین کے اقوال کو نہیں لیتے۔ بلکہ خود اجتہاد فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں نے اجتہاد کیا۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کی حدیث پہنچے۔ تو سر آنکھوں پر۔ اور اگر صحابہؓ کے اقوال ملیں گے تو ان میں سے چن لیں گے۔ اوران کے اقوال سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور تابعین کے اقوال ہوں تو مقابلہ کریں گے۔ اور امام صاحب سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگوں پر تعجب ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ رائے سے فتویٰ دیا' حالانکہ میں تو اثر ہی سے فتویٰ دیتا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کسی کو یہ جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے اپنی رائے سے کچھ کہے اور نہ ہی یہ جائز ہے۔ کہ احادیث کے ہوتے ہوئے اپنی رائے سے کچھ کہے۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ صحابہؓ کے کسی مسئلہ پر اجماع کے ہوتے ہوئے اپنی رائے سے کچھ کہے۔ البتہ جن میں

ہم اقرب الی الکتاب والسنۃ کو لیں گے۔
صحابہؓ کا اختلاف ہوا۔ اس میں سے
ایک شخص نے امام صاحب سے کہا کہ قیاس کو چھوڑو سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔ تو امام صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ او فلانے تو نے بے موقع استدلال Argue کیا۔ ابلیس نے اپنے قیاس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا۔ جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ اور ہمارا قیاس تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے اتباع میں ہے۔ اس واسطے کے ہم اپنے قیاس کو اللہ کے کلام اور اس کے رسول کی سنت اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو ہم تو اتباع ہی کے گرد پھرتے ہیں۔ پھر ابلیس ملعون کے کیسے مساوی Equal ہو گئے؟ اس پر اس شخص نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو منور کرے جیسا کہ آپ نے میرے قلب کو منور کر دیا۔

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ صریحہ کی مخالفت کرتے ہیں بغیر دلیل کے، تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ معترضین (اعتراض کرنے والوں) نے ان کے قواعد اور اصول کا گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ اس پر مفصل Detailed کلام کیا ہے جو اوجز کے مقدمہ میں ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ منجملہ ان کے اصولوں کے یہ ہے کہ خبر واحد اگر اصول مجمع علیہا (جن اصول شرعیہ پر اتفاق ہو) کی مخالف ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ بھی اگر راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس کے نسخ کی دلیل ہے۔ اور اسی طرح عموم بلوی (جس میں تمام لوگ مبتلا ہوں) میں راوی کا منفرد ہونا یا خبر واحد حدود و کفارات میں وارد ہو کہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کہ سلف نے اس روایت پر طعن کیا ہو۔ اسی طرح صحابہؓ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو مگر اس خبر واحد سے کسی نے استدلال نہ کیا ہو یہ بھی نسخ کی دلیل ہے۔ اسی طرح خبر واحد عموم قرآن کے ظاہر کے خلاف ہو۔ کیونکہ قرآن قطعی ہے اور خبر واحد ظنی اور اقوی الدلیلین کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اسی طرح خبر واحد کا سنت مشہورہ کے خلاف ہونا۔

ان قواعد سے امام ابو حنیفہؒ کی برات ظاہر ہو گئی۔ جو ان کی طرف ان کے دشمنوں اور ان لوگوں نے جو ان کے قواعد سے بلکہ مواقع اجتہاد ہی سے سرے سے ناواقف ہیں۔ منسوب کر دیئے ہیں۔ کہ امام صاحب نے خبر احاد کو بغیر دلیل کے چھوڑا ہے اور یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ امام صاحب نے کسی حدیث کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس سے قوی دلیل ان کے پاس نہ ہو۔ علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ تمام حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی ان کے یہاں رائے سے مقدم ہے۔

علامہ شعرانیؒ نے نقل کیا ہے کہ شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ

''امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ متقی تھے۔ اور سب سے زیادہ عالم تھے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ اور سب سے زیادہ دین کے معاملہ میں محتاط تھے اور سب سے زیادہ اس بات سے دور تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے کچھ کہیں اور کوئی مسئلہ اس وقت تک نقل نہیں کراتے تھے۔ جب تک اپنے اصحاب کو اکٹھے کر کے ایک مجلس نہ قائم کرتے اور جب اصحاب اس پر متفق ہو جاتے۔ کہ یہ مسئلہ اصول و قواعد کے مطابق ہے تو امام ابو یوسفؒ وغیرہ سے فرماتے کہ اس کو فلاں باب میں لکھ لو۔ اوجز میں یہ مضمون مفصل گزرا ہے کہ امام صاحب کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو اہل مجلس سے پوچھتے کہ اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے پاس کیا کیا روایتیں ہیں؟ تو جب وہ سب اپنی روایات بیان کرتے اور امام صاحب اپنی روایت ذکر کرتے تو جس طرف روایات کثرت سے ہوتیں اس کو اختیار فرماتے۔

مقدمہ اوجز میں امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کے متعلق طویل کلام Discussion کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول کہ خبر واحد ظاہر قرآن کے خلاف نہ ہو، سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔ یہ دراصل حضرت عمرؓ کا قول فاطمہ بنت قیسؓ کے طلاق کے قصہ میں ہے کہ فاطمہ بنت قیسؓ نے حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ ان کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے لئے نہ نفقہ واجب کیا نہ سکنی' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک عورت کے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے' معلوم نہیں کہ اس کو یاد ہے یا بھول گئی' بعض روایات میں ہے کہ شاید اس کو وہم ہو گیا ہو۔ (بذل ۳ ص ۳۲۲) ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقلید شخصی پر اشکال کا جواب۔۔۔خاص بات

بعض لوگ اکثر یہ اشکال کرتے ہیں کہ تقلید شخصی کی دلیل لاؤ۔ اگر چہ اس پر تفصیلی بحث کتاب کے دونوں حصوں میں مطالعہ فرمائیں۔ میں یہاں پر ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس سے ان شاء اللہ اشکال ختم ہو سکتا ہے۔ دیکھو کہ شخص سے مراد ایک حقیقی شخص (real person) ہے اور ایک حکمی شخص ہے۔ آپ حقیقی شخص کو ذہن میں رکھ کر اشکال کرتے ہیں۔ اگر چہ تقلید شخصی میں شخص سے مراد شخص حکمی (legal peson) ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی ذات کی قسم کہ پوری دنیا میں کسی جگہ بھی شخص حقیقی کی تقلید ہے ہی نہیں۔ تو اشکال کیوں کرتے ہو۔ مثلاً آپ امام ابوحنیفہؒ کو لے لیجئے۔ فقہ حنفی میں گیارہ

امام ابو حنیفہؒ کے قول پر نہیں۔ قضاء کے مسئلوں میں امام ابو
مسئلوں میں امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ نہیں۔ جس عورت کا خاوند گم ہو جائے۔ وہاں
یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ نہیں۔ آج کل جدید بیوعات میں امام
پر امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ نہیں۔ بعض جگہوں پر امام ابو
شافعیؒ اور امام احمدؒ کے اقوال پر فتویٰ دیا جارہا ہے۔ اور اس سے مدد لی جارہی ہے۔ یعنی
حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ نہیں۔ اب معلوم ہوا کہ تقلید شخصی میں شخص سے مراد حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہے۔
صرف اس مسئلے میں شخص معین کی تقلید اور بس۔

باقی تقلید کے حوالے سے آپ کے جتنے بھی اشکالات ہوں آخیر میں دیئے گئے سوالات کے
جوابات پر غور فرمائیں۔ اپنے علماء سے پوچھیں تو حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔

اذا صح الحدیث فہو مذہبی

یہ ائمہ اربعہ کا مشہور مقولہ ہے۔ جو مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا
مذہب ہے۔ لیکن شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے رسالہ رفع الملام میں کسی امام کے کسی
حدیث کو چھوڑ دینے کی دس وجوہ لکھی ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ کہ امام کو حدیث پہنچی مگر ان کے نزدیک
ثابت نہیں ہوئی، یا یہ کہ انہوں نے خبر واحد کے لئے کچھ شروط مقرر کیں جو اس حدیث میں نہیں پائی
گئیں۔ نیز یہ کہ حدیث تو پہنچی مگر اس کے نزدیک دوسری حدیث اس کے معارض تھی جس وجہ سے اس
حدیث کی تاویل وغیرہ کرنی لازم ہوئی۔ دس وجوہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ وجوہ تو ظاہر ہیں۔ اور
بہت سی احادیث میں ممکن ہے کہ عالم کے نزدیک کوئی اور ایسی وجہ ہو جس کا ہمیں پتہ نہ چلا ہو اس لئے کہ
علم کی گہرائیاں بہت کشادہ ہیں اور ہم نہیں واقف ہو سکتے۔ بہت سے ان رموز پر جو علماء کے سینہ میں
پوشیدہ ہیں اور عالم کبھی اپنی دلیل کو ظاہر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا اور جب ظاہر کرتا ہے تو کبھی ہم تک وہ
پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی۔ اور اگر پہنچتی بھی ہے۔ تو اس کے وجہ استدلال کو کبھی ہم ادراک کر پاتے
ہیں اور کبھی نہیں کر پاتے وہ دلیل فی نفسہ خواہ صحیح خواہ غلط اور یہ ہر اس شخص پر ظاہر ہے۔ جو حدیث میں
مہارت رکھتا ہو کہ ائمہ اربعہ کے پاس بہت سی ایسی صحیح وصریح حدیثیں پہنچیں۔ لیکن بعض دلائل قویہ کی
وجہ سے انہوں نے ان کو نہیں لیا۔ خود رفع یدین ہی میں بہت سی صحیح روایتیں ہیں۔ لیکن ائمہ اربعہ میں
سے کسی نے ان کو نہیں لیا ہے نہ اکثر اہل حدیث نے۔ جس کی تفصیلی بحث اوجز میں ہے۔ اس رسالہ میں
خاص طور سے ائمہ متبوعین پر طعن کرنے والوں پر رد کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ بخاری شریف میں حضور

اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں اگر خطا کرے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے اور خطا معاف ہے اور اگر اس کا اجتہاد درست ہو تو دوہرا اجر ہے۔ لیکن علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اگر اہل علم میں سے نہ ہو اور پھر بھی اجتہاد کرے تو اس کو گناہ ہوگا' جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جس کا سر زخمی ہو گیا تھا اور بعض لوگوں نے تیمم کے بجائے غسل کا مشورہ دیا اور غسل کرنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان ہی لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی موت دے۔

نیز فتاویٰ ابن تیمیہ ؒ میں ایک مستقل مضمون اس سوال کے جواب میں کہ" عبدالقادر جیلانیؒ افضل الاولیاء ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ افضل الائمہ ہیں" بھی قابل مطالعہ ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جن کے نزدیک امام شافعیؒ کی تقلید راجح Preferable ہے وہ اس پر نکیر Oppose نہیں کر سکتا جس کے نزدیک امام مالکؒ کی تقلید راجح ہے۔ اسی طرح جس کے نزدیک امام احمدؒ کی تقلید راجح ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس پر نکیر کرے جو امام شافعیؒ کا مقلد ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ جب کوئی شخص تقلید کرے تو اس کا اہتمام کرے کہ جس امام کا قول اس کے نزدیک حق سے زیادہ قریب ہو اس کی تقلید کرے اور اگر خود مجتہد ہے تو اجتہاد کرے اور جو اس کے اجتہاد میں حق ہو اس کا اتباع کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ خواہشات نفس کا اتباع نہ کرے اور بغیر علم کے کلام نہ کرے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ یا دوسرے ائمہ عمداً حدیث صحیح کی مخالفت قیاس سے کرتے ہیں اس نے ان ائمہ پر زیادتی کی اور یہ اس کا محض گمان ہے یا ہوائے نفس ہے۔

امام ابو حنیفہؒ ہی کو لے لیجئے کہ انہوں نے بہت سی احادیث کی وجہ سے قیاس کی مخالفت کی اور اس کے بعد چند مثالیں لکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ان احادیث کی وجہ سے جو ان کے نزدیک صحیح تھیں قیاس کو چھوڑ دیا۔ (از شریعت و طریقت کا تلازم مولانا ذکریاؒ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صحابہ کرامؓ اور تقلید

غور فرمائیں کل صحابہؓ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ مجتہدین صرف 149 ہیں باقی

ایک لاکھ تیس ہزار سے زائد ان کے فتوے پر عمل کرتے تھے۔ یہی بات شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی لکھی ہے۔ تو کیا یہ ان فتوی دینے والوں کی تقلید نہیں؟ اگر آپ کہیں کہ ان کی تقلید جب ہوتی کہ ان حضرات کے فتاوی کے دلائل فتوے کے ساتھ موجود نہ ہوں۔ تو جواب یہ ہے کہ حدیث کی کتب میں سترہ ہزار فتاوی صحابہ کرامؓ کے موجود ہیں۔ لیکن اکثر بلکہ تمام کے ساتھ قرآنی آیات یا حدیث کا حوالہ نہیں۔ حدیث کی متعدد کتابوں' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق' معانی الاثار اور کتاب الاثار وغیرہ میں آپ ان فتاوی کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ پھر امام بخاریؒ کی تعلیقات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ جن میں صحابہ کرامؓ کے فتاوی کے ساتھ دلائل اکثر نہیں ہوتے۔ جن کو مان کر تم لوگ بھی نادانستہ مقلد بن جاتے ہو اور اسی کو تقلید کہتے ہیں کہ بغیر دلیل کے مطالبہ کے کسی مجتہد کے قول کو ماننا۔ ان فتاوی کو دیگر اصحاب رسول ﷺ نے بلا چوں وچرا تسلیم کر لیا کیونکہ ان میں کوئی غیر مقلد نہیں تھا۔ یا وہ مجتہد تھے یا مقلد تو کیا یہ سوا لاکھ صحابہ کرامؓ ڈیڑھ سو مفتی اصحابؓ کی تقلید نہیں کر رہے؟ یا تقلید اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے۔ پھر یہی مفتی اصحاب کرامؓ دوسرے شہروں میں پہنچے تو وہاں کے غیر مفتی اصحاب اور تابعین ان کے فتاوی پر عمل کرنے لگے تو وہ سب ان کے مقلد بن گئے۔

دیکھیے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:۔

"ثم انهم تفرقو فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحية"

"پھر یہ صحابہ مختلف شہروں میں آباد ہو گئے تو ان میں سے ہر کوئی اپنے شہر اور علاقے میں مقتدیٰ بن گیا"

پھر ان کے شاگردان کرام تابعین عظام کا اپنے اپنے استاد کی نسبت سے ایک علیحدہ تشخص اور مذہب قائم ہو گیا اور یوں وہ اپنے علاقے میں امام بن گئے یہ بات شاہ ولی اللہ نے "الانصاف" ص 6 پر بیان فرمائی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں"۔

"تقلید پر سب صحابہؓ کا اجماع ہے کیونکہ صحابہؓ میں مفتی فتوی دیتا تھا۔ اور ہر آدمی کو مفتی بننے کے لئے نہیں کہا جاتا تھا۔ اور یہی تقلید ہے اور یہ عہد صحابہؓ میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

"ان الناس لم یزالوا من زمن الصحابه رضی الله عنهم الی ان ظهرت المذاهب الاربعه یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره و لو کان ذالک باطلا لا نکروه. (عقد الجید۔ ص 36)

صحابہؓ کے زمانہ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگ کسی نہ کسی کی تقلید کرتے رہے ہیں۔ اس پر کسی بھی معتبر شخص کا انکار منقول نہیں۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ لوگ ضرور انکار کرتے۔

اس کو مزید واضح کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبي صلى الله عليه وسلم و لافرق بين ان يستفتي ذا دائما ويستفتي هذا حينا بعد ان يكون مجمعا على ماذكرناه . (عقد الجید۔ ص 39)

"یعنی زمانہ رسول ﷺ اور دور صحابہؓ و تابعینؒ سے تقلید تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اور اس دور میں ایک شخص بھی منکر تقلید نہ تھا۔ ان صحابہؓ کے جو فتاوی تھے وہ چونکہ الگ الگ مدون نہیں ہوئے اس لئے ہم ان کی تقلید نہیں کر سکتے۔ البتہ ائمہ اربعہ نے انہی کی روشنی میں اپنی اپنی فقہ مرتب کی ہے۔ جو ان کے فتاوی پر مشتمل ہے اس لئے اب درحقیقت یہ تقلید بواسطہ ائمہ اربعہ ان صحابہ کرامؓ کی تقلید ہو رہی ہے۔ یہ بات ایسے ہی ہے جیسے صحابہ کرامؓ بھی انہی احادیث پر عمل کرتے تھے۔ مگر اس وقت کوئی بھی رواہ البخاری یا رواہ المسلم نہیں کہتا تھا۔ تو ان کا بخاری و مسلم کی طرف منسوب نہ کرنا حدیث کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح فقہ اور تقلید تو دور صحابہ میں بھی تھی لیکن اس کو ائمہ اربعہ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا تھا۔

امید ہے آپ کو دور صحابہ میں تقلید موجیں مارتی ہوئی نظر آ گئی ہوگی پھر بھی میں آپ کو چند مثالیں دے کر سمجھاتا ہوں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دور صحابہؓ میں تقلید کی مثالیں

تقلید کی مثال نمبر 1

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت خلافت کے وقت حضرت عمرؓ نے یہ قیاس فرمایا کہ نماز اہم العبادات ہے۔ اس امامت صغریٰ Pre-leadership کے لئے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو مقرر فرمایا ہے۔ تو ہم امامت کبریٰ advanced leadership کو اسی پر قیاس کر کے ان کو اپنا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب صحابہؓ نے اس کو تسلیم کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کر لی۔ پھر کسی ایک صحابیؓ نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ پر کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی تو پیش نہیں کی۔ صرف اپنے قیاس سے یہ مسئلہ پیش کیا ہے اس لئے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے

۔چونکہ اس وقت غیر مقلد کوئی نہیں تھا۔ اس لئے سب اصحابؓ نے حضرت عمرؓ کے اس اجتہادی مسئلہ کو
دل وجان سے قبول کر کے خلافت صدیقی کا اعلان کر دیا۔
اگر تقلید جائز نہ تھی تو ان اصحاب رسولؐ نے حضرت عمرؓ کے قیاس واجتہاد پر عمل کر کے کتنے بڑے
"شرک" کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور موجودہ غیر مقلد بھی اس اجتہادی مسئلہ کو تسلیم Admiett کر
کے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ اول مانتے ہیں ان کو بھی چاہیے کہ جب تقلید جائز نہیں تو خلافت صدیقی کے
عدم انعقاد کا اعلان کر دیں اور حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کرام پر تقلید کی وجہ سے مشرک ہونے کا فتویٰ لگا
دیں۔

تقلید کی مثال نمبر 2

"عن سالم قال سئل ابن عمرؓ عن رجل یکون له الدین علی رجل آخر
الی اجل فیضع عنه صاحب الحق لیجعل الدین فکره ذالک و نهی عنه"
"جناب سالمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے
شخص پر کچھ میعادی قرض واجب الادا ہے اور اصحاب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط پر
معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا قرض ادا کر دے آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور منع کر
دیا۔
دیکھئے حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ناپسندیدگی اور اس معاملہ کے عدم جواز پر کوئی حدیث رسول ﷺ
بیان نہیں فرمائی۔ صرف اپنے قیاس سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور وہ لوگ اس قیاس و تقلید کے
جواز کی بہترین مثال ہیں۔ جو حضرات اصحاب کرامؓ و تابعین عظام نے قائم کی ہے۔

تقلید کی مثال نمبر 3

"حضرت قبیصہ بن جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نماز کو جا رہے تھے۔ احرام باندھا ہوا تھا۔ سامنے سے
ایک ہرن نکلا۔ میرے ساتھی نے اسے پتھر مار دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ واقعہ ہم نے حضرت
فاروق اعظمؓ کے سامنے پیش کیا آپؓ نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا تو
نے یہ پتھر عمداً مارا تھا یا خطا؟ انہوں نے کہا مارا تو تھا۔ عمداً مگر ہرن مارنے کا ارادہ نہ تھا اس پر حضرت عمرؓ
نے فرمایا تو نے عمداً اور خطا کو جمع کر دیا ہے۔ اب ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء پر صدقہ کرو۔
ہم وہاں سے اٹھ آئے لیکن آپس میں طے کیا کہ شعائر اللہ کی عظمت و تقدیس کا معاملہ ہے۔ اس لئے

صرف بکری پر اکتفا کرنا مناسب نہیں ہمیں کفارہ کے طور پر ایک اونٹ ذبح کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو کوڑا لے کر آئے اور بے تحاشا کوڑے برساتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

"قتلت فی الحرام ; سفهت الحكم وتغمض الفتيا"

"یعنی تو حرم میں قتل کرتا ہے پھر میرے اجتہادی حکم کو بے وقوفی سمجھتا ہے اور میرے فتوے کی تقلید سے آنکھیں چراتا ہے۔ (ابن جریر ص ۳۰ ج ۷)

کاش کہ آج حضرت عمرؓ ہوتے تو اجتہاد و تقلید کی مخالفت کرنے والے ان غیر مقلدوں کو اسی طرح کوڑوں سے پٹائی کرتے اور لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ غیر مقلدیت اور فقہ و قیاس کی مخالفت کی سزا کیا ہے

تقلید کی مثال نمبر 4

"حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حج کے لیے نکلے راستہ میں ان کی اونٹنیاں گم ہو گئیں۔ اور وہ حج کا موسم نکل جانے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے یہ مسئلہ حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ افعال عمرہ ادا کر کے احرام کھول دو اور اگلے سال اس حج کی قضا کرو اور میسر ہو تو قربانی بھی دو۔

حضرت عمرؓ نے یہ جواب بھی اپنے اجتہاد و قیاس سے دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کوئی آیت یا روایت بیان نہیں فرمائی۔ تو یہ بھی اجتہاد و تقلید کے جواز کی ایک عمدہ مثال ہے جو ایک خلیفہ راشد نے قائم کی اور حضرت ابوایوب انصاریؓ اور ان کے ساتھیوں نے اس کی تقلید کی۔ تو معلوم ہوا کہ دور صحابہ میں بھی دو قسم کے لوگ تھے۔ جو اجتہاد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ مجتہدین صحابہؓ کی تقلید کرتے تھے اور مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھتے تھے۔ جیسے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے کوئی دلیل نہیں پوچھی۔ دوسرے وہ لوگ جو ملکہ اجتہاد رکھتے تھے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ جیسے حضرت عمرؓ اور ان جیسے دیگر فقہاء و مجتہد صحابہؓ۔ مگر اس زمانہ میں غیر مقلد کوئی نہ تھا۔ جو اجتہاد کی اہلیت Ability بھی نہ رکھتا ہو اور مجتہدین کی تقلید کو شرک بھی کہتا ہو۔ دور صحابہ میں تقلید کی مثالیں تو بے شمار ہیں لیکن میں انہی پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ مضمون زیادہ لمبا نہ ہو جائے۔ (از افادات وھرم کوٹی صاحبؒ) ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث کے نام نہاد مبلغین کی کہانی انہی کی زبانی

نواب صدیق حسین خان غیر مقلد لکھتے ہیں

"زمانہ غدر ہندوستان میں ہمارے سب چھوٹے بڑے سرکار انگریزی کے خیر خواہ Well-wisher رہے اور اگر کوئی بدخواہ بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داروں کے وقت سے چلا آتا ہے۔ جما ہوا ہے۔ (ترجمان وہابیہ)

فائدہ۔ ہند کے مسلمان جب جہاد کیلئے انگریز کے خلاف اٹھے تو اس کو غیر مقلدین ایام غدر کہتے ہیں یعنی دھوکہ کے دن کہ مسلمانوں نے انگریزوں کی اچھی حکومت کے خلاف احتجاج کیا۔

اور یہی غیر مقلد لکھتا ہے۔ کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش اور آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے۔ کسی حکومت میں نہ تھی اور وجہ اس کی سوا اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو (مسلمان ہو یا ہندو یا اور کچھ) عطا فرمائی ہے۔ جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربار قیصری میں بمقام دھلی مجمع جملہ روساو معززین ہند میں رعایا کو سنایا گیا۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں۔ اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔

1875ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب سوال ومسئلہ اس فتویٰ کے کہ آیا ۔ بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہیے یا نہیں یہ جواب دیا اور بیان کیا کہ جہاد اور جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا مقابلہ اس حاکم کے جس نے آزادی مذہب دے رکھی ہے۔ از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اور بادشاہ کے جس نے آزادی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ اور مذہبی جہاد کرتے ہیں ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا مثل باغیوں کے ہیں اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت وایمان موحدین ہے۔

الغرض تقلید شخصی کو چھوڑنے کی اصل غرض انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینا تھا۔ اور مسلمان مجاہدین میں فروعی اختلاف پیدا کر کے لڑانا ہر مسجد میں دنگا فساد کرنا اصل مقصد تھا امام اعظم کی تقلید شخصی کے حرام ہونے پر نہ کوئی آیت قرآنی پیش کر سکا ہے۔ نہ حدیث نبوی اور نہ ہی اجماع امت صرف او صرف ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار کو دلیل بناتا ہے۔

اعتراف جرم: مولوی محمد مبارک غیر مقلد شاگرد خاص مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی لکھتا ہے۔
جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لئے رکھی گئی صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ 1911ء میں مولوی عبد الوہاب ملتانی نے امام ہونے کا دعویٰ کر دیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا۔ وہ جہالت کی موت مرے گا۔

علمائے احناف صفحہ ۴۸ میں نواب صاحب لکھتے ہیں تقلید کسی مذہب کی اس کے نزدیک واجب نہیں وفاداری اور خیر سگالی اور خیر خواہی رفاہ عوام Welfare کے ان کو کوئی امر ملحوظ خاطر نہیں اور اقرار و قول کو پورا کرنا اور اپنے عہد و میثاق پر قائم رہنا ان کے دین میں سب فرضوں سے بڑا فرض اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔ یعنی تقلید امام واجب نہیں انگریز کی اطاعت بڑا واجب ہے۔

ہم جن کے مقلد ہیں ان کو اپنی جماعت حنفی تو کجا غیر حنفی بھی الامام الاعظم کہتے ہیں۔ ان کو امام اعظم کہنا شرک قرار پایا مگر ملکہ وکٹوریہ کو ساری جماعت کی طرف سے (یہ القابات دیئے ہیں۔
بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصرہ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادگی کی حاصل ہے۔ اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث کے نام نہاد مبلغین کی خانہ جنگی

ہمارے لامذہب (قرآن، حدیث کے نام نہاد داعی) بھی عجیب ذہنیت کے مالک ہیں۔ رات دن یہ حضرات کہتے ہیں کہ تقلید کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان کے اختلافات بیان کرتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان اختلافات سے تنگ آکر ہی تقلید چھوڑ دی

بے اور بے چارے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جہاں اختلاف دیکھو۔ اس سے جان بچاؤ اس چیز کو چھوڑ دو۔ مگر عاقل اور فہیم لوگ جانتے ہیں کہ یہ محض ایک فریب ہے۔

(۱) ہم ان لامذہبوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا فروعی اختلافات صحابہ میں تھے۔ یا نہیں؟ اگر تھے جیسا کہ کتب احادیث ترمذی ابوداؤد مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ سے ظاہر ہے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں مسائل میں اختلاف تھا۔ تو کیا آپ کے اصول پر صحابہؓ کو چھوڑنے والے حق پر ہیں یا ماننے والے۔

(۲) نیز یہ فرمایئے کہ آپ کے مناظر اعظم الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری قرآن وحدیث کے نام نہاد داعی غیر مقلد فرماتے ہیں۔ اس لئے اصحاب کے حق میں سب وشتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو روکتا ہوں (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰) یہ مسئلہ کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت ہے؟

(۳) کیا فروعی مسائل میں حدیث میں اختلاف ہے یا نہیں۔ کتب احادیث کو دیکھنے والا جانتا ہے کہ یقیناً ہے تو آپ کے اسی اصول پر تمام احادیث کا انکار کرنے والے حق پر ہیں یا اختلافی احادیث میں سے راجح احادیث پر عمل کرنے والے حق پر ہیں۔

(۴) کیا محدثین میں احادیث کی صحت وضعف کے بیان میں اختلاف ہے یا نہیں یقیناً ہے۔ ایک محدث ایک حدیث کو صحیح کہتا ہے۔ دوسرا محدث اسے ضعیف بلکہ موضوع تک کہہ جاتا ہے تو کیا آپ کے اصول پر محدثین کا انکار کر دیا جائے گا۔

(۵) کیا اسماء الرجال میں راویوں کے ثقہ یا ضعیف ہونے کے بارہ میں اختلاف ہے یا نہیں یقیناً ہے تو کیا آپ کے اصول پر اسماء الرجال کے سارے فن کو ترک کر دینا واجب ہے۔

(۶) کیا قرآن پاک کی بہت سی آیات کی تفسیر کے بارہ میں مختلف اقوال تفاسیر میں موجود ہیں یا نہیں۔ تفاسیر کو دیکھیں یقیناً ہیں تو کیا قرآن پاک کی ان آیات کا انکار کر دو گے جن کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

(۷) کیا قرآن پاک کی ساتوں قراتوں میں اختلاف ہے یا نہیں ہے اور یقیناً ہے تو کیا ان سب قراتوں کا انکار کر دیا جائے گا؟

(۸) اور خدارا بتایئے کیا اس ملک میں شافعی بستے ہیں، مالکی آباد ہیں۔ حنبلی رہتے ہیں ہرگز نہیں اور

یقیناً نہیں۔ کیا اس ملک میں کبھی حنفی شافعی مناظرہ ہوا کبھی مالکی حنبلی جھگڑا ہوا کسی مالکی نے کوئی کتاب یا رسالہ حنفیوں کے خلاف لکھا ہرگز نہیں تو جو اختلاف اس ملک میں سرے سے موجود ہی نہیں اس کا ذکر کر کے لوگوں کو دین سے بیزار کرنا دین کی کونسی خدمت ہے۔ تو کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم اس اختلاف کی وجہ سے غیر مقلد ہوئے ہیں کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اگر آپ کی یہ دلیل انکار تقلید کے لئے واقعی معقول ہے۔ تو کیا منکرین حدیث کا کہنا کہ احادیث کے اختلافات کی وجہ سے منکر حدیث بنے ہیں۔ منکرین صحابہؓ کا کہنا کہ صحابہؓ کے اختلاف کی وجہ سے ہم نے صحابہؓ سے انکار کیا ہے۔ ان کی دلیل اور آپ کی دلیل میں کیا فرق ہے۔ جبکہ وہ اختلاف موجود ہے۔ اور آپ کا بیان کردہ اختلاف سرے سے موجود ہی نہیں (اس ملک میں)۔

(۹) اگر انکار تقلید کا سبب آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے تو قرآن وحدیث کے نام نہاد داعی اس ملک میں پیدا ہونے تھے۔ جہاں چاروں مذاہب موجود ہوں۔ حرمین شریفین میں تقریباً بارہ سو سال سے آئمہ اربعہ کے مقلدین آباد ہیں۔ ان کے مدارس ہیں۔ ان کی مساجد ہیں۔ ہر گروہ کے مفتی صاحبان ہیں۔ مگر بارہ سو سال میں وہاں تو غیر مقلد فرقہ پیدا نہ ہوا۔ یہ لامذہب فرقہ انگریز کی حکومت میں اس ملک میں پیدا ہوا جہاں آئمہ اربعہ کے اختلاف کا نام تک نہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈہ سراسر جھوٹ ہے۔

(۱۰) پھر عجیب بات یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کا اختلاف تو اس ملک میں سرے سے موجود ہی نہیں مگر اس فرقہ پر نصف صدی بھی نہیں گزری تھی کہ یہ فرقہ عقائد کے اعتبار سے مرزائیوں' نیچریوں' منکرین حدیث اور دین بیزاروں میں بٹ گیا۔ اور اعمال کے اعتبار سے محمدی' غزنوی' روپڑی ثنائی غرباء اہلحدیث' جماعت المسلمین وغیرہ فرقوں میں بٹ گیا۔ اور یہ اختلاف اسی ملک میں موجود ہے۔ ان کو چاہیے کہ ان اختلافات کو تقریروں میں بیان کر کے اپنے فرقوں کا جھوٹا ہونا بیان کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث کے نام نہاد مبلغین کے اختلافات

(۱) زیارت قبور۔ مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر خدا کی لعنت ہے۔ یہ ممانعت اٹھ نہیں سکتی (ثنائیہ ۳۱۶ ص ۳۱۵ ج ۱) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں۔ عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۳۱۶) ایک مفتی اسے لعنتی کہتا ہے۔ دوسرا عمل بالحدیث۔

(یہ ہیں غیر مقلد نام نہاد اہل حدیث کے اختلافات)

(۲) امامت۔ مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں جو حضورؐ کو حاضر ناظر جانے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔
(فتاوی ثنائیہ ج۱ص۳۶۴) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ محرم عاشورا کے دن اپنے بچوں کیلئے حلوا وغیرہ بنانا بند کرنا چاہیے۔ یہ بدعت ہے (ثنائیہ ج۱ص۳۶۷)
مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اپنے بچوں پر وسعت کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ (ثنائیہ ج۱ص۳۶۷)
(۳) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہؓ اس کے قائل تھے کہ خواب میں معراج ہوا۔
(ثنائیہ ج۱ص۳۶۵)
مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں (یہ خواب) کا معراج بالکل غلط ہے کے باشد۔
(ثنائیہ ج۱ص۳۶۸)
(۵) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں جو امام تعدیل ارکان نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔
(فتاوی ثنائیہ ج۱ ص۴۳۲)
مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔
(۶) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ جس شخص نے فجر اور عصر کے فرض پڑھ لئے ہوں پھر اسے جماعت فجر عصر کی ملے تو شامل نہ ہو (فتاوی ثنائیہ ج۱ص۴۳۳) مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کی نماز میں بھی دوبارہ جماعت میں شریک ہو جائے۔ (فتاوی ثنائیہ ج۱ص۴۳۳)
(۷) مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ جس نے مغرب کی نماز پہلے پڑھ لی ہو وہ پھر جماعت میں شریک ہو تو چار رکعت کی نیت کرے۔ (ثنائیہ ج۱ص۴۳۳)
مولانا شرف الدین صاحب فرماتے ہیں۔ تین رکعت کی ہی نیت کرے کیونکہ تین نفل جائز ہیں۔
(فتاوی ثنائیہ ج۱ص۴۳۳)
۸۔ جمعہ کی اذان اول رائجہ بدعت ضلالت ہے نہ سنت نبوی ہے نہ سنت عثمانی نہ سنت خلفا۔ (فتاوی ثنائیہ ج۱ص۴۳۴)
یہ اذان سنت خلفا ہے اس کو گمراہی اور ضلالت کہنا بالکل غلو ہے۔ جمہور صحابہؓ پر حملے کرنا اور بڑی جرات ہے۔ (ج۱ص۴۳۵) (ج۲ص۱۷۹)
(۹) مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر آنحضرت ﷺ نے مسح کیا ہے (فتاوی ثنائیہ ج۱ص۴۴۱)

مولانا شرف الدین، میاں نذیر حسین، جرابوں پر مسح جائز نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۴۴۳ ص ۴۴۱)

۱۰-کل سفر تین میل کرنا ہو تو نماز قصر کر سکتا ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۳) اگر کل سفر دس میل ہو تو قصر کر سکتا ہے (ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۰) محدثین کے نزدیک بارہ میل سفر پر قصر کر سکتا ہے۔ (ثنائیہ ص ۴۶۳) جمہور سلف اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اڑتالیس میل پر قصر کرے اس سے کم پر نہیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ شرقیہ ص ۴۶۲)

(۱۱) بے نماز کافر ہے واجب القتل ہے۔ (ثنائیہ ص ۴۶۵) نہ کافر ہے نہ واجب القتل۔

(ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۶)

۱۲-مسجد کے محراب بنانا یہود و نصاریٰ سے مشابہت اور بدعت ہے۔ (اربعین محمدی محمد جوناگڑھی) مسجد میں محراب بنانے جائز ہیں۔

(ثنائیہ ج ۱ ۴۷۱)

۱۳-چار رکعتوں کے درمیانی قعدے میں بھی درود شریف پڑھنے کا حکم حدیث میں ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۶) چار رکعتوں کے درمیانی التحیات میں درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۷)

۱۴-جو شخص حالت جنابت میں ہو اس پر غسل فرض ہو وہ قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتا۔

(ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۸) ایسی حالت جنابت میں قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔

(ثنائیہ ۵۲۱ ص ۵۲۰ ج ۱)

۱۵-سر ننگے نماز جائز ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳)

سر ننگے نماز کو سنت سمجھنا بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کی عادت خلاف سنت اور بے وقوفی ہے۔

(ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳)

۱۶-تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھے بغیر مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳) اوقات نہی میں بھی پڑھنا جائز ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۳) تحیۃ المسجد صرف مستحب ہے اوقات نہی میں نہ پڑھے۔

(ثنائیہ ص ۵۲۲ ج ۱)

۱۷-جو مقتدی رکوع میں آ کر شریک ہو اس کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۵۲۳ ص ۵۲۲ ج ۱) جو شخص رکوع میں آ کر شریک ہو احادیث صحیحہ کے مطابق اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔ اعادہ Revise نہ کرے۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص)

۱۸-عیدین کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے خلاف سنت ہے۔ (ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵) دو خطبے عیدین کے اور ان کے درمیان بیٹھنا خلاف سنت ہے۔

(ثنائیہ ج ا ص ۵۳۶)

رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اس کے حکم میں سخت اختلاف ہے۔

۱۹۔ (۱) یہ نماز کا رکن ہے۔ (جیسے دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں یہ بھی نماز کا رکن ہے۔ (اثبات رفع یدین) (۲) یہ رفع یدین نماز کے واجبات میں سے ہے۔ جو یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز باطل ہے۔ (اثبات رفع یدین) (۳) یہ رفع یدین سنت ہے اس کا تارک کافر ہے۔ خدا کا دشمن ہے نبی کا مخالف ہے امت محمدیہ سے خارج اور گمراہ ہے۔ (اثبات رفع یدین) یہ رفع یدین نماز کی زینت Beauty ہے۔ اس کا تارک اتباع سنت سے محروم ہے بد قسمت ہے اور چار رکعتوں میں سو نیکیوں سے محروم ہے۔ (اثبات رفع الیدین) یہ رفع یدین اتنی اہم ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے نجران کے ضدی عیسائیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ اسی طرح نور حسین گرجاکھی نے تارکین رفع یدین کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ (اثبات رفع یدین)

(۶) مولوی ثناء اللہ صاحب نے صاحب تنویر العینین کے مسلک کو اپنا مسلک قرار دیا۔ اگرچہ نامکمل نقل کیا ہے کہ رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے۔ لیکن اگر کوئی ساری عمر بھی نہ کرے تو اس پر ملامت کرنا جائز نہیں۔ (ثنائیہ ج ا ص ۱۰۱)

(۷) یہ رفع یدین مستحب ہے۔ جیسے اس کے ترک میں ثواب نہیں ملتا جیسے ہر نماز کے لئے وضو کرنا مامور بہ لیکن وضو ہونے کی صورت میں ترک وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے۔ مگر (وضو پر وضو) کرنے کا ثواب نہیں ٹھیک اسی طرح ترک رفع ترک ثواب ہے۔ ترک فعل سنت نہیں۔ فافہم۔

(ثنائیہ ج ا ص ۶۰۸)

(۸) اس کو سنت یا مستحب سمجھنے کی نشانی یہ ہے کہ کبھی کیا کرے کبھی چھوڑ دیا کرے۔ (فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۵۸۱) (۹) نواب وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں۔ رفع یدین سنت ہے۔ جیسے جوتا پہن کر مسجد میں جانا سنت ہے یا جوتے سمیت نماز پڑھنا سنت ہے۔ جہاں فساد کا خوف ہو لوگ ناراض ہوں ان کے سامنے نہ کرے۔ (ملخصا تیسیر البخاری ج ا ص ۱۵۲)

۱۰۔ یہی نواب وحید الزماں صاحب ان اعمال کی فہرست بیان کرتے ہیں۔ جن کے فاعل پر انکار کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ وہ اعمال یہ ہیں۔ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا ' مردوں کا وسیلہ لینا' ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا ' بیوی کی دبر زنی کرنا' متعہ کرنا کرانا دو نمازوں کا اکٹھا کر کے پڑھنا' شطرنج کھیلنا گانا گانا' باجے بجانا' ختم دلانا' محفل میلاد کرنا' نماز میں رفع یدین کرنا' بلند آواز میں آمین کہنا' تشہد میں انگلی اٹھانا'

(ہدیۃ المہدی ج ا ص ۱۱۸) اب رفع یدین مشت اور دبر زنی کے برابر ہوگی۔

۲۰-منی پاک ہے جیسے تھوک اور رینٹ پاک ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ۴۴ ص ۳۴) منی پیشاب پاخانہ کی طرح ناپاک ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ا ص ۳۲)

۲۱-کافر اور مشرک کے روپیہ سے مسجد بنانا ناجائز ہے ان کا روپیہ مسجد میں لگ ہی نہیں سکتا۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۴۷)

نوٹ-آج کل غیر مقلدین کی ساری بناوٹ اور آبادی ہی سعودیہ کے پیسے سے ہے۔ جو حنبلی مقلد ہیں اور غیر مقلدین کے ہاں مقلد مشرک ہوتا ہے۔ کوئی غیر مسلم مسجد کو ثواب اور دین کا کام سمجھ کر حلال کمائی سے امداد کرنا چاہے۔ تو اس کا قبول کرنا جائز ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۴۵' ج ا ص ۵۲)

(۲۲) جس جگہ پہلے مسجد ہو اس مسجد کو گرا کر وہاں مدرسہ بلکہ بازار بنانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے ج ۲ ص ۵۰) جو مکان شرعی مسجد بن جائے۔ اس پر دکانیں یا (سوائے سجدہ گاہ کے اور کچھ بنانا جائز نہیں)۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۵۱)

(۲۳) مسجد کے لوٹے' رسی' بالٹی' چٹائی' دری' فرش اور اس کی مرمت وصفائی یا تعمیر میں عشر اور زکوٰۃ (اوساخ الناس) کا خرچ کرنا درست نہیں کیونکہ مسجد اور اس کی ضروریات زکوٰۃ کے مصارف منصوصہ میں داخل نہیں (ج ۲ ص ۵۴) مسجد کی مرمت تعمیر یا ضروری سامان کا انتظام مصارف زکوٰۃ میں آجاتا ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۵۲ ص ۵۱ ج ۲)

(۲۴) ایک شخص نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی وہ مسجد میں گیا تو عصر کی نماز کھڑی تھی۔ وہ ظہر کی نیت سے جماعت عصر میں شامل ہو گیا۔ اس کا یہ فعل نص صریح کے معارض ہے۔ اس لئے غلط اور مردود ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ۱۲۸ ص ۱۲۷ ج ۲) وہ ظہر کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور بعد میں عصر کی نماز الگ پڑھ لے یہی صورت بہتر ہے۔
(ج ۲ ص ۱۲۹)

(۲۵) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۳۳)

جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۳۳)

(۲۶)-مسبوق کے پیچھے نماز پڑھنی حدیث سے مسکوت عنہ silient ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز واباحت ہے پس جواز ثابت ہوا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۹۲) مسبوق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کسی حدیث میں ثبوت نہیں ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۲۲۶)

(۲۷) کسی بریلوی حنفی کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ ان کے بعض عقائد واعمال شرکیہ اور کفریہ ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۳۰) بریلویوں کی عارضی اقتداء میں نماز باجماعت سے ادا کر لینی چاہیے یہ لوگ اہل اسلام سے ہیں۔ سررشتہ ناطہ میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۳۳۲)

(۲۸) امام غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ مگر ان کی آخری معتبر کتاب میں حافظ محمد گوندلوی نے لکھا ہے۔ زیر بحث عبادہ بن صامت کی حدیث ہے۔ اور اس سے صرف ایک بار کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۳۶) ان احادیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک بار نماز میں ضرور فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ (خیر الکلام ص ۵۳۶) یعنی ساری نماز ظہر میں صرف ایک مرتبہ فاتحہ ضروری ہے۔

۲۹- عام طور پر لامذہب یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل ہے۔ چنانچہ حافظ محمد گوندلوی لکھتا ہے۔ ہمارا تو یہ مسلک ہے۔ کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری (اپنی تحقیق پر عمل کرے۔ تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور ہماری تحقیق میں فاتحہ خلف الامام ہر نماز میں جہری ہو یا سری فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (خیر الکلام ص ۳۳) امام احمد کا قول نقل کیا ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ صحابہ اور تابعین ہیں اہل حجاز میں امام مالک اہل عراق میں امام ثوری ہیں۔ اہل شام میں امام اوزاعی ہیں۔ اہل مصر میں امام لیث ہیں۔ ان میں سے کسی نے ایسے شخص کی نماز کو باطل نہیں کہا جس نے جہری نماز میں امام کی اقتداء کی اور قرات نہ کی۔

(خیر الکلام ص ۳۳) (مجموعہ رسائل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انگریز اور اسلام دشمنی

عرب ایجنٹوں کا ایک گروہ برطانیہ کیلئے "عرب کا روایتی دوست" کا لفظ استعمال کرتا تھا حالانکہ درحقیقت وہ عرب کا روایتی دشمن ہے یہ اس لئے کہ جب سے برطانیہ بحیثیت مملکت وجود میں آیا ہے تو اسی وقت سے ہی وہ سارے عرب اور مسلمانوں کا دشمن چلا آ رہا ہے۔ برطانیہ پوری دنیا میں مسلمانوں کے انحطاط Downfall اور کمزوری کا سبب ہے۔ چنانچہ انگریز نے ہی ہندوستان میں اسلام کی بادشاہت کا خاتمہ کیا اور انہوں نے ہی نویں صدی سے لے کر آج تک جزیرہ عرب کے مشرقی اور جنوبی

ساحل پر اپنی سامراجیت قائم کر رکھی ہے۔ اور انگریزوں نے ہی عدن' حضر موت' الحیات' عمان' مسقط' قطر' بحرین اور کویت پر قبضہ کیا۔ اور باوجودیکہ سامراج زمین کے تمام حصوں سے سمٹ گیا ہے۔ تاہم اب بھی عرب اور مسلمانوں کو غلام بنانے کیلئے انگریز ایک خطرناک چنگی میں اپنے سامراج کی حفاظت پر تلا ہوا ہے۔ اور انگریز ہی نے عالمگیر یہودیت کے مفادات کے لئے ترکی میں خلافت اسلامیہ عثمانیہ کا خاتمہ کیا۔ اور انہوں نے ہی پہلی جنگ عظیم کے بعد عرب ممالک کی تقسیم کی نگرانی کی۔ حالانکہ انگریز مصنف کا اعتراف ہے۔ عرب اور غیر مقلدین ترکی کے خلاف اس لڑائی میں ان کے حلیف تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اور انگریز نے ہی ستر سال کے طویل عرصے تک عربیت اور اسلام کے دل مصر پر قبضہ کئے رکھا۔ یہ عرصہ عربیت اور اسلام کی عمر میں سے ضائع ہو گیا کیونکہ مصر اس طویل عرصہ میں ان عرب اور اسلامی ممالک کی امداد سے عاجز تھا جو زیادتی کا شکار تھے۔

اور انگریز ہی نے سوڈان کو مغرب کے خلاف خطرہ سمجھتے ہوئے ختم کیا۔ جبکہ اس سے قبل عالمی یہودیت نجد میں الحرکۃ الاسلامیۃ المشجاعۃ کا خاتمہ کر چکی تھی۔ اور انگریز ہی نے برطانیہ میں یہودیت کی اثر ورسوخ اور مداخلت اور وہاں سے یورپ اور امریکہ تک سرایت کی راہ ہموار کی۔ اور انہوں نے ہی یہود کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی اور "ارض المیعاد اور" الشعب المختار" سے متعلق توراۃ کی بے اصل پیشگوئیوں پر ایمان لے آئے۔ اور انہوں نے اسلام اور عرب برادری کے بارے میں اپنے یہودی جذبات کی ایسی ترجمانی کی۔ جس کے نتیجہ میں فلسطین کا عظیم سانحہ پیش آیا۔ اور انہوں نے ہی صیہونی تحریکات کی ابتداء ہی سے امداد اور حوصلہ افزائی کی۔ اور ان کی مجرمانہ اغراض کو حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام توانائیاں وقف کر دیں۔ اور انگریز ہی مسلمانوں اور عربوں کی دولت اور ان کے ممالک کی پیداوار چراتے ہیں۔ تاکہ اپنے لئے آسودہ اور خوشگوار زندگی کو یقینی بنا سکیں۔ اور اس سلسلے میں وہ مسلمانوں اور عربوں میں سے اپنے غلاموں کو پٹرول کی عظیم دولت چرانے میں تعاون پر آمادہ کرتے ہیں۔

جہاں تک مسئلہ فلسطین کا تعلق ہے۔ تو اس سلسلے میں' میں برطانیہ کے ان جرائم کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ جو اس سانحہ کا باعث بنے۔

۱۔ حکومت برطانیہ نے غداری Treason کی۔ اور یہود کیلئے ۲ نومبر ۱۹۱۲ء کو عالم عرب کے دل فلسطین میں ان کے لئے ایک قومی وطن بنانے کا وعدہ کیا۔

۲۔ یہود کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کی اصلی غرض سے اپنے آپ کو فلسطین پر نمائندہ مقرر

کیا۔

۳۔ آفاق میں پھیلے ہوئے پورے عالم کے گرے پڑے یہودیوں کیلئے فلسطین کے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہوگئی جبکہ اس سے قبل ۱۹۱۸ء میں جب انگریز نے ان علاقوں پر قبضہ کیا تھا تو ان کی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی۔

۴۔ فلسطین کی زمین کا ایک بہت بڑا حصہ یہود کو دے دیا جس پر انہوں نے انگریز اور امریکہ کے سرمایہ سے آبادکاری کی۔

۵۔ یہودی ایجنسی کو حاسیم اور ایزمان کی سربراہی میں اس بات کی اجازت دیدی۔ کہ وہ یہود سے متعلقہ تمام سیاسی' اقتصادی' تعلیمی' صحت اور عسکری امور کی نگرانی کرے۔ جبکہ عربوں پر اس بات کی پابندی لگادی کہ وہ ان امور میں کسی ایسے معاملہ میں بھی رائے دیں جو ان سے براہ راست متعلق ہو۔ اور ان امور کی نگرانی کی ذمہ داری صرف دو ملازمین ایک انگریز اور ایک یہودی میں منحصر کردی۔

۶۔ انگریز نے یہود کو اسلحہ اور آبی آلات سے لیس کیا اور ان کو اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی۔ تاکہ بزدل یہود جرائم پیشہ Criminal گروہوں میں تبدیل ہو جائے۔ جو فلسطین میں عربوں کا خون بہائے۔

۷۔ ایک طرف یہودی ایجنسی کو اس بات پر اکسایا کہ وہ نمائندہ حکومت کے اندر اپنی ایک حکومت بنائے اور دوسری طرف عین اسی وقت فلسطین کے آزاد لیڈروں کو جلاوطن کیا۔

۸۔ یہود کو عرب پانی سے فائدہ اٹھانے' فیکٹریاں لگانے اور عربوں کے اخراجات سے اپنے اقتصادی ذرائع بڑھانے کے لئے مراعات دے دیں اور یہودی صنعت جس کی مصنوعات انہوں نے عرب کے مشرقی ممالک پر ٹھونی تھیں کو بچانے کے لئے درآمدات پر محصول ٹیکس لگا دیا۔

۹۔ اپنی ساری فوج' بحری بیڑے' جنگی جہاز اور ٹینک بمع اسی ہزار فوجی عرب فلسطین کے انقلاب کے خاتمہ کے لئے جمع کئے۔ جس کا اعلان انہوں نے ۱۹۳۶ء سے کیا تھا۔ یہ اقدام فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کی پالیسی پر بطور احتجاج تھا۔ پھر انہوں نے عرب حکومتوں کو دھوکہ دیا اور انقلاب کا راستہ ایک ایسے حل نکالنے کی امید پر روکا جس پر فلسطین کے عرب راضی ہوں۔ حالانکہ ان کا مقصد سوائے وقت گزارنے اور اطمینان کے ساتھ فلسطین کو یہودی بنانے کی کارروائی کو طول دینے کے اور کچھ نہیں تھا۔

۱۰۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ یہودی قومی ریاست ایک حقیقت بن گئی۔ تو وہ مسئلہ کو اقوام متحدہ میں لے گئے۔ تاکہ وہ یہودی مفادات کے محافظ امریکہ کے ہاتھ میں رہے۔

۱۱- اور ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین سے انخلاء سے قبل انگریز نے اہم عربی شہر حیفہ یافہ طبریہ بیسان صفد اور بیت المقدس میں الاحیاء العربیہ یہود کے حوالے کیے۔

۱۲- فلسطین میں اپنے فوجی کیمپ جن میں خفیف اور بھاری اسلحہ اور دیگر سامان اور خوراک تھا بلا معاوضہ یہود کے حوالے کیا نیز سرکاری تنصیبات اور علاقے اور جو کچھ ان میں کاغذات دستاویزات ریکارڈ اور دولت تھی وہ بھی ان کے حوالے کیے۔

۱۳- اپنی مجرمانہ سیاست کو عملی جامہ پہنایا جس کا مقصد اہل عرب سے خالی فلسطین کو یہود کے حوالے کرنا تھا۔ اور یہ اس طرح کہ انہوں نے پناہ گزینوں کا مسئلہ پیدا کیا اور فلسطین سے اکثریت کی ہجرت کا سبب بنے جس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی بہت بڑی کھیپ انگریز کے زمانہ میں یا انگریز کی وجہ سے فلسطین چھوڑ چکی ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بیان سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

پناہ گزینوں کی تعداد ہزاروں میں	جگہ جہاں سے ہجرت کی بمعہ تاریخ
۱۰ ہزار	بیسان اور قرب وجوار ۹/۳/۱۹۴۸
۰ ہزار	طبریہ اپریل ۱۹۴۸ء
۱۰ ہزار	دیر یاسین قسطل اور قرب وجوار ۱۰/۳/۱۹۴۸
۱۰ ہزار	سارلیس کے گاؤں ام اللوز اور قالونیہ رملہ کے راستے کے قرب وجوار کے بعض دیہات (اپریل ۱۹۴۸ء)
۳۰ ہزار	حواسہ سمیلوط اور ناصر الدین کے دیہات اور کچھ دیہات یافا کے ۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء
۳۰ ہزار	حیفا یافا صفد اور بہت سارے قرب و جوار

جوار کے دیہات ۲۳ مارچ تا ۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء ۱۵۰۰۰۰ (یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار) لد اور رملہ دونوں شہر اور ان کے دیہاتوں کو دوسری جنگ عظیم کے موقع پر یہود کو حوالے کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء جنرل جلوب کے ہاتھوں اور یہ تعداد پناہ گزینوں کے نصف سے زیادہ تعداد کے برابر ہے۔ جو جنرل جلوب (جو کہ حکومت لندن کی پالیسی نافذ کرتا تھا۔) کے ہاتھوں اور رملہ کے علاقے حوالے کرنے کی وجہ سے ہجرت پر مجبور کیے گئے۔ جیسا کہ ہم ان کی ہجرت کی تاریخ اپریل ۱۹۴۸ء کے زمانہ انگریز سے اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۱۴- انگریز نے بلاد عربیہ میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ اور اپنے دوستوں اور کارندوں پر دباؤ ڈالا اور فلسطین میں عرب کی لڑائی کو مذاق بنایا جو بحر محیط سے لے کر خلیج تک عرب برادری کے لئے عار کا باعث بنی۔

۱۵- اور فلسطین میں اپنے پروردہ یہودی گروہوں کی حکومت کے قیام کے بعد انکی اقتصادی' سیاسی اور فوجی امداد جاری رکھی۔ تاکہ اس کو ایک زہر آلود خنجر کی شکل میں ہر عربی حکومت کے سینے میں گھونپا جاسکے۔ جیسا کہ انہوں نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو کیا جس کے لئے انہوں نے یہود اور فرانسیسیوں سے مل کر ایک بہت بڑے عربی وطن کے دل اور عرب برادری کی آرزوؤں کے مرکز قاہرہ پر وار کی سازش کی۔ تو اس کا نتیجہ انگریز کے لئے مصیبت اور نقصان جبکہ عالمی یہودیت اور فلسطین میں اس کی مجرم ریاست کے لئے فائدہ تھا۔ اس کے باوجود برطانیہ مسلسل اپنی سرکشی میں بے پرواہ' عرب کے خلاف ظلم وحشت میں یہودیت کا حامی اور ذاتی طور پر صیہونیت Jewish کا حامی بلکہ اس کا سچا خادم رہا۔

۱۶- برطانیہ عرب اور یہود میں توازن کی پالیسی پر اصرار کر رہا ہے۔ بایں معنی کہ عرب برادری کے پاس بحر محیط سے لے کر خلیج تک کا علاقہ جس کی آبادی ۱۰۰ ملین ہے۔ اسلحہ اور دیگر حربی ساز و سامان زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی انگریز نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ قوت کا توازن عرب کے مفاد میں کمزور پڑ گیا ہے۔ تو وہ یہود کو بھاری اسلحہ سے لیس کرتے ہیں۔

قارئین آپ نے دیکھا کہ روایتی دوست کیسے ہوتے ہیں؟ برطانیہ ہمارے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ میں اس سلسلے میں عرب اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے دھائیوں بلکہ سینکڑوں سالوں پر محیط سیاہ تاریخ کے بیان کرنے میں مزید کلام کو طول نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ برطانیہ ہمیشہ ان سازشوں کے پیچھے رہا ہے۔ جن کا مقصد عرب اور مسلمانوں کو ذلیل کرنا ہے۔ اور یہی وہ پہلا سبب ہے ہمارے ان تمام مصائب و مشکلات کا اور ان تمام چیلنجوں کا جو ہمیں ہمارے عربی وطن کے دل میں یہود کے وجود سے درپیش ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آزادی ہند میں انگریز کی بربریت

انگریز مورخ ڈاکٹر ٹامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک چودہ ہزار علماء کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ سرسید احمد خان مولانا محمد حسین آزاد وغیرہ کا پورا خاندان مرزا غالب کے تمام اعزا و اقرباء

اسی دوران ختم ہوئے۔ یہ تین سال ہمارے ملک کی تاریخ کے سیاہ ترین سال ہیں۔ ایک مورخ قیصر التواریخ میں لکھتا ہے کہ ۲۷ ہزار علماء کو تختہ دار پر پھانسی دی گئی سات دن مسلسل قتل عام جاری رہا۔ ٹامسن کے بقول دلی کے چاندنی چوک سے پشاور تک کوئی درخت ایسا نہ تھا۔ جس پر علماء کی گردنیں نہ لٹکتی ہوں۔ انگریز علمائے حق کو خنزیر کی کھال میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے۔ لاہور کی شاہی مسجد میں پھانسی گھر قائم کیا گیا تھا۔ اور ایک ایک دن میں دو دو سو علماء کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ مورخ انگریزوں کی بربریت Barbarian کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ میں ایک دن دہلی میں ایک خیمے میں قیام پذیر تھا۔ اچانک تیز بدبو کا بھبکا میری ناک سے ٹکرایا میں نے باہر جا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آگ کے انگارے دہک رہے ہیں اور ان پر چالیس مسلمان علماء کے کپڑے اتار کر ڈال کر جلایا گیا۔ اس کے بعد پھر چالیس علماء لائے گئے۔ اور ان کے کپڑے اتار کر ایک انگریز افسر نے ان سے کہا مولویو! جس طرح انہیں آگ میں جلایا گیا تمہیں بھی جھونک دیا جائے گا تم میں سے اگر ایک آدمی یہ کہہ دے کہ تم ۱۸۵۷ء کے غداری میں شامل نہیں تھے۔ تو تم سب کو ابھی چھوڑ دیا جائے گا ٹامسن کہتا ہے مجھے پیدا کرنے والے کی قسم میں نے دیکھا کہ چالیس لوگ آگ پر زندہ بھون دیئے گئے۔ اور ان کے بعد پھر ایسا ہوا مگر کسی نے زبان تک نہ ہلائی یہ تھے۔ ہندوستان کے مایہ ناز علماء کرام جنہوں نے راہ حق میں دردناک موت قبول کی مگر آزادی حق اسلام اور انسانیت کا دامن نہیں چھوڑا اور ثابت کر دیا کہ

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتے نہیں
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں

(دارالعلوم جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء صفحہ نمبر ۹۹)

نوٹ:۔ خواتین حضرات الہدیٰ کی میڈم صاحبہ این جی اوز امریکہ کی بدمعاشی اور اقوام متحدہ کی سفاکانہ قراردوں کی کردار کشی نہیں کرتی۔ لیکن دن رات مختلف بیانات F.M100 ریڈیو چینل ' انٹرویوز اور روزنامہ DAWN کا رسالہ ہیرلڈ میں علماء کرام پر صریح اور کبھی دبے الفاظ میں تنقید کرتی رہتی ہیں۔ جنہوں نے دین کیلئے کتنی تکالیف برداشت کی ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿عالمی یہودی تحریکیں﴾

یوں تو مسلمان روز اول سے کفار کی عداوت' مخاصمت اور سازشوں کے شکار ہیں عالم کفر انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے روشن چراغ کو بجھانے کی فکر میں رہا ہے' یہودی ہوں یا عیسائی مشرک ہوں یا مجوسی

دہریے ہوں یا ملحد کسی نے اللہ کے بھیجے ہوئے سچے دین کو مٹانے کی کوشش میں کسر نہیں چھوڑی۔ ہر ایک نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کو فکری، جسمانی، مالی، روحانی ہر اعتبار سے گزند پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں کفار کے دو فرقے ایسے ہیں۔ جنہوں نے اسلام دشمنی میں اپنے پیش روؤں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کی چالوں اور سازشوں نے شیطان کے مکرو فریب کو بھی مات کر دیا ہے۔ یہ دو فرقے یہود اور ہنود (ہندو) ہیں۔ خصوصاً مسلمانان پاکستان آج کل جس گھمبیر صورتحال سے دوچار ہیں۔ ان کے پیچھے ان دونوں بد بخت قوموں کے خفیہ ہاتھوں کی کارفرمائی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس تناظر میں اس بات کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ کہ مسلمان ان کے آپس میں اتحاد ان کے لئے کام کرنے والی تنظیموں اور ان کے طریق کار کو سمجھیں۔ مسلم معاشرے میں ان کے اثر و نفوذ ان کے کام کرنے کے طریقہ کار ان کے مکروفریب اور عیاری و مکاری کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے۔

ا۔ جہاں تک عیسائیوں کا مسئلہ ہے تو عیسائیوں کی مسلمانوں سے اصل عداوت تاریخ عالم کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ ۱۴۵۳ء تک تسلیم کی جا سکتی ہے۔ مشرقی رومی سلطنت یا بازنطینی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ اصلی عیسائی سواد اعظم کی قوت جاتی رہی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث ہو قیصر لیھلکن ثم لاقیصر بعدہ (ترجمہ۔ قیصریت ہلاک ہو جائے گی اس کے بعد قیصریت کی قوت نہیں ہوگی) اس کی پیشن گوئی ہے۔

۲۔ ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال اور مسند احمد میں مرویات ابو ہریرہؓ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصلی عیسائی بالآخر ایمان لے آئیں گے۔

۳۔ پہلے فتح قسطنطنیہ اور پھر صلیبی جنگوں میں عبرتناک شکست نے تو ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور بچی کچی عیسائیت یہودیوں کی روندی ہوئی۔ اور ان کے قرضوں میں جکڑی ہوئی دنیا ہے۔

دنیا میں یہودیت کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلۂ کار تنظیمیں بے شمار ہیں۔ جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے ان تمام تنظیموں کی اہم ترین باڈی کا ایک نام آسانی کے لئے ہم تجویز کرتے ہیں۔ تاکہ آئندہ اسی کا حوالہ دیا جا سکے۔ یہ نام یہودی سازشوں پر غور کرنے والے ماہرین نے تجویز کیا ہے۔ یہودیوں کی اہم ترین تنظیم کا نام زنجری (ZINJRY) ہے۔ جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت (ZIONIST INTERNATIONAL) کا مخفف ہے۔ اسی اعلیٰ ترین باڈی کے تحت بلا مبالغہ ہزاروں یہودی تنظیمیں کام کرتی ہیں۔ جو دنیا کے ہر گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنا یہاں ناممکن ہے۔ تاہم ان کی ایسی درجہ بندی کی جاتی ہے۔ جس سے غور و فکر کرنے والوں

کے لئے آسانی ہو جائے۔ ان تحریکوں اور تنظیموں کی ہیت کے اعتبار سے کم از کم سے دس اہم قسمیں ہیں۔

1- فکری (IDEOLOGICAL)

2- سیاسی (POLITICAL)

3- انتظامی (ADMINISTRATIVE)

4- معاشرتی (SOCIAL)

5- علمی (INTELEUAR)

6- سائنسی (SCIENTIFIC)

7- ثقافتی (CULTURAL)

8- مذہبی (RELIGIOUS)

9- تدبیری (STRATEGIC)

10- ترسیلی (LOGISTIC)

ان کی ذیلی تنظیموں کا تفصیلی تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے.. جو سردست ممکن نہیں تاہم مشتے از خروارے چند ایسی تنظیموں تحریکوں اور اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو یا تو براہ راست یہودیوں پر مشتمل ہیں یا جن کے تعلقات یہودیوں سے ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں یا جن پر یہودیوں کا اثر ہے۔ اس وقت یہ تمام تحریکیں، تنظیمیں اور ادارے بنیادی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل بلکہ برسر پیکار ہیں۔

1- براہ راست یہودی تنظیمیں

(۱) انٹرنیشنل جیوش کانگریس (۲) انٹرنیشنل زایونسٹ لیگ (۳) ہیری حاہ تحریک (۴) ہیتائی موشے (۵) آگودت اسرائیل (۶) کینسٹ اسرائیل (۷) لوحامی حیروت اسرائیل (۸) جیوش کلونئل ٹرسٹ (۹) جیوش لیجن (۱۰) جیوش نیشنل فنڈ

2. وہ ادارے جو یہودیوں کے زیراثر ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں:

یہاں صرف دس مشہور اداروں کا نام دیا جارہا ہے ورنہ اداروں کی کل تعداد بے حد و حساب ہے۔

(۱) اقوام متحدہ (۲) سلامتی کونسل (۳) انٹرنیشنل منی مارکیٹ (۴) انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج (۵) عالمی مالیاتی فنڈ (۶) عالمی بینک (۷) انٹرنیشنل ریڈکراس (۸) آکس فیم (۹) ایمنسٹی انٹرنیشنل (۱۰) مختلف ملٹی نیشنل کارپوریشنز

3 وہ تنظیمیں جو مسلمانوں میں کام کرتی ھیں۔

(۱) قادیانیت (۲) بہائیت (۳) پرویزیت (۴) اسمٰعیلی (۵) نصیری (۶) مسلم ملکوں میں کام کرنے والی تمام کیمونسٹ، سوشلسٹ (SOCIALIST)

سیکولر (SECULAR)

فری تھنکنگ (FREE THINKING)

اباحی (PERMISSIVE)

ترقی پسند (PROGRESSIVE)

تعقلی (RATIONALIST)

انسانی (HUMANIST) اور نام نہاد اجتہادی تحریکیں، ادارے، حلقے اور خفیہ لاجز اور کلب۔

(۷) اسلام کی صحیح تنظیموں اور تحریکوں میں داخل انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے افراد اور حلقے۔

(۸) مسلم معاشرے میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ابھرنے والی تمام "باطنی" تحریکیں، تنظیمیں اور حلقے (اس کی تازہ ترین مثال فتنہ گوہر شاہی ہے) (بشکریہ ضرب مومن)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امریکن پولیٹیکل سیکرٹری اور الہدیٰ کی حمایت

ابتداء ہی سے کسی فرد یا جماعت کا اسلام کے خلاف آواز بلند کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے ورنہ مسلمان اس کے خلاف صف بستہ ہو جاتے ؟ جس طرح کے قادیانیوں کے ساتھ ہوا ہے۔ الحمدللہ اسلام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہے۔ لہذا "کافر" اور "آستین کا دشمن" ہاتھ کی صفائی سے اسلام اور اہل اسلام کو زک پہنچائے گا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے مفتاح الجنۃ میں غالباً لکھا ہے۔ کہ یہودیوں نے میٹنگ کی کہ اسلام کو نقصان کس طرح پہنچایا جائے۔ اس لئے کہ بلاواسطہ اسلام، قرآن، حدیث پر وار کرنا فوراً مسلمانوں کی طاقت کا اٹھ جانا ہے۔ چنانچہ "انہوں نے اہل بیت کے ساتھ محبت" کا فلسفہ گھڑا جس کی

کوکھ سے شیعیت نے جنم لیا۔ اور وہ کچھ ہوا جس کو پوری دنیا جانتی ہے۔ کیا شیعہ قرآن وحدیث پیش نہیں کرتے؟ کیا قادیانی قرآن وحدیث سے مدلل بات نہیں کرتے۔ اور ان کی سنت کے مطابق لباس اور پگڑیاں نہیں؟ بالکل اسی طرح "الہدیٰ انٹرنیشنل" والے تحقیق' جدت' آزادی مذہب اور اندھی تقلید اور قرآن وحدیث کا نام لے کر اہلسنت وجماعت سے بغاوت کا راستہ ہموار کرتے ہیں۔ کیا امریکہ اور لندن میں یہودی ترجیوں پر چلنے والے بالکل ایسے ہی ادارے نہیں؟ جس کی ترتیب ہمارے مدارس دینیہ ہی کی طرح ہے۔ اور ان میں ہمارا نصاب پڑھا کر اسلام کے خلاف شکوک وشبہات اور فرقہ واریت پیدا کرتے ہیں۔ یہ مستشرقین کہاں سے پیدا ہوئے ہیں؟ اور الہدیٰ انٹرنیشنل کی "میڈم" "ہاشمی صاحبہ" کیا وہاں سے اسلامیات میں P.H.D نہیں کر کے آئی ہیں؟ کیا وہاں اسلام پڑھانے والے اکثر یہودی نہیں ہوتے؟ وہاں سے آنے والی ہمارے لئے برطانیہ سے خیر نہیں لا سکتی!

چنانچہ غور فرمائیں ـــــ امریکہ پولیٹیکل شعبہ سے منسلک ایک عورت (مسز ولز) ہے جس نے افغانستان پر امریکہ کے حملے کے حوالے سے حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کے احتجاج پر ان سے بات چیت بھی کی تھی وہ اسلام آباد کے ایک دینی مدرسہ میں آگئیں اور وہاں پر موجود حضرات کے سامنے بات کی کہ تم لوگ "الہدیٰ انٹرنیشنل" والوں کے ساتھ تعلق کیوں نہیں رکھتے ہو۔ جس کے چشم دید گواہ بھی موجود ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن میں آکر آدمی کو پریشان کرتی ہے۔ کہ مولوی صاحب ایک مسجد یا مدرسہ کتنی مشکلات سے تیار کرتا ہے۔ لیکن "الہدیٰ" کے کرشمے دیکھئے کہ انہوں نے پنڈی اسلام آباد میں تین دو جن سے زائد ادارے کھول دیئے۔ اور کراچی میں کروڑوں کا منصوبہ شروع کیا۔ اور ان کی درس کی جگہ فائیو سٹار ہوٹل' انٹر کانٹینینٹل ہوٹل' ایوان صدر' F.M ریڈیو یا کسی مالدار کا گھر ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی غریب کا گھر!!!............ یہ مجموعی باتیں ہو سکتا ہے۔ کہ ہماری غلط فہمی پہ مبنی ہوں۔ لیکن سوچ و بچار رکھنے والا آدمی ضرور بہ ضرور ان سے ذہنی خلفشار کا شکار ہو ہی جاتا ہے۔

نوٹ۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم پریشان ہیں۔ ہم کو غم صرف بے دینی کا ہے۔ عوام کا ہے غیر مسلموں کو اسلام یاد کرانے کا ہے۔ باقی ہمارے سات لاکھ طالب علم زیر تعلیم اور دس ہزار شیخ الحدیث مسند حدیث پر بیٹھے قال اللہ و قال الرسول میں مصروف ہیں ہمارے پاس جہاد کی طاقت ہے۔ پوری دنیا پر پھیلی ہوئی نہایت ہی مخلص "تبلیغی جماعت" ہے۔ اور ستاروں کے مانند افغانستان کے طالبان ہیں۔ ان علماء کرام کی بڑی،، جمعیت،، سیاسی طاقت ہے۔ عظیم المرتبت تصوف کے شیوخ ہیں۔ اسلام کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

این جی اوز

محترم قارئین! این جی اوز پر مختلف طریقوں سے بحثیں مکالمے اور مذاکرے جاری ہیں۔ مثبت بھی اور منفی بھی جو حضرات اس کے رفاہی کاموں تعلیمی سرگرمیوں اور بے بس بچوں کے مسائل کے حل کرنے کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ حضرات ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ اور جو بھی ان کے خلاف بولتے ہیں۔ ان پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو حضرات ان پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ مذہب اور محب وطن بن کر ان کے خلاف بولتے ہیں۔ جہاں تک امدادی اور رفاہی تناظر میں ان کو دیکھنا ہے۔ تو اس کے تو سب قائل ہیں۔ کہ واقعی یہ نان گورنمنٹل آرگنائزیشن ادارے مصروف العمل ہیں۔ لیکن ہم جس لم اور غرض کو مدنظر رکھ کر بات کر رہے ہیں۔ بلکہ رو رہے ہیں۔ اس کو بھی توجہ دو اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں قرآن وحدیث ہمارا قانون منشور ضابطہ حیات واخلاق اور دستور ہے۔ جو بھی شخص یا ادارہ ہمارے اس آفاقی قانون اور ہم کو جان ومال وعزت سے زیادہ پیارے اثاثہ کی بزعم خویش غلطیاں نکالے۔ اس کی دفعات پر اعتراضات کرے۔ (اسلامی حکومت نہیں ہے۔ ورنہ ایسے لوگ قتل کے مستحق ہیں) ہم کو جتنے پیسے دے وہ ہم کو خنزیر سے برے لگتے ہیں۔ مثلاً قرآن کا اعلان ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹو قاتل کو قصاصاً قتل کرو۔ اور ڈاکو کے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر لٹکائے رکھو شادی شدہ زانی کو رجم کرو۔ پردہ کرو۔ سرِ عام سزائیں نافذ کرو۔ کالے کافر جتنے اشکالات کریں عقلی دلائل Logical arguments لائیں۔ شور مچائیں۔ چاہے آسمان نیچے اور زمین اوپر ہو جائے۔ ہم نے بال برابر ان سے نہیں ہلنا۔ اگر یہی این جی اوز اٹھ کر اس کو ظالمانہ اور پرانی سزائیں کہیں اور باقاعدہ احتجاجی مظاہرے کر کے ساری عوام اخباروں میں دیکھے تو کیا ہم پھر بھی ان سے امداد لے کر خوش ہوں وہ ہماری بنیادیں مسمار کریں اور ہم ان سے امداد لیں۔

ہم کو دوسری پریشانی ہمارے خاندانی سسٹم کی ہے۔ جس کی بربادی کے یہ درپے ہیں۔ الحمد اللہ قرآن وحدیث پر عمل اور اسلام کی بدولت ہمارا گھریلو نظام مضبوط ہے۔ سارے رشتے محفوظ ہیں۔ چھوٹے بڑوں کی بات مانتے ہیں۔ بیوی خاوند کی اور بہن بھائی اور والد کی بات مانتی ہے۔ قرآن و حدیث شادی کی بات چیت کے دوران لڑکی کے جذبات کو مدنظر رکھ کر اس سے پوچھنے کو لازم قرار دیتا ہے۔ اور اولیاء اور سرپرستوں کے مشورے پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ نکاح نہیں مگر ولی کی اجازت سے اور ارشاد ہے۔ کہ جو عورت بغیر ولی کے مشورے کے از خود شادی رچائے۔ تو اس کا

نکاح باطل باطل ہے۔ (مشکوٰۃ) لیکن یہی این جی اوز لومیرج کے لئے راستہ ہموار کرتی ہے۔ اس کے لئے دعوت دیتی ہے۔

لومیرج (Love Marriage) کی صورت میں پوری برادری کی عزت کو یہی این جی اوز تار تار کر کے ان کی سرپرستی کرتی ہے۔ ''صائمہ کیس'' تقریباً ہر شخص جانتا ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ پردے کا ہے عورت کے لئے ایسا پردہ کرنا واجب ہے۔ جس میں اس کے حسن کی حفاظت ہو اور مردوں کی نظریں اس کی طرف نہ لپکیں۔ قرآن کریم میں ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا یا ایھا النبی قل لازواجک اور حدیث ولیخرجن تفلات (ابن ماجہ شریف) ہم کو مخفوظ پردہ کی تاکید کرتی ہیں۔ آج کل مجموعی طور پر چادروں والا پردہ پردہ نہیں پردے کے نام پر فحاشی ہے۔ مثلاً کالی اور بڑی بدن سے چپکی چادریں۔

امام غزالی فرماتے ہیں۔ وہ باپردہ عورت جس کے پردے کی طرف نظریں لپکیں۔ وہ بھی جہنم میں بے پردگی کی سزا پائے گی۔ یہی این جی اوز میڈیا پر مختلف پروگرام دکھا کر، نیم عریاں لباس' عورتوں کے بالوں کی بے ہودہ کٹنگ تنگ و چست لباس اور نئے نئے فیشن اور تصویریں عام کرتی ہے۔ جو خالص منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے نہ کہ سوء اتفاق سے اور ہمارے وہ عوام الناس جو دین سے دور ہیں۔ ان کے گھروں میں بے پردگی ہے۔ وہ این جی اوز کی ان کارستانیوں کو کہاں غلط کہیں گے۔ کہ وہ تو رفاہی کاموں' سکولوں' ہسپتالوں اور دستکاری سکولوں کو دیکھ کر ان کی تعریف کریں گے۔ ان کو کیا غرض کہ این جی اوز نے پچھلے پانچ سالوں میں پورے افغانستان میں طالبان کے دور سے پہلے ساڑھے چار لاکھ عیسائی بنا دیئے۔ پاکستان میں شفاخانے کھول کر لوگوں کو قادیانی مرزائی بنا رہے ہیں۔ لوگوں کو کیا پرواہ کہ بہن بھائی کا اور بیوی خاوند کا گریبان پکڑے اور ان سے ان خود ساختہ حقوق کا مطالبہ کرے۔ جو آوارگی کے سوا کچھ نہیں یہی این جی اوز نہ صرف مغربیت پھیلا رہی ہے۔ بلکہ وطن دشمنی کی سازشوں میں بھی شریک ہے۔ بھارتی ایجنسی ''را'' اسرائیلی ایجنسی ''موساد'' اور امریکی ایجنسی سی آئی اے بھی اپنی سرگرمیوں کے فروغ اور منصوبوں کی تکمیل کے لئے این جی اوز کا نیٹ ورک ہی استعمال کرتی ہیں۔ یہ محض مفروضے اندیشے اور دعوے نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مختلف تنظیموں کو ملنے والی رقوم کا آڈٹ ہو سکے۔ اور اس آڈٹ میں افسر شاہی رکاوٹ ہے۔ جن کی بیگمات اور اولادیں غیر ملکیوں کے لئے این جی اوز کی شکل میں ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ بلکہ پچھلی دو تین دھائیوں سے امیر اور صنعتی ترقی یافتہ ممالک نے ان این جی اوز کو سرکاری کام میں مداخلت کے طور پر

استعمال کروانا شروع کر دیا ہے۔ اور امداد دینے کے لئے یہ شرائط عائد کرنا شروع کر دی ہیں۔ کہ وہ ان رقوم کو غیر سرکاری اداروں کے ذریعے خرچ کریں۔ تاکہ وہ ان اداروں میں اپنی مرضی کے آلہ کار افراد شامل کروا سکیں۔ جن کو مقامی شرح کی نسبت دس سے بیس گنا زیادہ تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ آلہ کار کمزور ملکوں اور غریب معاشروں میں مغربی ثقافت کو اجاگر کریں جیسا انیسویں صدی میں عیسائی مشنیری نے انجام دیا تھا۔ اس قسم کی این جی اوز مقامی خود انحصاری کو چیلنج کرتی ہیں۔ یہی این جی اوز اخلاقی اصلاحات کے پردے میں تمام مقامی معلومات اکٹھی کر کے مغربی حکومتوں کو منتقل کرتی ہیں۔ جو کہ ہمارے سیکورٹی کے لئے خطرہ ہے۔ این جی اوز کے کارکنوں کو باہر سے صرف امداد نہیں ملتی بلکہ ایجنڈا بھی ملتا ہے۔ تاہم این جی اوز کا منشور دلکش ہے۔ جس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا جس نے عوام کو دھوکے میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اسلامی اور مشرقی معاشرے میں "گھر" کا جو تصور ہے۔ وہ پیار، محبت، سکون واتحاد، تحفظ اور بے خوفی سے عبارت ہے۔ یہی این جی اوز اس تصور کو چکنا چور کرنے کے درپے ہیں۔ جس سے مرد، عورت، ساس، بہو، والدین اور اولاد کے درمیان میدان جنگ کا سماں بن چکا ہے۔ ٹی وی میں بدنام زمانہ پروگرام "حوا کے نام"، "گھر کی باتیں"۔ حامدی صاحب ڈاکٹر فاروق اور مس رضوانہ کا آنا انہی کا حصہ ہے۔ اسی طرح ریڈیو پر مختلف زبانوں میں غیر اسلامی چٹکلا انہی کا شاخسانہ ہے۔ یہی این جی اوز ہیں جو ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد بنیاد پرست اور تشدد پسند ثابت کرنے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ یہی این جی اوز مسئلہ کشمیر کے لئے کیوں سرگرم نہیں؟ سرب فوجی جب کوسوو کے مسلمانوں پر تشدد کے پہاڑ توڑ کر اجتماعی قبروں میں ڈال رہے تھے۔ تو یہ کہاں تھے؟ چیچنیا میں ظلم کا بازار گرم ہے، وہاں دور بینوں میں بھی نظر نہیں آتے کیوں؟ جب پاکستان میں جاوید اقبال سو بچوں کو قتل کر رہا تھا تو یہ کہاں تھے؟۔ کیا اس وقت بچوں کے حقوق کی تنظیم نہیں بنی تھی؟

اسی طرح ۲۰۰۵ء میں پولیس نے جو اسلام آباد کے جامعہ حفصہؓ کے مدرسے پر رات کو دھاوا بول کر ڈیڑھ سو بچیوں کو زخمی اور بعض کو بے ہوش کیا اس وقت یہ این جی اوز اور عورتوں کے حقوق کی تنظیمیں کہاں تھیں۔ اسی طرح نوشہرہ، تھر، بلوچستان اور سوات کے علاقوں میں جو زلزلہ، سیلاب، خشک سالی کے واقعات کے دوران کیا الرشید ٹرسٹ کراچی ہی کی صرف ذمہ داری تھی؟۔ اسی طرح انکے اپنے ہی عیسائی جو افریقہ کے مختلف علاقوں میں غربت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں ان کو امداد کیوں فراہم نہیں کرتے؟ عراق پر ظلم جاری ہے۔ لاکھوں بچے خوراک وادویہ نہ ملنے کی وجہ سے مر رہے ہیں اور لاکھوں جاں بلب! یہ این جی اوز کہاں سوئی ہوئی ہیں افغانستان مزار شریف میں آٹھ ہزار پانچ سو بیس طالبان کو

بے دردی سے قتل کیا گیا۔ ان کے سروں میں کیلیں ٹھونی گئیں۔ درمیان سے چیرا گیا۔ اجتماعی قبریں بنادی گئی یہی این جی اوز افغانستان میں لاکھوں افغانوں کو تو عیسائی بنا سکتی تھیں۔ لیکن طالبان کے لئے ان کی زبانیں گنگ تھیں۔ اور طالبان کے ساتھ یہ حرکتیں کرنے والا شخص جنرل عبدالمالک ہے جو فوراً این جی اوز کے باپ ملک امریکہ پہنچ گیا۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ این جی اوز کے ملکی سربراہ دوست وہ حضرات ہوتے ہیں۔ جو جمہور عوام کی نظروں میں مشکوک ہوتے ہیں۔ مثلاً آغا خان قادیانی لبرل ازم کے حامی اور ایم این اے اور ایم پی اے کی بیگمات جو ائرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر غیر معمولی تنخواہیں لے کر اسلام مسلمانوں اور ملکی رازوں کا سودا کر کے مغربی فحاشی اور بے غیرتی پھیلاتے ہیں۔ ان سارے نقصانات کے باوجود آج کل پرویز مشرف کی حکومت این جی اوز کے قبضے میں ہے۔ اور حکومت میں کلیدی عہدوں پر فائز حضرات حکومت اور این جی اوز دونوں کے تنخواہ دار ہیں۔ اور حکومت کو پتہ بھی ہے کہ این جی اوز مذکورہ بالا نقصانات کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن خاموش ہیں۔ بلکہ ایک وزیر کا بیان سب اخباروں میں چھپا کہ ہم کو این جی اوز کے قابل اعتراض سرگرمیوں کا علم ہے۔ لیکن ہاتھ ڈالنا مشکل ہے دیکھئے مسلمان حکمرانوں کو اسی طرح کا بیان سعودیہ کے ایک وزیر کا آیا کہ حرمین سے امریکہ اسرائیل اور برطانیہ کو نکال باہر کرنا اب ہمارے بس کی بات نہیں۔

داد دیجئے پیغمبر خدا ﷺ کی زبان بولنے والوں کو جن کی برکت سے آج اہل عرب عزوں میں ہیں ان کے ارشاد گرامی کی لاج نہیں کہ اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے نکالو۔ لیکن سارے عرب والے صم بکم عمی فھم لا یعقلون ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ انہی بلوائیوں سے تنگ آ کر ہمارے ملک کی طرح خالی ہاتھ بیٹھ کر این جی اوز کے لئے گداگری کا رول ادا کریں گے۔ اور اب تو دوسروں کو قرضہ دینے والے سعودی عرب نے اور ممالک سے قرضہ لینا شروع کر دیا۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ کسی ملک میں این جی اوز کا آنا ان کی بے عزتی ہے۔ اس لئے کہ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس ملک والے محتاج غریب اور ناکھو ہیں۔ الحمد للہ پاکستان میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن خائن اور بے ضمیر حکمرانوں نے اس کو لوٹ لوٹ کر دیوالیہ کی حد تک پہنچا دیا۔ کچھ اسلام کے نام لیوا بھی ہیں۔ جو سکولوں ہسپتالوں اور رفاہی کاموں کے لئے ان سے امداد لیتے ہیں۔ یہ کیوں نہ ان سے امداد لیں جبکہ چوبیس جون ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد میں این جی اوز کے ملک بھر کے تین ہزار سرغنوں کا اجلاس ہوا۔ جنھوں نے جہاد۔ علماء۔ مدارس اور اسلام کے خلاف جو گندی زبان استعمال کی اس پر تبصرہ کے لئے الگ مضمون درکار ہے۔ اس میں سات نکاتی مشترکہ

اطلامیہ جاری کیا گیا۔ ان میں ایک نکتہ یہ تھا۔ کہ ترقی پسند علماء (یعنی علماء سوء) اور اسلامی علوم کے روشن خیال سکالروں (ڈاکٹر فاروق، ارشاد احمد حقانی، غامدی، رضوانہ اور وغیرہ) کو آگے لایا جائے۔

اور واضح رہے کہ جس طرح این جی اوز مغربی لبرل ازم کا قائل ہے۔ اسی طرح الہدیٰ انٹرنیشنل مذہبی لبرل ازم کے قائل ہیں۔

کند جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے کس طرح مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اور ان کے مثالی وحدت یکجہتی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کو اپنا زیر نگین بنا دیا۔ چند صدیوں کی بات ہے کہ ایسٹ انڈیا نامی کمپنی نے تجارت اور کاروبار کے نام پر نہ صرف مسلمانوں کی کئی صدیوں پر محیط سلطنتوں اور حکومتوں کو تہس نہس کر دیا بلکہ پورے ہندوستان کو محکوم بنا دیا جس کے برے اثرات آج تک قائم ہیں۔ اور ابھی تک ہم ان سابقہ غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔

یہ لوگ حقوق' بیروزگاری چائلڈ لیبر Child labour' ملک کی تعمیر نو اور فلاح و بہبود کے دلچسپ نعروں کے ذریعے بے دینی' لادینیت سیکولر ازم پاپائیت' مادر پدر آزاد معاشرہ' فحاشی' عریانی' بے حیائی اور بے پردگی کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف علماء اور دینی قیادت کا اثر ختم کیا جاسکے اور دوسری طرف یورپی و مغربی طرز کا معاشرہ وجود میں لایا جاسکے اور ان آزاد اور خود مختار ملکوں کو اپنے قابو میں کیا جاسکے۔ اسی مقصد کے لئے کئی فلاحی ادارے اور رفاہی تنظیمیں قائم ہیں۔ جن کو "این جی اوز" یعنی غیر سرکاری تنظیمیں کہا جاتا ہے۔ ان اداروں کو ہر قسم کی مالی امداد اور تعاون دیا جارہا ہے اور ڈالر اور پاؤنڈ کے ذریعے ان کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ تاکہ خدمت خلق کے نام پر عوام کو دھوکہ دے کر یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ دہرائی جائے۔

ذیل میں این جی اوز کی غیر اسلامی سرگرمیوں کی تفصیلات درج ہیں۔ جس سے بخوبی ان کی سازشوں کا پتہ چلتا ہے۔ این جی اوز کو مالی امداد دینے والے اداروں میں ایک ادارہ اسلام آباد میں SNPO یعنی سوکس این جی اوز پروگرام آفس ہے۔ جو ملک کے تمام حصوں میں اپنے ہم خیال این جی اوز کو مالی تعاون فراہم کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ذہن وفکر کو اسلام سے بغاوت پر اکسانے کے لئے نہ صرف زبانی ہدایات دے رہا ہے، بلکہ ان کی برین واشنگ کرنے کے لئے مختلف قسم کے رسائل و جرائد کی اشاعت میں بھی مصروف ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کے نام پر شائع ہونے والے رسالے "نوائے انسان' لاہور" کی مالی اعانت بھی SNPO کر رہا ہے اس رسالے کے ہر

پرچے کے مضامین عقائد اسلام اور شعائر اسلام پر کھلم کھلا حملے اور برملا تنقید ہوتی ہے۔
جون جولائی ۱۹۹۸ء کی اشاعت جس میں " قانون رسالت " کو خصوصی نشانہ بنایا گیا اور گستاخ رسولؐ کے لئے سزائے موت جو دفعہ C-295 کے تحت دی جاتی ہے۔ اسے انسانی اور اقلیتوں کے حقوق کے منافی قرار دیا۔ اور اسے انسانوں اور اقلیتوں پر ظلم و ستم سے تعبیر کیا گیا۔

عورت فائونڈیشن:

جو عورتوں کے حقوق کے نام پر این جی اوز کی سرپرستی کر رہی ہے۔ ایک طرف عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کر کے تحریک نسواں چلا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ قوانین اسلام' حدود اور فوج کو ختم کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اسی تنظیم کی کوآرڈینیٹر نے حدود و قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور رمضان المبارک میں لاہور میں تمام این جی اوز کا اجلاس بلا کر پاک فوج کو ختم کرنے پر زور دیا۔ (ملاحظہ ہو "الاخبار- اکتوبر ۹۸ء روزنامہ اوصاف ۳ مارچ ۱۹۹۹ء")

ھیومن رائٹس کمیٹی

جسے عاصمہ جہانگیر نامی عورت چلا رہی ہے۔ جو برملا شریعت پر تنقید اور علماء و مدارس پر فرقہ واریت اور دہشت گردی کا الزام لگا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی عورت کو اسلامی معاشرہ سے بھگانے' کورٹ میرج اور لومیرج (Love Marriage) پر اکسانے کے لئے ان کو قانونی راستہ فراہم کرنے کی تگ و دو کر رہی ہے۔ 'CIDA' نامی این جی اوز جو کینیڈا کے تعاون سے کام کر رہی ہے۔ چند مہینے پہلے پشاور میں شریعت بل اور طالبان کے خلاف عورتوں کے جلسہ و جلوس کا اہتمام کیا۔ کینیڈا کی سفیر مہمان خصوصی تھیں۔ اس نے اپنی تقریر میں شریعت کو عورتوں کے حقوق کے خلاف قرار دیا۔ اور اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے عزم کا اظہار کیا۔

تمام این جی اوز نے نہ صرف یہ کہ خدمت خلق اور فلاح و بہبود کے نام پر اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر فحاشی عریانی' بے حیائی اور عوام کو لادین کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعے دینی مدارس' علماء اور طلبہ کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور ان پر بے بنیاد الزامات لگا کر عوام کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے صوبہ سرحد کے "رائیز" اور "ساحل" نامی این جی اوز نے صوبے کی دیگر ۲۶ سرکاری تنظیموں کی مدد

سے ایک جعلی سروے کے نام سے "بچوں پر جنسی تشدد ایک سنگین معاشرتی مسئلہ" کے عنوان سے ایک رپورٹ شائع کی۔ جس میں دینی مدارس کو جنسی تشدد اور لواطت کے اڈوں سے تعبیر کیا اور دینی اساتذہ کو ۶۶ فیصد اس میں ملوث قرار دیا۔ اور پھر اس رپورٹ کو اقوام متحدہ کے ادارے "یونیسف" کے ذریعے عالمی سطح پر شائع کیا گیا۔ حکومتی رپورٹ کے مطابق لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں بھی این جی اوز کافی مضبوط ہیں۔ جو دین اسلام، قرآن مجید، ایٹمی پروگرام اور دینی طبقہ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اور اب ان کا رخ صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر کی طرف ہے۔

پنجاب میں ۲۰۰۰ سے زائد تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ اور سرحد میں بھی ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ ان ہزاروں این جی اوز کے تمام تر اخراجات بیرونی ممالک سے پورے ہو رہے ہیں۔ اب پاکستان میں کل ستانوے ہزار این جی اوز ہیں۔ ستاون ہزار رجسٹرڈ ہیں۔ ڈھائی لاکھ عملہ ہے۔ پاکستان کا کل بجٹ تیس ارب ہے۔ اور این جی اوز کو تیراں ارب تیس کروڑ دیا جاتا ہے لیکن غربت اپنی جگہ قائم ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ پیسے کہاں جاتے ہیں۔ ان ممالک میں امریکہ، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا، سوئس اور دیگر یورپی ممالک سرفہرست ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ وہی مغرب جس میں حوا کی بیٹی سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ سب سے زیادہ ناجائز اولاد یورپ میں پیدا ہو رہی ہے۔ طلاق کے سب سے زیادہ کیس وہاں پائے جاتے ہیں۔ عورت کو سب سے زیادہ جنسی تشدد کا نشانہ اسی یورپ میں بنایا جا رہا ہے۔

امریکی اخبار کے مطابق ایک ہفتہ میں صرف امریکہ میں اکیس ہزار خواتین کو زبردستی جنسی ہوس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جرمنی کے عوام بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی پر مجبور ہیں۔ اس وقت جرمنی میں ستر لاکھ افراد بے روزگار ہیں۔ یہی قومیں جو خود کئی سنگین معاشرتی مسائل کا شکار اور دہشت گردی کی ذمہ دار ہیں۔ انہیں ایڈز جیسی خطرناک اور مہلک بیماری کا سامنا ہے۔

معاشرہ اور سید قطب شہید۔

سید قطب شہید اپنی کتاب "الاسلام والسلام العالمی" میں رقمطراز ہیں:۔

"امریکہ میں ثانوی سطح کی حاملہ طالبات کی تعداد ۴۸ فی صد تک ہے۔ یہ سو سال پہلے کی بات ہے اب فیصدی سے بات نکل چکی ہے۔"

لبنانی اخبار اور مغرب کی فحاشی:

لبنانی اخبار ،،الاحد،، اپنے شمارہ نمبر ۶۵۰ میں امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی جرائم

کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔ "کہ امریکی یونیورسٹیوں میں طلباء نے ایک مظاہرہ کیا جس میں ان کا نعرہ تھا کہ ہمیں لڑکیاں چاہیے اور ہم عیش کرنا چاہتے ہیں۔ طالبات بھی یونیورسٹی میں تھیں۔ اچانک لالات پر طلبہ نے دھاوا بول دیا اور ان کے مخصوص کپڑے چرائے۔ یونیورسٹی کا ذمہ دار حادثہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ اکثر طلبہ اور طالبات جنسی بھوک کا شکار ہیں۔" ایک روزنامہ لکھتا ہے "کہ ایک لاکھ تین ہزار ناجائز بچے ان غیر شادی شدہ لڑکیوں نے جنم دیئے ہیں۔ جن کی عمریں ۲۰ سال سے زائد نہیں۔"

اگر ان تنظیموں کو خدمت خلق کا اتنا جذبہ اور فلاح و بہبود کا اتنا شوق ہے۔ تو عراق کے بھوک و افلاس کے شکار لاکھوں معصوم بچے، فلسطین کے در بدر ٹھوکر کھانے والے پناہ گزین، بوسنیا کے مظلوم مسلمان، ہندو ظالم کے مظالم کا نشانہ کشمیری، کوسووو، چیچنیا و افغانستان کے مصیبت زدہ عوام ان کے زیادہ حقدار ہیں جبکہ ایک طرف تو مسلمانوں پر کروز میزائل اور جدید طیاروں کے ذریعے بمباری ہو رہی ہے۔ اور ان کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کی امداد پر چلنے والی یہ تنظیمیں اور ادارے اسلام، طالبان اور پاکستان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے، فلاح و بہبود کے نام پر فحاشی عریانی اور بے حیائی کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ لہٰذا ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم تحریر و تقریر اور تمام ممکنہ وسائل کے ذریعے ان اداروں کی اسلام اور وطن دشمنی کے ناپاک عزائم کو طشت از بام کر دیں۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ یا تو انکے مراکز اور دفاتر کو فی الفور بند کر کے ان پر پابندی لگائے۔ اور شریعت اسلامیہ، قرآن و سنت اور آئین پاکستان کی خلاف ورزیوں اور ان سے بغاوت کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزا دیں ورنہ وہ دن دور نہیں کہ یہ لوگ عقائد اسلام شعائر اسلام اور دین و مذہب سے عوام کو باغی کر کے یہاں اپنی متوازی حکومت بنا کر ملک و مذہب کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اور ابھی ابھی مختاراں مائی کو ان این جی اوز نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور پورے دنیا میں پاکستان کے وقار کو مجروح کیا۔

این جی اوز کا طریقہ واردات

پاکستان کے دور افتادہ خصوصاً صوبہ سرحد کے پہاڑی اور پسماندہ علاقوں میں حکومت کی عدم دلچسپی کی وجہ سے این جی اوز کے نام سے ادارے چل رہے ہیں۔ جنہوں نے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان لوٹنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے۔ کہ سب سے پہلے علاقے کے بااثر لوگوں کی تنظیم بناتے ہیں جس کا ایک صدر، نائب صدر اور جنرل سیکرٹری مقرر کرتے ہیں۔ اور ان کو سڑکوں اور شہروں اور دیگر سہولیات زندگی کی سکیم

فراہم کرتے ہیں۔ اب اس سکیم کے لئے جو رقم منظور ہو جاتی ہے تو اس تنظیم کے افراد کی مرضی کے مطابق خرچ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو کام کرنے کے لئے قیمتی گاڑیاں اور تفریح کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

متوسط طبقہ کے لوگوں کو ان سکیموں میں ملازمتیں فراہم کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں اگر کوئی تعلیم یافتہ خاتون ہو تو اس کو معقول تنخواہ کے عوض میں بھرتی کرا کر بغیر کسی رشتہ دار کے اسلام آباد لا کر ہفتوں ہفتوں ٹریننگ دلاتے ہیں۔ جب ان کے "معیار" کے مطابق ٹریننگ مکمل ہو جائے تو واپس لے آتے ہیں اور وہ علاقہ کے لوگوں کے گھروں میں جاتی ہیں۔ اور ان کو مختلف طریقوں سے گمراہ کرتی ہیں۔ جو عورتیں ان کی ملازم ہوتی ہیں۔ وہ گروپ در گروپ گھروں میں پھرتی رہتی ہیں۔ کبھی وہ گھریلو خواتین کو کہتی ہیں کہ تم کو کمانے کے طریقے بتلاتے ہیں۔ کبھی ان کو دستکاری سنٹر کھولنے کا جھانسہ دیتی ہیں اور یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ کہ ان پردہ نشین عورتوں کے سامنے بورڈ پر حیا سوز تصویر نکال کر دکھاتی ہیں۔ کہ ہم تمہیں خاوند کے ساتھ ملنے کے طریقے بتلاتے ہیں۔

ادنیٰ طبقہ کی عورتوں کو انڈے، چوزے اور قیمتی نسل کی مرغیاں مفت دلا کر یہ کہتی ہیں۔ کہ ان کو پالو چند ہفتوں کے بعد ہم بھاری معاوضہ کے بدلہ میں آپ سے خرید لیں گے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتی ہیں۔ کہ تم کب تک اپنے خاوندوں پر بوجھ بن کر رہو گی۔ اپنے اندر بھی کچھ کمانے کی صلاحیت پیدا کرو اس طریقہ سے عورت کے دل میں مال کمانے کا داعیہ موجزن Incentive ہوتا ہے۔ پھر یہی پردہ نشین عورت مال کمانے کے لئے اور بھی مختلف ذرائع کے استعمال سے دریغ نہیں کرتی۔ تو کل ان کا پردہ بھی چاک ہو کر کبھی سڑکوں اور بازاروں کی زینت ہے۔ تو کبھی مختلف پارٹیوں میں مدعو نظر آتی ہیں۔ اس طرح سے بے حیائی کے ساتھ ایمان کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ ہمدرد ادارے ان کے مفلس خاوندوں کے لئے بھی علاقے کی نوعیت سے روزگار فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً ان غریبوں کو اس تنظیم کی وساطت سے بعض کو بکریاں بعض کو گائے اور دوسرے اس شرط سے فراہم کرتے ہیں۔ کہ ان کے بچے پورے گاؤں کے مشترک ہوں گے۔

اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان سے ہمدردی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ کہ ہسپتالوں کے توسط سے ان کو بھی دلواتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ عورت گھر سے نکل کر نظارہ کرا کر خود اس کو وصول کرے گی۔

ایک خطرناک حربہ ان کا یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ پندرہ سے پچیس سال تک کے جوانوں کو مختلف ہنر سکھانے کے بہانے اپنے مراکز میں لے آتے ہیں۔ جب سال دو سال کے بعد وہ نوجوان گھر واپس جاتا ہے تو بے شک ہنر تو سیکھ جاتا ہے۔ لیکن ایمان و اسلام کھو بیٹھتا ہے۔ اب یہی ایک خطرہ باقی ہے کہ

واپس جا کر وہ یکواس نہ کریں جو افغانستان سے ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے جب روس جا کر واپس آئے تو اپنی بہنوں کو شادی کی دعوت دینے لگے۔

غرض یہی ادارے مواسات و ہمدردی تعاون و امداد اور رفاہی پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں ان جاذب نظر کاموں سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں یا پھر خاص و عام کی ہمدردیاں ضرور حاصل کرتے ہیں جس کے بعد وہ اپنے راستہ میں کسی قسم کی رکاوٹ کو محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ این جی اوز والے ممبر شپ کے لئے مقامی لوگوں میں با اثر شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں اپنے پروگرام کو ترویج دلاتے ہیں اس طرح فطرت انسانی معمولی منصب کو ایمان سے بے خبر ہو کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے جبکہ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ اپنے ایمان اور اپنی آخرت کے بارے میں فکر مند ہوتا اور ایمان کے لئے مضر و نقصان دہ ثابت ہونے والی دولت و منصب کو پاؤں کی نوک سے ٹھکرا دیتا۔ اور یہی لوگ بعض علاقوں میں این جی اوز کے نام سے بعض علاقوں میں آغا خانیت کے نام سے اور بعض علاقوں میں دوسرے رفاہی اداروں کے نام سے کام کرتے ہیں مقصد سب کا ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمان بے دین اور بے حیا ہو جائے۔

امداد ان کو کہاں سے ملتی ہے؟ یہ ایسا دل دہلا دینے والا سوال ہے کہ جس کر آدمی کے ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ رقم بعض اوقات ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف والے ان کو دیتے ہیں یہ وہی رقم ہوتی ہے جو حکومت پاکستان کے ذمہ قرض ہوتا ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا پیسہ مسلمانوں اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اور طریقوں سے بھی ان کو رقم آتی ہے۔ جس کی تفصیل گزر گئی اور یہ سب بلکہ حکومت کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ اسلام اور دین دشمن این جی اوز کے مقابلے کے لئے محب وطن اور دیندار لوگوں کو مل کر سوچنا چاہیے۔ اگر یہ طوفان اسی طرح جاری رہا تو یہاں فحاشی و عریانی اور بد معاشی کا وہ ریلا آئے گا جس کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ اس وقت ضرورت ہے ایک ایسی رفاہی اور فلاحی تنظیم کی جو غریب اور پسماندہ مسلمانوں کی مالی مدد بھی کرے اور ان کے عقائد و اعمال اور اخلاق و تہذیب کے تحفظ کا بیڑا بھی اٹھائے۔ (بشکریہ ضرب مومن) اور الحمد للہ علماء کے زیر نگرانی الرشید ٹرسٹ اور الاختر ٹرسٹ نے وہ کام کر کے دکھا دیئے۔ اور کر رہے ہیں۔ جو بیں مغربی این جی اوز مل کر بھی پاکستان میں نہیں کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم صرف پانچ سال کی کارکردگی پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے صرف پانچ سال میں میڈیکل کیمپس ڈیلنکس

موبائل کلینکس کے ذریعے گیارہ لاکھ افراد کا علاج کیا۔ سوا لاکھ افراد تک کھانا پہنچایا۔ سترہزار بیواؤں کو کپڑے، چار ہزار بیواؤں کو سلائی مشینیں، بیس ہزار افراد کو راشن، ۲۷ مساجد کی تعمیر، گیارہ مساجد کی مرمت، پچاس مکاتب کھولے، ایک سو پچاس ہینڈ پمپ، ۱۱۸۰ کنویں، ۱۳۲ کروڑ ۳۱ لاکھ ۱۱ ہزار چار سو روپے کی قربانیاں کر کے ۳۲ لاکھ افراد تک گوشت پہنچایا۔ دیگر رفاہی اداروں کیساتھ ۱۵ کروڑ روپے کا تعاون کیا۔ نیمہ میں دس لاکھ افراد تک خوراک پہنچایا۔ اللھم زد فزد۔

اب دیگر این جی اوز سوچیں اور غور کریں کہ ہمارے علماء کے این جی اوز نے کتنا کام کیا۔ اور آپ نے کتنا کام کیا اور آپ کے عزائم کیا ہیں۔ چنانچہ عزائم کے حوالے سے ایک مثال لے لیجئے۔ ستمبر دو ہزار پانچ میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی کو ایک نوجوان کی ضرورت تھی۔ ٹیسٹ ہوئے۔ تیرھویں پوزیشن لڑکی کی تھی۔ اور باقی لڑکوں کی۔ لندن سے خبر آئی کہ اگر آپ کے پاس ایک لائق لڑکا اور ایک نالائق لڑکی آئے تو ان میں ایک نالائق لڑکی کو لے لیں۔ اور لڑکے کو چھوڑ دیں۔

این جی اوز علماء حق کے خلاف اس کے محاذ کا طریقہ واردات

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ جو اپنے پیروکاروں کو ہر دور میں ہر موڑ پر صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ تاکہ وہ گمراہی و ضلالت اور جہالت و غفلت کے خطرناک سیلابوں اور طوفانوں سے محفوظ و مامون رہیں۔ اور قول صادق اور راہ حق پر قائم و دائم رہیں۔ جو لوگ اسلام سے منکر اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ وہ کسی بھی صورت اور حالت میں دین اسلام اور عالم اسلام کے خیر خواہ اور دوست نہیں ہو سکتے۔ وہ ہر قیمت پر مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے اور گمراہ اور بدراہ کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی تو برملا اور کھلم کھلا اس مقصد کو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جب ناکامی ہوتی ہے۔ تو پھر خیر خواہی خیر سگالی اور دوستی و ہمدردی کے دلکش اور دلفریب، حیلوں بہانوں اور چالوں سے ان کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اور یہ دوسرا حربہ زیادہ کامیاب ہے۔

لمحوں نے خطا کی۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ کہ یہود و نصاریٰ نے کس طرح مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اور ان کے مثالی و تاریخی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کو اپنا زیر نگیں بنا دیا۔ چند صدیوں کی بات ہے کہ ایسٹ انڈیا نامی کمپنی نے تجارت اور کاروبار کے نام پر نہ صرف مسلمانوں کی کئی صدیوں پر محیط سلطنتوں اور حکومتوں کو تہس نہس کر دیا بلکہ پورے ہندوستان کو محکوم بنا دیا جس کے برے اثرات آج تک قائم ہیں۔

اور ابھی تک ہم ان سابقہ غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔

موجودہ دور اور عصر حاضر میں بھی ان طاغوتی قوتوں اور صیہونی طاقتوں نے مسلم قوم کو مجبور و مظلوم بنا رکھا ہے۔ چونکہ اب سوویت یونین کے خاتمے کے بعد مغربی اقوام اور کفریہ طاقتوں کو مسلمان اپنا واحد دشمن نظر آ رہا ہے۔ اپنے اس حریف کو ہر سطح پر وہ کچلنا چاہتے ہیں۔ خلیج کی جنگ میں ہم اس کا بخوبی مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اب مغرب کی نظر اسلام کے نام پر بننے والے ملک یعنی پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان میں طالبان کی شرعی اور اسلامی خلافت پر لگی ہوئی ہے۔ ان دونوں اسلامی ریاستوں کو وہ اپنے پنجہ استبداد میں دبانا چاہتے ہیں۔ تاکہ اسے اپنا غلام اور تابع بنایا جا سکے اس مقصد کی خاطر انہوں نے ایسا طریقہ اپنایا ہے جو نہایت عجیب و غریب اور غیر محسوس ہے سب سے پہلے وہ طالبان کی حکومت پر انسانی حقوق کی پامالی اور دہشت گردوں کی سرپرستی کا الزام لگاتے ہیں۔ اور پاکستان میں دیندار طبقوں اور مذہبی حلقوں کے وقار کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ عوام کا ان سے اعتماد اٹھ جائے اور بین الاقوامی اور عوامی سطح پر انسانی حقوق، بنیادی حقوق، نسوانی حقوق، اقلیتوں کے حقوق، بیروزگاری، چائلڈ لیبر Child labour، ملک کی تعمیر نو اور فلاح و بہبود کے دلچسپ نعروں کے ذریعے بے دینی، لادینیت، سیکولرازم یا پاپائیت، مادر پدر آزاد معاشرہ، فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے پردگی کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف علماء اور دینی قیادت کا اثر ختم کیا جا سکے اور دوسری طرف یورپی و مغربی طرز کا معاشرہ وجود میں لایا جا سکے اور ان آزاد اور خود مختار ملکوں کو اپنے قابو میں کیا جا سکے۔ اسی مقصد کے لئے کئی فلاحی ادارے، اور رفاہی تنظیمیں قائم ہیں۔ جن کو "این جی اوز" یعنی غیر سرکاری تنظیمیں کہا جاتا ہے۔ ان اداروں کو ہر قسم کی مالی امداد اور تعاون دیا جا رہا ہے اور ڈالر اور پاؤنڈ کے ذریعے ان کو مضبوط کیا جا رہا ہے۔ تاکہ خدمت خلق کے نام پر عوام کو دھوکہ دے کر یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ دہرائی جائے۔

ذیل میں این جی اوز کی غیر اسلامی سرگرمیوں کی تفصیلات درج ہیں۔ جس سے بخوبی ان کی سازشوں کا پتہ چلتا ہے۔ این جی اوز کو مالی امداد دینے والے اداروں میں ایک ادارہ اسلام آباد میں SNPO یعنی سوئس این جی اوز پروگرام آفس ہے۔ جو ملک کے تمام حصوں میں اپنے ہم خیال این جی اوز کو مالی تعاون فراہم کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ذہن و فکر کو اسلام سے بغاوت پر اکسانے کے لئے نہ صرف زبانی ہدایات دے رہا ہے۔ بلکہ ان کی برین واشنگ کرنے کے لئے مختلف قسم کے رسائل و جرائد کی اشاعت میں بھی مصروف ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کے نام پر شائع ہونے

والے رسالے "نوائے انسان" لاہور" کی مالی اعانت بھی SNPO کررہا ہے اس رسالے کے ہر پرچے کے مضامین عقائد اسلام اور شعائر اسلام پر کھلم کھلا حملے اور برملا تنقید ہوتی ہے۔ جون' جولائی ۱۹۹۸ء کی اشاعت جس میں "قانون رسالت" کو خصوصی نشانہ بنایا گیا اور گستاخ رسولؐ کے لئے سزائے موت جو دفعہ 295-C کے تحت دی جاتی ہے۔ اسے انسانی اور اقلیتوں کے حقوق کے منافی قرار دیا۔ اور اسے انسانوں اور اقلیتوں پر ظلم و ستم سے تعبیر کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

«عورت فاؤنڈیشن»

جو عورتوں کے حقوق کے نام پر این جی اوز کی سرپرستی کررہی ہے۔ ایک طرف عورتوں کے حقوق کی آواز بلند کر کے تحریک نسواں چلا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ قوانین اسلام' حدود اور فوج کو ختم کرنے کا مطالبہ کررہی ہے۔ عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اسی تنظیم کی کوآرڈینیٹر نے حدود و قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور رمضان المبارک میں لاہور میں تمام این جی اوز کا اجلاس بلا کر پاک فوج کو ختم کرنے پر زور دیا۔

(ملاحظہ ہو "الاخبار" اکتوبر ۹۸ء روزنامہ اوصاف ۳ مارچ ۱۹۹۹ء")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

«ہیومن رائٹس کمیٹی»

جسے عاصمہ جہانگیر نامی عورت چلا رہی ہے۔ جو برملا شریعت پر تنقید اور علماء و مدارس پر فرقہ واریت اور دہشت گردی کا الزام لگا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی عورت کو اسلامی معاشرہ سے بھگانے "کورٹ میرج اور لو میرج" پر اکسانے کے لئے ان کو قانونی راستہ فراہم کرنے کی تگ و دو کررہی ہے۔ "CIDA" نامی این جی اوز جو کینیڈا کے تعاون سے کام کررہی ہے۔ چند مہینے پہلے پشاور میں شریعت بل اور طالبان کے خلاف عورتوں کے جلسہ و جلوس کا اہتمام کیا۔ کینیڈا کی سفیر مہمان خصوصی تھیں۔ اس نے اپنی تقریر میں شریعت کو عورتوں کے حقوق کے خلاف قرار دیا۔ اور اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے عزم کا اظہار کیا۔

تمام این جی اوز نے نہ صرف یہ کہ خدمت خلق اور فلاح و بہبود کے نام پر اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر فحاشی' عریانی' بے حیائی اور عوام کو لادین کرنے کی مہم شروع کررکھی ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ

ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعے دینی مدارس' علماء اور طلبہ کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اور ان پر بے بنیاد الزامات لگا کر عوام کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے صوبہ سرحد کے "رائیز" اور "ساحل" نامی این جی اوز نے صوبے کی دیگر ۲۹ سرکاری تنظیموں کی مدد سے ایک جعلی سروے کے نام سے "بچوں پر جنسی تشدد ایک سنگین معاشرتی مسئلہ" کے عنوان سے ایک رپورٹ شائع کی۔ جس میں دینی مدارس کو جنسی تشدد اور لواطت کے اڈوں سے تعبیر کیا اور دینی اساتذہ کو ۷۷ فیصد اس میں ملوث قرار دیا۔ اور پھر اس رپورٹ کو اقوام متحدہ کے ادارے "یونیسیف" کے ذریعے عالمی سطح پر شائع کیا گیا۔ حکومتی رپورٹ کے مطابق لاہور' اسلام آباد اور کراچی میں بھی این جی اوز کافی مضبوط ہیں۔ جو دین اسلام' قرآن مجید' ایٹمی پروگرام اور دینی طبقہ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اور اب ان کا رخ صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر کی طرف ہے۔ پنجاب میں ۶۰۰۰ سے زائد تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ اور سرحد میں بھی ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ ان ہزاروں این جی اوز کے تمام تر اخراجات بیرونی ممالک سے پورے ہو رہے ہیں۔ جو ارب ہا اور کروڑوں سے متجاوز ہیں۔ ان ممالک میں امریکہ' برطانیہ' جرمنی' کینیڈا' سوئس اور دیگر یورپی ممالک سر فہرست ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ وہی مغرب جس میں حوا کی بیٹی سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ سب سے زیادہ ناجائز اولاد یورپ میں پیدا ہو رہی ہے۔ طلاق کے سب سے زیادہ کیس وہاں پائے جاتے ہیں۔ عورت کو سب سے زیادہ جنسی تشدد کا نشانہ اسی یورپ میں بنایا جا رہا ہے۔

امریکی اخبار کے مطابق ایک ہفتہ میں صرف امریکہ میں اکیس ہزار خواتین کو زبردستی جنسی ہوس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جرمنی کے عوام بے روزگاری کی وجہ سے خودکشی پر مجبور ہیں۔ اس وقت جرمنی میں ستر لاکھ افراد بے روزگار ہیں۔ یہی قومیں جو خود کئی سنگین معاشرتی مسائل کا شکار اور دہشت گردی کی ذمہ دار ہیں۔ انہیں ایڈز جیسی خطرناک اور مہلک بیماری کا سامنا ہے۔

اگر ان تنظیموں کو خدمت خلق کا اتنا جذبہ اور فلاح و بہبود کا اتنا شوق ہے۔ تو عراق کے بھوک و افلاس کے شکار لاکھوں معصوم بچے' فلسطین کے در بدر ٹھوکر کھانے والے پناہ گزین' بوسنیا کے مظلوم مسلمان' ہندو مظالم کے نشانہ کشمیری' کوسوو' چیچنیا و افغانستان کے مصیبت زدہ عوام ان کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک طرف تو مسلمانوں پر کروز میزائل اور جدید طیاروں کے ذریعے بمباری ہو رہی ہے۔ اور ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کی امداد پر چلنے والی یہ تنظیمیں اور ادارے اسلام' طالبان اور پاکستان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے' فلاح و بہبود

کے نام پر فحاشی عریانی اور بے حیائی کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ لہذا ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم تحریر و تقریر اور تمام ممکنہ وسائل کے ذریعے ان اداروں کی اسلام اور وطن دشمنی کے ناپاک عزائم کو طشت از بام کر دیں۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ ان کے مراکز اور دفاتر کو فی الفور بند کر کے ان پر پابندی لگائے۔ اور شریعت اسلامیہ' قرآن وسنت اور آئین پاکستان کی خلاف ورزیوں اور ان سے بغاوت کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزا دیں ورنہ وہ دن دور نہیں کہ یہ لوگ عقائد اسلام شعائر اسلام اور دین ومذہب سے عوام کو باغی کر کے یہاں اپنی متوازی حکومت بنا کر ملک ومذہب کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

این جی اوز پر تفصیلی بحث تو آپ کے سامنے گزر گئی لیکن "الہدیٰ انٹرنیشنل" والوں سے ان شرعی سزاؤں کے خلاف آواز بلند کرنے والوں' مغربیت کو عام کرنے' خفیہ راز چوری کرنے اور ایٹمی صلاحیت پر پابندی پاک فوج کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کے خلاف جب بھی فون کر کے یا سامنے ان سے پوچھا گیا کہ ان سے امداد لینا جائز ہے۔ تو انہوں نے فوراً جواب دیا۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں ورنہ "الہدیٰ" والے بابنگ دہل اعلان کر دیں۔ کہ کوئی مسلمان اپنے یا کسی ادارے کے لئے بالکل ان سے امداد نہ لیں۔ جب تک ان مغربی طور طریقوں پر پابندی نہ لگائی جائے۔ اور ان کو رجسٹرڈ نہ کیا جائے اور ان کو معاشرہ کے سنجیدہ باکردار اور شرفاء مسلمانوں کے سرپرستی میں نہ لایا جائے یہ کبھی بھی فیصلہ صادر نہیں کریں گے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿این جی اوز کا طریقہ واردات﴾

پاکستان کے دور افتادہ خصوصاً صوبہ سرحد کے پہاڑی اور پسماندہ علاقوں میں حکومت کی عدم دلچسپی کی وجہ سے این جی اوز کے نام سے ادارے چل رہے ہیں۔ جنہوں نے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان اور دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے علاقے کے بااثر لوگوں کی تنظیم بناتے ہیں جس کا ایک صدر نائب صدر اور جنرل سیکرٹری مقرر کرتے ہیں۔ اور ان کو سڑکوں اور نہروں اور دیگر سہولیات زندگی کی سکیم فراہم کرتے ہیں۔ اب اس سکیم کے لئے جو رقم منظور ہو جائے تو اس تنظیم کے افراد کی مرضی کے موافق خرچ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو کام کرنے کے لئے قیمتی گاڑیاں اور عیش کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

متوسط طبقہ کے لوگوں کو ان سکیموں میں ملازمین فراہم کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں اگر کوئی تعلیم یافتہ خاتون ہو تو اس کو معقول تنخواہ کے عوض میں بھرتی کرا کر بغیر کسی رشتہ دار کے اسلام آباد لا کر ہفتوں ہفتوں

ٹریننگ دلاتے ہیں۔ جب ان کے "معیار" کے مطابق ٹریننگ مکمل ہو جائے تو واپس لے آتے ہیں اور وہ علاقہ کے لوگوں کے گھروں میں جاتی ہیں۔ اور ان کو مختلف طریقوں سے گمراہ کرتی ہیں۔ جو عورتیں ان کی ملازم ہوتی ہیں۔ وہ گروپ در گروپ گھروں میں پھرتی رہتی ہیں۔ کبھی وہ گھریلو خواتین کو کہتی ہیں کہ تم کو پکانے کے طریقے بتلاتے ہیں۔ کبھی ان کو دستکاری سنٹر کھولنے کا جھانسہ دیتی ہیں اور یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ کہ ان پردہ نشین عورتوں کے سامنے بورڈ پر حیا سوز تصویر نکال کر دکھاتی ہیں۔ کہ ہم تمہیں خاوند کے ساتھ ملنے کے طریقے بتلاتے ہیں۔

ادنیٰ طبقہ کی عورتوں کو انڈے چوزے اور قیمتی نسل کی مرغیاں مفت دلا کر یہ کہتی ہیں۔ کہ ان کو پال چند مہینوں کے بعد ہم ہماری معاوضہ کے بدلہ میں آپ سے خرید لیں گے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتی ہیں۔ کہ تم کب تک اپنے خاوندوں پر بوجھ بن کر رہو گی۔ اپنے اندر بھی کچھ کمانے کی صلاحیت پیدا کرو اس طریقہ سے عورت کے دل میں مال کمانے کا داعیہ موجزن Incentive ہوتا ہے۔ پھر یہی پردہ نشین عورت مال کمانے کے لئے اور بھی مختلف ذرائع کے استعمال سے دریغ نہیں کرتی۔ تو کل اس کا پردہ بھی چاک ہو کر کبھی سڑکوں اور بازاروں کی زینت بنتی ہے۔ تو کبھی مختلف پارٹیوں میں مدعو نظر آتی ہیں۔ اس طرح سے بے حیائی کے ساتھ ایمان کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ ہمدرد ادارے ان کے مفلس خاوندوں کے لئے بھی علاقے کی نوعیت سے روزگار فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً ان غریبوں کو اس تنظیم کی وساطت سے بعض کو بکریاں بعض کو گائے اور وہ بے اس شرط سے فراہم کرتے ہیں۔ کہ ان کے بچے پورے گاؤں کے مشترک ہوں گے۔

اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان سے ہمدردی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ کہ ہسپتالوں کے توسط سے ان کو گھی دلواتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ عورت گھر سے نکل کر نظارہ کرا کر خود اس کو وصول کرے گی۔

ایک خطرناک حربہ ان کا یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ پندرہ سے پچیس سال تک کے نوجوانوں کو مختلف ہنر سکھانے کے بہانے اپنے مراکز میں لے آتے ہیں۔ جب سال دو سال کے بعد وہ نوجوان گھر واپس جاتا ہے۔ تو بے شک ہنر تو سیکھ جاتا ہے۔ لیکن ایمان و اسلام کھو بیٹھتا ہے۔ اب یہی ایک خطرہ باقی ہے کہ واپس جا کر وہ بکواس نہ کریں جو طلبہ افغانستان سے ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے جب روس جا کر واپس آئے تو اپنی بہنوں کو شادی کی دعوت دینے لگے۔

غرض یہی ادارے مواسات و ہمدردی تعاون و امداد اور رفاہی پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں ان جاذب نظر کاموں سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے میں

کامیاب ہوجاتے ہیں یا پھر خاص وعام کی ہمدردیاں ضرور حاصل کرتے ہیں جس کے بعد وہ اپنے راستہ میں کسی قسم کی رکاوٹ کو محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ این جی اوز والے ممبر شپ کے لئے مقامی لوگوں میں بااثر شخصیات کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں اپنے پروگرام کو ترویج دلاتے ہیں اس طرح فطرت انسانی معمولی منصب کو ایمان سے بے خبر ہو کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے جبکہ چاہیے تو یہ تھا۔ کہ اپنے ایمان اور اپنی آخرت کے بارے میں فکرمند ہوتا اور ایمان کے لئے مضر و نقصان دہ ثابت ہونے والی دولت و منصب کو پاؤں کی نوک سے ٹھکرا دیتا۔ اور یہی لوگ بعض علاقوں میں این جی اوز کے نام سے بعض علاقوں میں آغا خانیت کے نام سے اور بعض علاقوں میں دوسرے رفاہی اداروں کے نام سے کام کرتے ہیں مقصد سب کا ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمان بے دین اور بے حیا ہو جائے۔ لہذا ان کو کہاں سے ملتی ہے؟

یہ ایسا دل دہلا دینے والا سوال ہے کہ سن کر آدمی کے ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ رقم ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف والے ان کو دیتے ہیں یہ وہی رقم ہوتی ہے جو حکومت پاکستان کے ذمہ قرض ہوتا ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پیسہ مسلمانوں اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اور طریقوں سے بھی ان کو رقم آتی ہے۔ جس کی تفصیل گزر گئی اور یہ سب کچھ حکومت کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ اسلام اور دین دشمن این جی اوز کے مقابلہ کے لئے محب وطن اور دیندار لوگوں کو مل کر سوچنا چاہیے اگر یہ طوفان اسی طرح جاری رہا تو یہاں فحاشی وعریانی اور بدمعاشی کا وہ ریلا آئے گا جس کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ اس وقت ضرورت ہے ایک ایسی رفاہی اور فلاحی تنظیم کی جو غریب اور پسماندہ مسلمانوں کی مالی مدد بھی کرے اور ان کے عقائد واعمال اور اخلاق و تہذیب کے تحفظ کا بیڑا بھی اٹھائے (بشکریہ ضرب مومن)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خواتین کیلئے الہدیٰ انٹرنیشنل کے گمراہ کن مسائل

(یہاں گمراہ سے مراد کفر نہیں بلکہ گمراہ سے مراد اہل سنت والجماعت اور اسلاف سے کٹا ہوا راستہ مراد ہے۔)

اگر ایک مسلمان مرد یا عورت کسی اجتہادی اور فروعی مسئلے پر قائم ہے۔ جس کی پشت پر قرآن و حدیث اور صحابہ کے آثار اور مجتہدین کی آراء موجود ہوں تو کیا ضرورت ہے کہ ان کے سامنے اس کے مد مقابل

دوسرا فروعی مسئلہ لا کھڑا کر کے ان کو پریشان کیا جائے اور اتفاق کی اہمیت پر زور دینے کے باوجود اختلافات پیدا کئے جائیں۔ اس پر کل عالم کا اتفاق ہے کہ فروعی اختلافات مثلاً قے اور خون سے وضو کا ٹوٹنا اور نماز روزہ حج کے مسائل میں صحابہؓ کے دور سے چلے آرہے ہیں اس لئے ترمذی دیکھیں امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے ہر مسئلہ پر دو ابواب قائم کئے ہیں اور ہر طرف آپ کو دلیل ملے گی۔ اور دونوں طرف اجل صحابہ اور مجتہدین ہوں گے۔ لہٰذا کسی ایک طرف کی تضلیل و تفسیق باطل ہے۔ دیکھیں عقائد میں اختلاف برا ہے۔ خصوصاً اس مسئلہ میں جو مسئلہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت قرآن یا حدیث متواتر سے ثابت ہو وہاں عقائد کی تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اصل عقیدہ کو ماننا لازم ہے۔ اور اعتقاد میں ایسا اختلاف جس سے قطعی الثبوت Confirmed قطعی الدلالۃ Proved میں بالکل تبدیلی آئے برا ہے بلکہ کفر ہے۔

یہی فرقہ واریت ہے اعتقاد میں اختلاف سے فرقہ بنتا ہے۔ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اور فروعی اختلاف کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے ولاتفرقوا فرقہ بندی مت کرو۔ اور ائمہ اربعہ نے اختلافات پیدا کئے۔

ارے بھائی! یہ فروعی اختلاف ہے فطری ہے۔ صحابہؓ کے دور سے ہے۔ یہ فرقہ بندی نہیں ہے۔ چاروں ائمہ ایک دوسرے کے استاد و شاگرد ہیں ہم حنفی شافعی مالکی حنبلی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر غیر مسلم مسلمان ہو کر جس مذکورہ چار مکاتب فکر میں جائے گا ہم خوش ہوں گے۔ ۱۳۰۰ سال سے چار ہیں اور رہیں گے۔ لیکن ۱۸۰۰ء کے بعد غیر مقلدین حضرات آئے جن کو ۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے حکومتی سطح پر "اہلحدیث" نام الاٹ کیا اور اب تک نو فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور بعضوں نے ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔ ہم تقلید کے حوالے سے پہلے سے چار اور تم عدم تقلید کے حوالے سے نو فرقوں میں بٹ گئے ہو۔ ہمارے تیرہ سو سال ہوئے تمہارے ۲۰۰ سال بھی نہیں ہوئے اور نو میں بٹ گئے بھائی صاحب قرآن و حدیث میں اللہ رب العزت نے ایسی وسعت رکھی ہے اور یہ امتحان ہے کہ ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق دلیل نکال سکتا ہے۔ جب آپ نے ہر عام و خاص کے لئے قرآن و حدیث کو تختہ مشق بنا دیا تو اللہ خیر کرے۔ دیکھو حدیث میں یہ بھی ہے کہ خون، قے، عورت کو چھونے، آلہ تناسل سے ہاتھ لگانے آگ پر پکی چیز سے وضو ٹوٹتا ہے اور یہ بھی ہے کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ دونوں باتیں حدیث میں ہے۔ اور دونوں طرف دلیلیں موجود ہیں۔ اسی طرح آمین رفع یدین وغیرہ میں اختلافات موجود ہیں۔ دونوں طرف دلائل ہیں۔ اب فروعی اختلافات میں دونوں طرف

حدیث روایات میں مجتہدین کی طرف رجوع واجب ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور اگر قرآن وحدیث میں واضح مسئلہ موجود نہ ہو تو خطاب ہے کہ فاعتبروا یا اولی الابصار (الایہ) اعتبار اور قیاس کرو اور صرف ایک مجتہد کی تقلید لازم ہوگی ورنہ خواہشات کا دروازہ کھلے گا۔ اور ہم جو شخصی تقلید (ایک امام کی تقلید) کرتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ لاتسئلونی مادام ھذا البحر فیکم (مشکوۃ) ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ جب تک عبداللہ بن مسعودؓ جیسا سمندر آپ میں موجود ہو مجھ سے مت پوچھو چنانچہ کوفہ والے ابن مسعودؓ اور یمن والے معاذؓ کی تقلید کرتے تھے۔

صحاح ستہ اور باقی کتب حدیث میں سترہ ہزار فتاویٰ جات موجود ہیں اور لوگ اس پر عمل کرتے تھے لیکن اکثر بلکہ تمام کے ساتھ دلیل نہیں ہاں فتویٰ ہے۔ یہی تقلید ہے۔ تقلید کا یہ مطلب بیان کرنا کہ تقلید بغیر دلیل کے کسی مجتہد کے پیچھے چلنے کو کہتے ہیں تو یہ بات غلط ہے بلکہ تقلید میں دلیل ہوتی ہے۔ ہاں مجتہد کے ساتھ اچھے گمان کی بناء پر دلیل کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ اور اگر دلیل دو بھی تو عوام الناس دلیل کیا سمجھتے ہیں۔ بلکہ کافی مطالعہ والا شخص منسوخ آیات واحادیث کو کہاں جانتا ہے عام شخص معضل منقطع ادراج مدلس شاہد ارسال اور متابع کیا جانتا ہے بات لمبی ہوگی صرف پاک و ہند نہیں بلکہ بنگلہ دیش افغانستان ترکی چین روس کی آزاد ریاستیں ان مسائل پر قائم ہیں جن کی پشت پر قرآن وحدیث کے ادلہ موجود ہیں تو ایک نیا مسئلہ اور اس کی دلیل سنا کر کیوں عام مسلمانوں کو پریشان کیا جائے

اور ہمارا جو بھی موقف ہے وہ احتیاط پر مبنی ہے۔ احتیاط کو تو اپنانے کی پیغمبر خداؐ نے تعریف کی ہے۔

الحلال بین و الحرام بین و بینھما امور مشتبہات لایعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات فقد استبرء لدینہ و عرضہ (مسلم شریف)

حلال واضح ہے (اس کو اختیار کرو) حرام بھی واضح ہے (اس سے بچو) ان کے درمیان کچھ ایسے معاملات اور مسائل ہوتے ہیں۔ جو مشتبہ بن جاتے ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین وعزت کی حفاظت کی اب ہم ان مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ جو باوجود فروعی ہونے کے عوام الناس کے لئے گمراہ کن بن رہے ہیں اور امت میں انتشار پھیل رہا ہے۔ خدارا مفت میں اختلاف پیدا نہ کریں لوگ پہلے سے اختلافات سے تنگ ہیں جن مسائل پر وہ قائم ہیں وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

(۱) تقلید (۲) بغیر طہارت کے قرآن چھونا (۳) عورت اور مرد کی نماز میں فرق (۴) قضا نمازوں کا دہرانا (۵)

قرآن کی تعلیم کے لئے ضروری علوم (۶) نامحرم سے پردہ (۷) شرعی پردہ یا رواتی پردہ (۸) عورتوں کا مسجد میں آنا (۹) بغیر محرم کے سفر کرنا (۱۰) نیت زبان سے (۱۱) ٹخنوں سے شلوار اوپر رکھنا (۱۲) داڑھی ایک مشت (۱۳) ٹی وی اور سی آر اور کیمرہ (۱۴) وضو کی دعائیں

(۱۵) اختلاف یا اتفاق وغیرہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوٹ: ان مسائل کو گمراہ کن اس لئے کہا گیا کہ ان کے اکثر مسائل اجماع کے خلاف ہیں اور بعض فروعی مسائل میں اپنے آپکو بالکل درست اور دوسروں کو بالکل غلط کہتے ہیں اور الھدیٰ والوں کی ایک بڑی پریشانی یہ ہے کہ یہ حضرات ایک مسئلہ بیان کر دیتے ہیں لیکن بعد میں اس سے مکر جاتے ہیں کہ ہمارا تو یہ موقف نہیں۔

﴿تقلید﴾

تقلید (imitation) پر گزشتہ صفحات میں پہلے کچھ بحث ہو گئی ہے اور کتب حدیث سے تقلید کی مثالیں بھی پیش کی گئی اب ہم یہاں کچھ بنیادی باتیں ذکر کرتے ہیں لیکن اگر تقلید نہ ہو تو پھر غیر مقلدیت ہوگی۔ اور غیر مقلدیت بقول ان کے قرآن و حدیث کی اتباع کو کہتے ہیں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت خطرناک معاملہ ہے۔

اس لئے کہ نہ سب کے پاس علم ہے اور نہ قرآن و حدیث اردو یا پنجابی میں ہے کہ ہر اہل زبان سمجھے یہ عربی میں ہے اور اس کے تراجم اور تفاسیر و شروحات موجود ہیں۔ جو خالی الذہن جس کسی کی تفسیر و تشریح پڑھے گا۔ اسی کا ہو کر رہے گا اور یہی تقلید ہے ہم تابعین و تبع تابعین کی تقلید اور غیر مقلد (نام نہاد اہل حدیث) کے عوام الناس اپنے چودھویں صدی کے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں عوام اسی پر زندہ باد کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور ہر اہل حدیث عالم اپنے مسائل کو منصوص کہہ کر دوسرے اہل حدیثوں کو غلط بتلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک ان کے ۱۲ فرقے بن چکے ہیں قرآن و حدیث اور فرقہ واریت سے بچنے کی دعوت کے باوجود آپس میں دست بگریباں ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ صرف قرآن و حدیث کا نعرہ لگاتے ہیں اور حدیث کو صحیح و ضعیف کہتے ہیں۔ اگرچہ کسی حدیث کا صحیح اور ضعیف ہونا قرآن و حدیث میں نہیں۔ بلکہ مقلدین علماء نے فن اسماء الرجال لکھا اور انہوں نے محنت کر کے ہر راوی کی پوری زندگی اور عدالت و جرح کو ذکر کیا تقریباً بارہ لاکھ افراد کی زندگیوں کو محفوظ کیا۔ اور اس فن پر لکھنے والے ابن حجر شافعی ابن جوزی شافعی شمس الدین ذہبی حنبلی یحییٰ ابن معین حنفی سعید القطان حنفی وغیرہ تمام مقلد ہیں۔ اب غیر مقلدین کے ہاں تقلید شرک ہے۔ کم از کم

ان کے ہاں تقلید گمراہی تو ہے ہی۔ تو حدیث کے صحیح ہونے میں مشرکوں اور گمراہوں کی کیوں تقلید کرتے ہیں ان کی گواہی کو کیوں قبول کرتے ہیں جس کی پلیٹ میں کھاتے ہیں اسی میں پیشاب کرتے ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿بغیر طہارت کے قرآن مجید چھونا﴾

قرآن کا ادب یہ ہے کہ اگر ایک شخص پیشاب یا پاخانہ کرکے آئے یا اسی طرح جنبی شخص قرآن کریم فرقان حکیم بغیر طہارت اور وضو کے گندے ہاتھوں سے نہیں چھو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

(۱) ارشاد ربانی ہے۔

لایمسه الا المطھرون (سورہ واقعہ) نہیں چھوتے قرآن کریم کو مگر پاک لوگ۔

(۲) عن حکیم بن حزام ان النبی ﷺ لما بعثه الی الیمن قال لا تمس القرآن الا وانت طاھر (مستدرک حاکم جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۴۸۵ دار قطنی جلد ا صفحہ نمبر ۱۲۲)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو جب حضور اکرمؐ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔

(۳) عن عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ قال لایمس القرآن الا طاھر (الطبرانی۔ مجمع الزوائد و رجال موثقون) حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن نہ چھوئے۔

(۴) رسول کریمؐ نے عمرو بن حزمؓ کو خط لکھا اس میں یہ بھی بات تھی کہ پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے۔

(۵) حضرت عمرؓ مسلمان ہونے سے قبل جب مسلمان بہن کے پاس غصہ کی حالت میں گئے۔ تو وہ سورہ طہٰ پڑھ رہی تھیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے یہ دے دو تم کیا پڑھ رہے تھے۔ تو بہن نے کہا کہ پہلے وضو اور غسل کر کے پھر پڑھنے دوں گی۔ تو حضرت عمرؓ نے پہلے وضو کیا فتوضأ ثم اخذ الکتاب (دارقطنی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۲۳) پھر قرآن کو لے کر پڑھا۔

(۶) بخاری شریف جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۳ میں ہے کہ ابو وائل اپنی خادمہ کو حالت حیض میں ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے تو وہ قرآن کو ڈوری سے پکڑ کر ابو رزین کے پاس لاتی تھی۔

كان ابو وائل يرسل خادمه وهي حائض ابا زرين فتاتيه بالمصحف فتمسك بعلاقته ۔

قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں۔ اور الہدیٰ انٹرنیشنل لوگوں کو کس بات پر لا رہا ہے اگر بغیر طہارت کے قرآن چھونے کی کوئی دلیل ہو بھی تو احتیاط اسی میں ہے قرآن پاک کا ادب اسی میں ہے کہ ہم بغیر طہارت کے قرآن نہ چھوئیں کہ یہ مسلم قانون ہے کہ جہاں ایک چیز کے بارے میں حلال ہونے یا حرام ہونے میں دونوں طرف دلائل ہوں تو ہم اس پہلو کو لیں گے جس میں احتیاط ہو لیکن افسوس کہ الہدیٰ انٹرنیشنل کے تمام مسائل غیر محتاط ہیں۔

نوٹ۔جس طرح جنبی اور حائضہ قرآن کو چھو نہیں سکتے پڑھ بھی نہیں سکتے۔

دلیل نمبر ایک مشکوٰۃ ص ۴۹ نسائی ص ۳۱ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو جنابت کے علاوہ کوئی چیز قرآن پڑھنے سے نہیں روکتی تھی۔ (ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے ص ۵۱ تلخیص)۔

دلیل نمبر دو ترمذی ج ۱ ص ۳۱ دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۳ میں روایت ہے کہ حضورؐ ہر حالت میں ہم کو قرآن پڑھاتے سوائے جنابت کی حالت کے (ترمذی، امام حاکمؒ ذہبی اور دار قطنی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)۔

نوٹ:۔ الہدیٰ کے ساتھیوں کی طرف سے خط آیا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی جنبی اور حائضہ قرآن نہیں چھو سکتی۔ لہٰذا اب اس مسئلے کی آخری شق ان کے خلاف سمجھی جائے۔ اور پہلی شق کو ہم آداب میں ڈال لیں گے۔☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ایصال ثواب آیات﴾

1۔"قل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا" (بنی اسرائیل) "اور کہا اے رب ان (میرے والدین) پر رحم کر جیسا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا۔"

2. "رب اغفرلي ولوالدي ولمن دخل بيتي مومنا وللمومنين والمومنات ولاتزد الظالمين الاتبارا. (نوح:۲۸)

اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان دار ہیں اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو اور گناہ گاروں پر بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا۔"

3. "رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي ربنا و تقبل دعاء ۔ ربنا اغفرلي ولوالدي وللمومنين يوم يقوم الحساب" (ابراہیم:۴۰۔۴۱)

اے میرے رب کر مجھ کو بنا کر قائم رکھوں نماز اور میرے اولاد میں سے بھی۔اے میرے رب اور قبول کر میری دعاء۔اے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب۔ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔"

4. والذین جاء وامن بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رء وف الرحیم (حشر ۹:۵۰۱)

"اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہوئے: اے رب! بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بغض ایمان والوں کیلئے۔اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب احادیث مبارکہ

1۔جب مردہ پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔" (ابوداؤد وابن ماجہ)

2. عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال کا ن النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت فقال استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الان یسئل ."

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے بھائی کیلئے بخشش مانگو اور اس کی ثابت قدمی کی دعاء کرو پس بے شک اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔"

سلام ہو تم پر اے ان گھروں والے مومنو اور مسلمانو! اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

(مسلم شریف ص ۳۱۳ ج۱)

3۔جب آدمی قبرستان جائے تو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ پڑھے السلام علیکم یا اھل القبور الی آخرہ اے قبر والوں تمہارے اوپر سلامتی ہو۔

4. عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رجلا الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ ان امی افتلتت نفسھا ولم توص واظنھا لو تکلمت تصدقت افلھا اجران تصدقت عنھا قال نعم ." (بخاری ص ۳۸۶ ج ۱ مسلم ص ۳۲۳ ج ۱)

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور اس نے کوئی وصیت نہ کی اور میرا گمان ہے اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرتی۔اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب پہنچے گا۔فرمایا ہاں۔"

5۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہو گئی اور وہ غائب تھا۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی اور میں غائب تھا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ہاں! سعدؓ نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف اس کی طرف سے صدقہ ہے۔" (بخاری شریف)

6۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: بے شک میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور مال چھوڑا اور وصیت نہیں فرمائی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو کفایت کرے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔" (مسلم)

7۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی اور وہ منت پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: اس کی طرف سے حج کر۔ تیرا کیا خیال ہے' اگر تیری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا اور تو ادا کرتی تو ادا ہو جاتا۔ اسی طرح اللہ کا حج ادا کرو وہ بالاولی ادا ہو جاتا ہے۔"

(صحیح بخاری ص ۲۵ ج ۱)

8۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسکو روکو مت' جلدی قبر تک پہنچاؤ اور قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کا ابتدائیہ اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرہ کا اختتامیہ پڑھا جائے۔" (بیہقی)

9۔" امام ابوداودؒ نے ابوداود شریف ص ۳۸۵ / ج ۲ پر باندھا ہے۔

باب الاضحیۃ عن المیت یعنی میت کی طرف سے قربانی کرنا' اور اس میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد ہر سال دو دنبے قربانی کرتے۔ جب ان سے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اقدس ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں۔"

۱۰۔ محقق ابن الھمام ابوحفص کبیرؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے رسول اقدس ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! ہم اموات کی طرف سے جو صدقہ کرتے ہیں اور انکی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا مانگتے ہیں' کیا ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: ہاں! ان کو ثواب پہنچتا ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ جیسے تمہیں کوئی آدمی ہدیہ دے تو تم خوش ہوتے ہو۔ اس کے بعد کچھ اور آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جو روایات ہم نے نقل کی ہیں اور بہت سی لمبے ہونے کے خوف سے

چھوڑ دی ہیں ان میں قدر مشترک کے طور پر یہ بات حد تواتر تک پہنچ گئی ہے کہ "جو نیکی کر کے اس کا ثواب مردے کو بخشے تو اس کا نفع اس کو پہنچتا ہے۔" (فتح القدیر)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مالی عبادت اور مالی اور بدنی کا مجموعہ عبادت بھی میت تک ایصال ثواب ہو سکتی ہے لیکن بدنی عبادت نہیں پہنچتی لیکن ان کی بات غلط ہے۔ دیکھو "دعا" بدنی منہ کی عبادت ہے اور بالاجماع یہ بدنی عبادت پہنچتی ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے﴾

عن وائل بن حجر قال قال لی رسول اللہ ﷺ یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک و المراۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا۔

(معجم طبرانی کبیر ج۲۲ ص۱۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔ اور مسلم شریف میں تو مردوں کیلئے صریح موجود ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (ج ۱ ص ۱۷۳)

عن عبدربہ بن سلیمان بن عمیر قال رایت ام الدرداءؓ ترفع یدیھا فی الصلوۃ حذو منکبیھا (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص ۷)

حضرت عبدربہ بن سلیمان بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔

عن ابن جریج قال قلت لعطاء تشیر المراۃ یدیھا بالتکبیر کالرجل قال لاترفع بذالک یدیھا کالرجل و اشار فخفض یدیہ جدا و جمعھما الیہ جدا وقال ان للمراۃ ھیئۃ لیست للرجل (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے کہا کہ کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ رفع یدین کرے گی۔ آپ نے فرمایا عورت تکبیر کہتے وقت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی نماز میں ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۲۔ عن یزید بن ابی حبیب ان النبی ﷺ مر علی امراۃ تین تصلیان فقال اذا سجدتما

فضما بعض اللحم الی الارض فان المرءة ذفی ذالک لیست کالرجل۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۸، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳

حضرت یزید بن ابی حبیبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں۔

۵- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اذا جلست المرأۃ فی الصلوۃ وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیہ کاستر مایکون لها وان اللہ تعالیٰ ینظر الیها و یقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۵۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶- عن ابی اسحق عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ و ارضاہ قال اذا سجدت المرأۃ فلتحتفز و تضم فخذیها (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

عن ابن عباس انہ سئل عن صلوٰۃ المرأۃ فقال تجتمع و تحتفز

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

۸- عن ابراهیم قال اذا سجدت المرءة فلتزق بطنها بفخذیها و ترفع عجیزتها و لا تجافی کما یجافی الرجل۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰، بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹- عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل بطنه على فخذيه اذا سجد كما تضع المرأة. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۰)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔

۱۰- عن ابن عمرؓ انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ قال كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن (يعني يستوين جالسات على اوراكهن)

(جامع المسانید ج ۱ص ۴۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چار زانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔

۱۱- عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال التسبيح للرجال و التصفيق للنساء

(بخاری ج ۱ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ص ۱۸۰، ترمذی ج ۱ص ۸۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر امام کو لقمہ دینا ہو تو سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لئے (اس لئے کہ عورتوں کے لئے پردے کا حکم ہے)۔

۱۲- عن عائشه قالت قال رسول الله ﷺ لا تقبل صلوٰة الحائض الا بخمار

(ترمذی ج ۱ص ۸۶، ابوداؤد ج ۱ص ۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ (اور مرد کے لئے دوپٹہ نہیں)

قال الامام عبدالحی اللكهنوی " و اما فی حق النساء فاتفقوا علی ان السنه لهن وضع اليدين على الصدر" (السعایہ ج ۲ص ۱۵۶)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں رہا ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

قال الامام ابوزید القیروانی المالکی۔

"وهي في هيئة الصلوٰة مثله غير انها تنضم و لاتفرج فخذيها و لاعضديها فتكون منضمة منزوية في جلوسها وسجودها. (الرسالہ بحوالہ تحفۃ العروس ص ۵۰)

امام ابوزید قیروانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔

(قال الشافعیؒ) و قد ادب اللہ تعالیٰ النساء بالاستتار و ادبھن بذالک رسولہ ﷺ و احب للمراۃ فی السجود ان تضم بعضھا الیٰ بعض و تلصق بطنھا بفخذیھا و تسجد کاستر مایکون لھا وھکذا احب لھا فی الرکوع و الجلوس و جمیع الصلوۃ ان تکون فیھا کاستر مایکون لھا" (کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۵)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول ﷺ نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لئے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکالیں اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان کے لئے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

قال الامام الخرقی الحنبلیؒ

"و الرجل و المراۃ فی ذالک سواء الا ان المراۃ تجمع نفسھا فی الرکوع و السجود و تجلس متربعۃ او تسدل رجلیھا فتجعلھا فی جانب یمینھا (قال الشارح ابن قدامۃ الحنبلیؒ) الاصل ان یثبت فی حق المراۃ من احکام الصلوۃ ما ثبت للرجال لان الخطاب یشملھا غیر انھا خالفۃ فی ترک التجافی لانھا عورۃ فاستحب لھا جمع نفسھا لیکون استر لھا فانہ لایومن ان یبدو منھا شیئی حال التجافی و ذالک فی الافتراش قال احمد و السدل اعجب الی و اختارہ الخلال" (المغنی لابن قدامہ ج ۱ ص ۵۶۲)

"امام خرقی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے (سکیڑے) پھر یا تو چار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے ابن قدامہ حنبلیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی احکام ثابت ہیں جو مرد کے لئے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک تجافی میں (یعنی

عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہذا اس کے لئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت کے لئے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے ------ امام احمدؒ فرماتے ہیں مجھے عورت کے لئے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو بائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو خلالؒ نے اختیار کیا ہے۔"

مندرجہ بالا احادیث وآثار اجماع امت اور فقہاء کرام Consensus of scholars کے اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق of Ijtihad ہے (۱) مرد تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ سے واضح ہے مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہریؒ مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ اور کوفہ میں حضرت حمادؒ یہی فتویٰ دیتے تھے کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)

(۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سینہ پر۔ مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا احادیث سے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے بیان سے واضح ہے۔

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں گے اور عورتیں ملا کر جیسا کہ احادیث نمبر ۴، ۵ سے واضح ہے۔

(۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں کھڑا کرکے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر متنبہ کریں گی جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ سے واضح ہے۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی اگرچہ مکروہ ہے۔ لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز نہیں ہوتی۔

(نوٹ۔ نماز مسنون کا تفصیلی طریقہ اور دیگر اہم مسائل کیلئے بندے کی کتاب "مختصر نصاب" اور "آئینہ اہل حدیث") پڑھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے ان کا ادا کرنا ضروری ہے

۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال من نسی صلوٰۃ فلیصلھا اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذالک۔ (بخاری ج۱ ص۸۴ مسلم ج۱ ص۲۴۱ واللفظ مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ صرف یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۲۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رقد احدکم عن الصلوۃ او غفل عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ عزوجل یقول اقم الصلوۃ لذکری (مسلم ج۱ ص۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری یاد کے لئے۔

۳۔ عن جابر بن عبداللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعدما غربت الشمس فجعل یسب کفار قریش قال یا رسول اللہ ما کدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب قال النبی ﷺ ماصلیتھا فقمنا الیٰ بطحان فتوضاء للصلوۃ فتوضئنا لھا فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدھا المغرب

(بخاری ج۱ ص۸۴ مسلم ج۱ ص۲۲۷)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی ہم مقام بطحان

میں پہنچ کر ٹھہرے آپ ﷺ نے وضو فرمایا ہم نے بھی اس نماز کے لئے وضو کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

۵۔ عن ابی عبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود قال قال عبداللہ ان المشرکین شغلوا رسول اللہ ﷺ عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذھب من اللیل ماشاء اللہ فامر بلالاً فاذن ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء۔ (ترمذی ج ا ص ۴۳)

حضرت ابوعبیدۃ رحمۃ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ ﷺ نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

۶۔ عن عبداللہ بن عمرؓ انہ کان یقول من نسی صلوۃ فلم یذکرھا الاوھو مع الامام فاذاسلم الامام فلیصل الصلوۃ التی نسی ثم لیصل بعدھا اخریٰ۔

(موطا امام مالک ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیرے تو اسے چاہیے کہ پہلے وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجھ کر یا بھول کر یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں اس بناء پر ان کی ادائیگی ضروری ہوئی اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اعذار کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب عذر (سوتے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوئی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اقیموا الصلوۃ" "نماز قائم کرو" ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے نماز بہر حال پڑھنی پڑے گی چاہے ادا پڑھے یا قضا پڑھے اگر ادا نہیں پڑھی تو قضا پڑھے کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرض ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہٰذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی ادا پڑھے یا قضا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"فاقرضوا اللہ فھو احق بالوفاء" (نسائی ج۲ص۲)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ "فدین اللہ احق ان یقضی" (بخاری ج۱ص۲۶۲)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے امام نووی رحمۃ اللہ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں۔

"فیہ وجوب قضاء الفریضۃ الفائتۃ سواء ترکھا بعذر کنوم او نسیان ام بغیر عذر و انما قید فی الحدیث بالنسیان ام بغیر عذر و انما قید فی الحدیث بالنسیان لخروجہ علیٰ سبب و لانہ اذا وجب القضاء علی المعذور فغیرہ اولیٰ بالوجوب وھو من باب التنبیہ بالادنیٰ علی الاعلیٰ و اما قولہ ﷺ فلیصلھا اذا ذکرھا فمحمول علی الاستحباب فانہ یجوز تاخیر قضاء الفائتۃ بعذر علی الصحیح و قد سبق بیانہ و دلیلہ و شذ بعض اھل الظاھر فقال لا یجب قضاء الفائتۃ بغیر عذر وزعم انھا اعظم من ان یخرج من وبال معصیتھا بالقضاء و ھذا خطاء من قائلہ و جھالۃ واللہ اعلم (نووی ج۱ص۲۳۸)

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو فرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا یا بغیر عذر کے اور حدیث میں جو بھول جانے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لئے بھی کہ جب عذر والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ کے باب سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے" یہ استحباب پر محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز

کو کسی عذر کی وجہ سے موخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے صحیح قول کے مطابق اس کا بیان اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو یہ کہا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضا واجب نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی معصیت سے نکلے' یہ اس قائل کی غلطی اور جہالت ہے۔"

فوت شدہ نماز کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ لکھتے ہیں۔

"واتفقوا علیٰ وجوب قضاء الفوائت" (رحمۃ الامۃ ص ۳٦)
فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کسی وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کی تین نمازیں لگاتار قضا ہو گئیں یعنی ظہر' عصر' مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت ان کی قضاء شروع کی تو ان نمازوں کو ترتیب سے پڑھا' پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو' ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہونے کی وجہ سے پہلے عشاء پڑھ لی ہو پھر قضاء نمازیں پڑھی ہوں' آپ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر تو قضاء نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں وقتیہ نماز پر قضاء نماز کو اولیت حاصل ہو گی یعنی پہلے قضاء نماز ادا کی جائے گی پھر وقتیہ لہٰذا اگر کوئی فوت شدہ نماز کو قضاء پڑھے بغیر وقتیہ نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہو گی اسے چاہیے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقتیہ کو دہرائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ٦ سے ظاہر ہے (البتہ یہ بات ضروری ہے کہ فوت شدہ اور وقتیہ نماز میں یہ ترتیب صاحب ترتیب کے لئے ہے۔

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف الہدیٰ انٹرنیشنل غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ و استغفار کافی ہے۔ (اس پر ایک اور مضمون آخری حصہ میں مطالعہ فرمائیں۔) ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عمل بالقرآن

"الہدیٰ والے نو ماہ کا کورس کرا کر بچی کو فارغ کر دیتے ہیں۔ اگرچہ قرآن کی تفسیر و ترجمہ کیلئے

بنیادی علوم کی ضرورت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یہ نہیں کہ ہمارے زمانہ کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمہ دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح ہو تب بھی اس نے خطا کی مگر آج کل کے روشن خیال لوگ قرآن پاک کی ہر آیت میں سلف کے اقوال کو چھوڑ کر نئی بات پیدا کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں ہر روشن خیال اس قدر جامع الاوصاف اور کامل و مکمل بننا چاہتا ہے کہ وہ معمولی سی عربی عبارت لکھنے لگے بلکہ صرف اردو عبارت دلچسپ لکھنے لگے یا تقریر برجستہ کرنے لگے تو پھر وہ تصوف میں جنید و شبلی کا استاد ہے فقہ میں مستقل مجتہد ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر میں جو جی سے نئی بات دل چاہے گھڑے نہ اس کا پابند کہ سلف میں سے کسی کا یہ قول ہے یا نہیں' نہ اس کی پرواہ کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اس کی نفی تو نہیں کرتے' وہ دین میں مذہب میں جو چاہے کہے جو منہ میں آئے بکے کیا مجال ہے کہ کوئی شخص اس پر نکیر کر سکے یا اس کی گمراہی کو واضح کر سکے' جو یہ کہے کہ یہ بات اسلاف کے خلاف ہے وہ لکیر کا فقیر ہے' تنگ نظر ہے' پست خیال ہے' تحقیقات عجیبہ سے عاری ہے۔ لیکن جو یہ کہے کہ آج تک جتنے اکابر نے' اسلاف نے جو کچھ کہا وہ سب غلط ہے اور دین کے بارے میں نئی نئی بات نکالے وہ دین کا محقق researcher ہے حالانکہ اہل فن experts نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے مختصراً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔

☆ اول لغت: جس سے کلام کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفت لغات عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں' اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔

☆ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اعراب زیر زبر پیش کی تبدیلی سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔

☆ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ بناء اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہوجاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم الصرف فوت ہوگیا اس سے بہت کچھ فوت ہوگیا۔ علامہ زمخشری اعجوبات تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قرآن پاک کی آیت یوم ندعو کل اناس بامامھم (جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدی اور پیشرو کے ساتھ) اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی جس دن پکاریں گے ہر شخص کو ان کی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو ام کی جمع سمجھ لیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہوجاتا کہ ام کی جمع امام نہیں آتی۔

☆ چوتھے اشتقاق (کسی لفظ کا کسی لفظ سے نکلنا) کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جبکہ دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مسح سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں۔ اور مساحت سے بھی ہے جس کے معنی پیمائش کے ہیں۔

☆ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیب معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہے۔

☆ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔

☆ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں اس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔

☆ آٹھویں علم قرات کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح preference معلوم ہوجاتی ہے۔

☆ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ و تقدس پر صحیح نہیں۔ اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسے کہ ید الله فوق ایدیھم۔

☆ دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہوسکیں۔

☆ گیارہویں اسباب نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح

ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔

☆ بارھویں ناسخ و منسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہوسکیں۔

☆ تیرھویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔

☆ چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک مجمل Embiguous آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

☆ ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وھبی ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیہ خاص ہے اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے من عمل بما علم ورثه الله علما مالم يعلم (بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ ایسی چیزوں کا علم عطاء فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا)

اہل اصول نے لکھا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کے لئے اس کے اصول کا جاننا ضروری ہے جو قرآن حدیث اور اجماع ہے اور چوتھے قیاس جو ان ہی سے مستنبط ہو۔

پھر قرآن پاک پر عمل کرنے کے لئے چار چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے پہلا نظم قرآنی صیغہ اور لغت کے اعتبار سے۔ اس کی بھی چار قسمیں ہیں۔

خاص، عام، مشترک، مئول۔

دوسری قسم وجوہ بیان، اس کی بھی چار قسمیں ہیں۔ ظاہر، نص مفسر، محکم اور چار قسمیں ان کے مقابل خفی، مشکل، مجمل، متشابہ۔

اور تیسری قسم نظم قرآن کے استعمال کو جاننا یہ بھی چار قسمیں ہیں۔

حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ۔

اور ان سب کے بعد بھی ایک مستقل قسم ہے جو سب کو شامل ہے یہ بھی چار رکنیں۔ ماخذ اشتقاق کو جاننا۔ ان کے مفاہیم اصطلاحیہ Terms کو جاننا اور ان کی ترتیب کو جاننا اور ان پر مرتب ہونے والے احکام کو جاننا امر کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ کہاں وجوب کے لئے ہے اور کہاں جواز کے لئے اور استحباب کے لئے اور تکرار کے لئے قرآن پاک میں لفظ "ادا" کبھی "قضا" کے معنی میں آتا ہے اور کبھی قضا ادا کے معنی میں نیز امر کبھی مطلق ہوتا ہے کبھی مقید، امر مقید کی چار قسمیں ہیں۔ یہ سب امور اصول فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں، ہم نے یہ نورالانوار سے مختصراً نقل کئے ہیں۔

ابوداؤد شریف (بذل ۱۹۱) میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تمہارے بعد فتنوں کا زمانہ آنے والا ہے کہ مال کی کثرت ہو جائے گی اور قرآن عام ہو جائے گا حتیٰ کہ اس کو مومن اور منافق' مرد' عورت' بڑا' چھوٹا' غلام' آزاد سب پڑھنے لگیں گے تو ایک کہنے والا کہے گا کہ لوگ میری اتباع کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے۔ یہ اس وقت تک میری اتباع نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ میں کوئی نئی بات نہ گھڑ دوں' حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ اپنے کو نئی نئی بدعتوں سے بچاتے رہو۔ کیونکہ جو بدعت نکالی جائے گی وہ گمراہی ہوگی۔ فقط

جو لوگ اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں قرآن کو پھیلا دیا وہ حدیث بالا کی روشنی میں موجب ہلاکت اور فساد ہیں قرآن پاک کا ترجمہ برکت کے واسطے موجب برکت لیکن مسائل کا استنباط کرنا علوم قرآن سے واقفیت کے بغیر ہرگز جائز نہیں تاوقتیکہ ان علوم سے واقفیت نہ ہو جن کا ذکر مفصل اوپر گزرا کہ احکام کو مستنبط کرنا ان علوم پر موقوف ہے جو اوپر گزرے۔ در منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا گیا کہ یوءتی الحکمۃ من یشاء الایۃ اس سے مراد ہے قرآن کی معرفت اس کے ناسخ و منسوخ' محکم و متشابہ' مقدم و موخر' حلال و حرام اور اس کے امثال وغیرہ کو جاننا۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نامحرم سے پردہ

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی اجنبی مرد و عورت آپس میں اکیلے نہیں بیٹھتے مگر تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے (مشکوٰۃ شریف) اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ربیع رضی اللہ عنہا صحابیہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ شب زفاف کے بعد میرے گھر آئے اور میرے پاس اس طرح بیٹھے جس طرح کہ آپ بیٹھے ہیں (اے خالدؓ) الی اخرہ (بخاری شریف) حاشیہ والے نے فوراً اعتراض کیا کہ حضور اکرمؐ اجنبی عورت کے ساتھ کیسے بیٹھے؟ تو محدثین نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ (۱) کہ اس وقت پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا یا یہ حضور اکرمؐ کی خصوصیت تھی کہ حضور اکرمؐ کو اس طرح کرنا جائز تھا (۲) وہ عورت باپردہ تھی (حاشیہ نمبر ۶)۔

جب حضور اکرمؐ کے لیے پردے کا حکم ہے تو کیا چودہ سو سال بعد فحاش اور منحوس میڈیا نے ہمارا اتنا گندا ذہن بنا دیا ہے ہمارے لئے پردے کے اہتمام کا حکم نہیں ہوگا۔

اور کیا قرآن کریم صحابہؓ کو خطاب کرکے نہیں فرما رہا۔ واذا سالتموھن متاعاً فاسئلوھن

من وراء حجاب (الایہ) جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ میں مانگو۔ پاک باز صحابہ ہماری ماؤں سے پردے کی اوٹ میں چیز مانگیں اور ہم موجودہ دور میں پردے کی چھٹی کرائیں۔ یہ بیچاری مستورات پھنس جاتی ہیں ان کو غیر محرم کے رواجی پردے میں ملبوس کر کے اندرون و بیرون ممالک ممالک میں دوروں کے لئے بھی لے جاتے ہیں لندن ترکی اور عرب ممالک میں پھراتے ہیں اور رب العزت سے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ان کے ذہن میں نہیں کہ

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشه فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون (النور)

بیشک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحاشی عام کریں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔

اور ”الہدیٰ“ کی ”میڈم صاحبہ“ ٹی وی پر درس دیتی ہیں اور ان کے سامنے موجود بے پردہ عورتوں کو پوری دنیا دیکھ کر دین کے نام پر بدنظری میں مبتلا ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعی پردہ یا رواجی

محترم قارئین اللہ رب العزت نے قرآن کریم اور پیغمبر خدا ﷺ نے احادیث مبارکہ میں پردے کا حکم دیا ہے اور اس کی اصل وجہ عورت کے حسن اور مردوں کے ذہنوں کی حفاظت ہے۔ اور جس پردے سے مثلاً موجودہ برائون یا کالی ربڑی چادریں۔ عورت کا حسن ابھرے تو یہ پردہ نہیں بلکہ پردے کے نام پر فحاشی ہو رہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے جہنم کے نظارے دیکھے۔ حضور اکرم ﷺ نے شب معراج میں مختلف عذابوں میں مبتلا عورتوں کو دیکھا۔ جس میں ایک عورت کو دیکھا کہ جہنم میں بالوں سے لٹکی ہوئی ہے۔ اور اس کا سر ہانڈی کی طرح آگ میں ابل رہا ہے یہی وہ عورت تھی جو دنیا میں بے پردگی کرتی تھی میری مسلمان ماؤں بہنوں اس عذاب سے ڈریں اور صحیح شرعی پردہ کریں۔ شرعی پردہ یہ ہے کہ پورے بدن اور خصوصاً چہرہ اس طرح چھپائیں کہ پورا بدن میں کسی حصے کے اتار چڑھاؤ کا پتہ نہ چلے۔ اور بدن چھپانے کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ بدن نظر آئے۔ اور نہ ہی دلکش ہو۔ جس کی طرف نظریں لپکیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ وہ باپردہ عورت جس کے پردے کی طرف نظریں لپکیں۔ اس عورت کو بھی بے پردہ عورتوں کی طرح عذاب ہوگا۔ نبی فرماتے

ہیں کہ عورتیں باہر نکلتے وقت میلی کچیلی نکلیں (ابن ماجہ) آرائش صرف شوہر کے لئے ہے۔ آج کل بعض عورتیں تنگ یا چست لباس پہن لیتی ہیں اور چہرہ سکارف سے چھپا لیتی ہیں اور اپنے آپ کو باپردہ سمجھتی ہیں۔ اگرچہ یہی تو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہیں۔ بعض بوڑھی عورتوں کو دیکھا جاتا ہے کہ خود باپردہ ہیں حالانکہ جوان بیٹیاں ان کے ساتھ بے پردہ جارہی ہوتی ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ بوڑھی عورتوں کے لئے پردہ میں نرمی ہے (سورہ نور) لہٰذا جن کو پردہ کرنا چاہیے تھا وہ پردہ نہیں کررہی اور جس کے لئے نرمی ہے وہ باپردہ ہوگئی ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے کہ وہ عورت زانیہ ہے جو خوشبودار چیز استعمال کر کے مردوں کے پاس سے گزرے (ترمذی)۔ بعض عورتیں پورے بدن کو چھپا کر چہرہ کھول لیتی ہیں۔ حسن کا حقیقی کرشمہ کھول کر باقی بدن کو چھپانا کہاں کا پردہ ہے۔ اصل حسن تو چہرہ ہے۔

یا ایھا النبی سے جلابیبھن تک آیت جب نازل ہوئی تو صحابیات ایک آنکھ کھول کر ضرورت کے تحت دیواروں سے لگ لگ کر باہر نکلتی تھیں اور دیواروں سے کپڑے چھٹتے تھے وہ تو نہایت اچھا زمانہ تھا۔ اب تو فتنوں کا دور ہے۔ لہٰذا اس سے بھی زیادہ تر پردہ کرنا چاہیے۔ بعض عورتیں کہتی ہیں ہمارا دل صاف ہے اس لئے پردہ نہیں کرتیں تو جواب میں گزارش ہیں کہ یہ کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں بلکہ دل کی صفائی اللہ کے احکام ماننے میں ہے نہ کہ اس کو پس پشت ڈالنے میں ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا اللہ کا ارشاد ہے بعض لوگ اس کا غلط مطلب لیتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے۔ لہٰذا چہرہ چھپانا لازم نہیں اگرچہ پہلی والی آیت پہلے اور یہ آیت بعد میں اتری ہے تو کیا پہلے چہرہ چھپانے کا حکم ہوا پھر کھولنے کا؟ بلکہ والا یبدین سے مراد یہ ہے کہ چہرہ وغیرہ عورت نہیں باقی اس کا پردہ واجب ہے۔ بہر حال اپنی مستورات کو وہ پردہ کراؤ جس سے عورت کے حسن کی حفاظت ہو اور لوگوں کیلئے باوجود پردہ کے فتنے کا سبب نہ بنے۔

نوٹ۔ پردہ کے حوالے سے تفصیل کیلئے اس عاجز کی کتاب "حوا کے نام" (انگلش، اردو) پڑھیں صفحات۔ ۳۸۲ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿عورتوں کی جماعت اور مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونا﴾

☆ پہلی بات عورت کا نماز میں امام بننا۔ دوسری بات عورتوں کا مسجد جا کر امام کیساتھ نماز پڑھنا۔ ☆

ا۔ جہاں تک عورت کی امامت تعلیم اور سکھانے کی غرض سے امامت ہے۔ تو اسمیں کسی اختلاف نہیں۔ کہ یہ جائز ہے۔ چنانچہ علی الاطلاق اور پابندی سے اسپر عمل کرنے والے انہی دلائل کو پیش

کرتے جنمیں عورتوں کی امامت کا جواز ہے۔

مثلاً حضرت عائشہؓ (مصنف عبدالرزاق)، حضرت حجیرہ کی روایت ام سلمہؓ سے روایت (عبدالرزاق)، ابن عباسؓ، (عبدالرزاق)، ام ورقہؓ کی روایت (ابوداؤد)

۲۔ لیکن ان دلائل میں کہیں بھی عورتوں کی جماعت کی فضیلت نہیں کہ عورتوں کی جماعت کی اتنی فضیلت ہے اور نہ ہی ان روایات میں عورتوں کی جماعت کی ترغیب ہے۔ اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں عورتوں کی مساجد کا ذکر ہے اور نہ ہی عام عورتوں کی امامت کا ذکر ملتا ہے بلکہ چند بعض مخصوص مستورات کی امامت کا ذکر ملتا ہے۔ اور جن روایات میں ذکر ملتا بھی ہے تو وہ روایات صحاح ستہ میں نہیں۔ اور ابوداؤد کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اہم بات یہ ہے کہ جزئیے سے قاعدہ کلیہ بنانا کہاں کا انصاف ہے۔ دیکھیے مردوں کی امامت کے ثبوت پر اجماع ہے۔ لہٰذا مردوں میں طبقہ در طبقہ اس پر عملدرآمد کر رہا ہے جبکہ عورتوں کی امامت کے بارے میں "تواتر عملی" آپ کو نہیں ملے گی۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ مریم علیہا السلام کے بارے میں قرآن کے الفاظ ہیں کہ وارکعی مع الراکعین رکوع کرنے والوں کیساتھ رکوع کر۔ لیکن بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی سامنے رکھ لینی چاہیے کہ انہوں نے فرمایا" کہ حضور اکرم ﷺ اگر آج کی یہ حالت جو عورتوں کی ہے حضور اکرم ﷺ دیکھ لیتے تو اسطرح ان عورتوں کو منع کر لیتے۔ جسطرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کیا گیا۔

۴۔ عورتوں کی اپنی جماعت کے جواز کے متعلق آخری اور چوتھی بات یہ ہے کہ جتنی روایات اس حوالے سے پیش کی جاتی ہیں کہ عورتوں کی جماعت درست ہے تو ان روایات کی سند کے حوالے سے کبھی بھی بحث نہیں کی گئی ہے کہ وہ روایات صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ موقوف مرسل ہیں یا مرفوع؟ اور جب انکے خلاف کوئی موقوف یا مرسل روایت ہوتی ہے تو یہ حضرات کہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے

﴿اب آپ اس طرف آئیں کہ عورتوں کی امامت علی الاطلاق درست نہیں﴾

پہلی بات۔ اب وہ روایات ذکر کی جائیں گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں عورت جماعت نہیں کرا سکتی۔ جس سے یہ اشکال ذہن میں نہیں آنا چاہیے کہ ایسی روایات بھی ہیں جن سے عورتوں کی امامت کا جواز ملتا ہے اور ایسی روایات بھی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ عورتوں کی امامت علی الاطلاق درست نہیں ہے۔

لیکن دونوں روایات میں درحقیقت کوئی تضاد اور اختلاف نہیں ہے۔ جن روایات میں جواز کا ذکر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کبھی تعلیم کی غرض سے عورت امام بن جائے اور دیگر عورتوں کو نماز کا طریقہ سکھائے۔ اور اس تعلیم کو باقاعدہ عبادت نہ بنائے تو یہ بالکل درست ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں

وہ ادلہ شرعیہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کی امامت بہتر نہیں ہے۔

۱۔ عن عائشہؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا خیر فی جماعۃ النساء۔

(مسند احمد۔ طبرانی فی الاوسط۔ یہ روایت حسن ہے اسمیں ابن لہیعہ ہے جسکی روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ واحتج بہ غیر واحد کما فی مجمع الزوائد جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۲۶)

ترجمہ۔ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے۔

۲۔ عن علیؓ قال لا تؤم المرءۃ (مدونہ کبری لمالک جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۸۶) قلت رجال ھذہ الروایۃ ثقات ولا یضرہ عدم تسمیۃ الروی عن علیؓ لان شیوخ ابن ابی ذئب کلھم ثقات سوی البیاضی قالہ ابن معین و ابو داؤد کما فی التھذیب ۹، ۳۰۴ فالسند صحیح)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورت امامت نہ کرائے۔

۳۔ عورتوں کی امامت کے معمول نہ ہونے پر تواتر عملی ہے۔

۴۔ عورتوں کیلئے الگ مساجد ابوبکرؓ کے دور سے لیکر آج تک نہیں بنائی گئی ہیں۔ اور گھروں کے اندر جو "جائے نماز" ہوتے ہیں۔ اسمیں تواتر عملی انفرادی نماز کی ہے نہ کہ جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کی۔

﴿عورتوں کا مسجد جا کر نماز پڑھنا مرد کی امامت میں﴾

پہلی بات۔ یہ ہے کہ آج تک کسی عالم دین نے یہ نہیں کہا ہے کہ مرد کی امامت میں عورت کی نماز پڑھنا حرام ہے۔ بلکہ سارے علماء کرام جواز ہی کے قائل ہیں۔ لیکن علماء کرام فرماتے ہیں کہ احادیث کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کا گھروں پر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ (تفصیلی احادیث آرہی ہیں)

دوسری بات۔ حضرت عائشہؓ کی بخاری شریف والی روایت اس مسئلہ پر بہترین مستدل اور روشنی ڈالنے والی ہے کہ انہوں نے فرمایا (جو حضور اکرم ﷺ کی مزاج کو سمجھنے والی اور شریعت کی بہترین شرح کرنے والی تھیں) کہ حضور اکرم ﷺ اگر عورتوں کی یہ روش دیکھتے جو اب ہے تو۔ منعھن کما منعت نساء

بنی اسرائیل ۔۔۔ نبی علیہ السلام انکو منع کرتے جسطرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا۔

تیسری بات ۔ مرد اگر جماعت سے نماز پڑھے گا۔ تو اسکے فضائل تو بہت زیادہ ہیں لیکن عورتوں کیلئے وہی فضائل بالاجماع نہیں ہیں۔ اسی طرح جماعت سے نماز چھوڑنے پر جو وعیدیں آئی ہیں ۔ وہ مردوں کیلئے تو ہیں لیکن اگر عورت جماعت سے نماز نہ پڑھے تو اسکے لئے کوئی وعید نہیں ہے۔

چوتھی بات ۔۔ اب تفصیلی احادیث اس بارے میں آرہی ہیں کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور یہ کہ بعض صحابہؓ نے اپنی بیویوں اور عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۔ یہاں یہ اشکال نہیں کرنا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ اللہ کی بندیوں کو مسجد آنے سے منع نہ کرو۔ اور صحابہؓ روکتے تھے ۔۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے مزاج شناس تھے اسی مزاج کو دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے قولا اور صحابہؓ نے عملا منع فرمایا۔ اور انکا منع بالکل درست تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں صریح ہے کہ "بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز عصر پڑھنی ہے"۔ لیکن کچھ صحابہؓ نے راستہ میں اور کچھ نے بنی قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی۔ جنہوں نے بنی قریظہ میں نماز پڑھی انہوں نے الفاظ کو دیکھا۔ اور جنہوں نے راستہ میں نماز پڑھ کر الفاظ کو چھوڑا اور حضور اکرم ﷺ کے مزاج اور مقصد کو سمجھ کر عمل کیا۔ کہ حضور اکرم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ غزوہ خندق کے بعد جلدی جلدی بنو قریظہ یہودیوں کے قبیلہ کے قلعے کا محاصرہ کرو۔ جنہوں نے غزوہ خندق کی لڑائی میں جاسوسی اور بغاوت کا واسطہ ہموار کیا تھا۔ تو صحابہ نے حضور اکرم ﷺ کا مقصد فوت نہیں ہونے دیا (یعنی جلدی کرنا) اور راستہ میں نماز بھی پڑھ لی۔

عورتوں کا مسجد آ کر نماز پڑھنا درست نہیں

(۱) حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی بیوی حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں آپ کے ساتھ نماز کو پسند کرتی ہوں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں۔ کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہے لیکن تیری نماز کمرے میں بہتر ہے تیرے گھر میں نماز پڑھنے سے اور تیرا گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے اور قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے۔

لہذا راوی کہتا ہے کہ حضور اکرمؐ کے اس ارشاد کے بعد ابو حمید کی بیوی نے حکم دیا تو اس کے لئے کمرے میں دور اور تاریک کونا منتخب کیا گیا اور وہ اس میں نماز پڑھتی رہتیں یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔

وكانت تصلى فيه حتى لقى الله عزوجل

(مسند احمد — صحیح ابن خزیمہ — ترغیب وترہیب ص ۵۸ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۰)

(۲) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ عورت کی نماز کوٹھڑی میں بہتر ہے برآمدے میں نماز پڑھنے سے اور حجرے میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے گھر میں نماز پڑھنے سے اور گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے۔ (ترغیب وترہیب ص ۲۹)

(۳) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر حضور اکرمؐ آج کل کی عورتوں کے پیدا کردہ حالات کو دیکھتے تو عورتوں کو ضرور بضرور مسجدوں میں آنے سے منع فرماتے۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا۔ (مسلم شریف ا ص ۱۸۳ بخاری شریف ج ا ص ۱۲۰)

قارئین بخاری مسلم کے اس ارشاد پر ذرا غور فرمائیں۔

(۴) عبداللہ بن مسعودؓ عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد سے نکالتے تھے اور فرماتے نکل جاؤ اپنی گھروں کی طرف وہ تمہارے لئے بہتر ہیں۔ (طبرانی۔ مجمع الزوائد ج ا ص ۱۵۶)

(۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔ اور ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔ (مستدرک حاکم ج ا صفحہ نمبر ۲۰۹)

(۶) ابن عمرؓ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور عورت اپنے گھر کی سب سے زیادہ بند کوٹھڑی ہی میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتی ہے۔ (طبرانی ترغیب والترہیب ج ا ص ۱۸۸)

(۷) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ایک عورت زرق برق لباس اور ناز سے مسجد میں آئی حضور اکرمؐ نے غصہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں پر اس وجہ سے لعنت ہوئی کہ وہ مسجدوں میں ناز کے ساتھ داخل ہوئیں۔ (ابن ماجہ مترجم ج ۳ ص ۲۷۶)

(۸) حضور اکرمؐ نے فرمایا جب عورتیں باہر نکلیں تو میلی کچیلی نکلیں۔ (ابن ماجہ)

(۹) عبداللہ ابن عمرؓ جمعہ کے روز کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۲۸)

نوٹ یہ سب کچھ مسجد نبوی میں صحابہؓ کی موجودگی میں ہوتا تھا۔

(۱۰) حضرت عمرؓ جب نماز پڑھنے آتے تو ان کی بیوی عاتکہؓ بھی پیچھے ہوتیں حضرت عمرؓ بہت ہی غیور تھے۔ وہ اس کے مسجد جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳)

(۱۱) حضور اکرمؐ کے دور مبارک میں قبیلہ بنو ساعدہ کے لوگوں نے اپنی بیویوں کو مسجد میں آنے سے روکنا شروع کر دیا تھا حضور اکرمؐ نے ان کے خاوندوں کو نہیں ڈانٹا بلکہ عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔

(۱۲) عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تمام صحابہ کی موجودگی میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔ جب اس زمانے میں ممانعت ہوئی اور وہ آج کل کے زمانے سے اچھا زمانہ تھا اور عورتوں کو مسجد نبوی میں آنے سے روکا گیا تو کیا آج کل کی مسجدیں اس سے بہتر ہیں۔

الغرض غرض ہے کہ یقینا حضور اکرمؐ کے زمانے میں مسجدوں میں عورتوں نے نمازیں پڑھیں اور وہ باتیں احادیث میں موجود ہیں لیکن سوال یہ ہے افضل کیا ہے؟ اور کیا تھا؟ اور کیا حضورؐ نے عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب نہیں دی۔

تو اس فیشن ایبل دور میں عموی عورتوں کو مسجد میں آنے کی ترغیب اور اس پر زور دینا کتنا نقصان دہ ہے ہر ذی شعور جانتا ہے۔ اللہ رب العزت ہم کو قرآن وسنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور کیا اس فحاشی و عریانی کے دور میں اس بات کی گارنٹی غیر مقلدین دے سکتے ہیں کہ عورتیں مسجد آئیں اور خوشبو پاؤڈر اور بھڑکیلا لباس استعمال نہیں کریں گی اور نگاہیں نیچی رہیں گی اور راستہ میں لفنگے بدمعاش بھی نظر نیچے رکھیں گے۔

میں دسمبر ۲۰۰۰ء کو عمرہ کے لئے گیا تھا۔ پہلا جمعہ مدینہ منورہ دوسرا مکہ مکرمہ میں پڑھا دونوں جگہ پر ائمہ کرام نے خطبوں میں اس پر زور دیا کہ اے عورتو گھروں میں نماز پڑھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور مکہ مکرمہ کے امام صاحب نے تو غصہ میں کہا تم مسجد میں آکر مردوں کے لئے فتنہ بنتی ہو۔ جس کو اس کی تحقیق کرنی ہو تو سعودیہ سے یہ کیسٹیں منگوا کر خود سن سکتا ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿تحریمہ کے بغیر رفع یدین نہ کرنا﴾

عن علقمة عن عبد اللهؓ قال الا اخبركم بصلوة رسول الله قال فقام فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد (نسائی ج ۱ ص ۱۱)

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو فرمایا کیا میں تم لوگوں کو حضور اکرمؐ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ ہاتھوں کو اٹھایا اور پھر آخیر تک ایسا نہ کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہؓ اور تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور یہی مسلک سفیان اور اہل

کوفہ کا ہے۔

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي و التابعين وهو قول سفيان و اهل الكوفة (ج ا ص ۵۹) اور تمام اہل مدینہ بھی نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۲۵۰)

یہ جو مشہور ہے کہ پچاس صحابہؓ سے رفع یدین کی روایات مروی ہیں تو اس سے مراد پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا ہے۔ نہ کہ وہ رفع یدین جو بعض حضرات کرتے ہیں۔

(نووی شرح مسلم۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بغیر محرم کے سفر کرنا

فحاشی عریانی اور آزادی نسواں Emencipation کے اس پرفتن دور میں "الہدیٰ انٹرنیشنل" کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ الہدیٰ کی "سردار عورت" آج ملتان کل کراچی اور پرسوں لندن اور ترسوں ترکی ہوتی ہے۔ اور جو میڈم کا حال ہے وہی حال ان کی جونیئر مستورات کا ہے اور بخاری شریف میں اس حدیث کو سفر کے ابواب میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہے کہ وہ سفر کرے تین دن تین راتیں (یعنی ۸۷ کلومیٹر کی مسافت کی) مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو

(بخاری مسلم)

کوئی اس حدیث کو دیکھ کر یہ اشکال نہ کرے کہ یہ حج کے لئے ہے یہ کہہ کر کہ محدثین اس کو حج کے ابواب میں لائے ہیں۔

جواباً عرض یہ ہے کہ کسی حدیث میں حج کا لفظ نہیں بلکہ الفاظ ہیں کہ لاتسافر امراءة مسيرة يوم و ليلة الا ومعها ذو محرم کہ کسی عورت کے لئے سفر جائز نہیں ایک دن ایک رات مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ خلوت نہیں کرتا مگر تیسرا شیطان ہوتا ہے تو کیا خلوت صرف حج میں ناجائز ہے؟ باقی اگر اجنبی مرد عورت

آپس میں ملیں تو جائز ہے؟ مشکوۃ صفحہ نمبر ۲۲۱ نکالیں اس میں اور بھی احادیث موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ الہدیٰ انٹرنیشنل والوں کو ہدایت نصیب فرمائے کہ قرآن و حدیث کو آڑ بنا کر عورت کو لبرل ازم کی طرف دھکیل رہے ہیں اور مغرب اور این جی اوز کا آلہ کار بن رہے ہیں کم از کم اگر عمل نہ کریں تو اپنی غلطی تو مان لیں کہ ہم غلط کر رہے ہیں۔

نوٹ۔ آئمہ حرمین کا یہی فتویٰ ہے کہ عورت مسافت سفر بغیر محرم کے نہیں طے کر سکتی ہے (فتاویٰ ابن باز)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿زبان سے نیت﴾

زبان سے نیت کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت جب ہمارا یہی مسلک ہے تو پھر ہم سے قرآن و حدیث سے دلیل کیوں طلب کرتے ہو کہ زبان سے نیت کرنا دکھاؤ۔ بعض لوگوں کی بڑی بے وقوفی ہوتی ہے کہ موقف کو سمجھتے نہیں اور بے تکے سوالات کرتے ہیں اصل میں بات یہ ہے کہ اعمال مقصودہ اور تیمم کے لئے دل سے نیت کرنا فرض ہے منہ سے نیت کرنا صرف اس آدمی کے لئے مستحب ہے جس کے دل میں وسوسے یا شک آئے یا وہ مطمئن نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

ولا عبرہ للذکر باللسان ـــــ فان فعلہ لتجمع عزیمة قلبہ فھو حسن

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۵)

ترجمہ۔ اور زبان سے نیت کہنے کا اعتبار نہیں (اصل مدار دل کا ہے) پس اگر کسی نے عزیمت Determination کو دل کے ساتھ برابر کرنے کیلئے زبان سے نیت کی تو اچھا ہے۔

اگر ہم زبان کی نیت کو فرض یا سنت کہیں پھر ہم سے دلیل مانگو۔ اس کی مثال اس طرح سمجھیں کہ اکیلا نمازی دو پیروں میں کتنی جگہ رکھے آپ کا یہی جواب ہوگا کہ بہتر یہ ہے وہ آدمی اپنی سہولت کو مدنظر رکھ کر دو پیروں کے درمیان جگہ بنالے۔ تو اگر ہم آپ سے اس پر دلیل پوچھیں تو کیا آپ جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ قرآن و حدیث اس پر خاموش ہیں۔ راقم الحروف نے بلوغ سے لے کر آج تک زبان سے نیت نہیں کی ہے۔ غیر مقلدیت کی طرف سے زبان سے نیت کے حوالے سے اتنا شور مچتا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں اور یہ ہمارے موقف کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ذرا ہماری فقہ حنفی کی کتاب کی عبارت پر غور کریں۔

(اگر ہم ان سے پوچھیں کہ بتاؤ نماز فرض بھی ہوتی ہے اور سنت ونفل بھی اسی طرح وقت، رکعات اور مختلف اوقات میں مختلف نمازیں ہوتی ہیں)— دل میں کن کن چیزوں کی نیت لازم ہے اور کن چیزوں کی نہیں۔ تو آپ جو جواب دیں گے اس پر ہم آپ سے پوچھیں گے کہ اگر فلاں فلاں چیز کی نیت کرنا لازم ہے تو یہ قرآن وحدیث میں کہاں سے ثابت ہے تو پھر اس کے لئے آپ کے پاس جواب نہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿قربانی﴾

اونٹ اور گائے میں سات حصے ہو نگے۔ زیادہ نہیں چنانچہ ابو داؤد شریف جلد دوم صفحہ ۳۰۹ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے تین حدیثیں اس حوالے سے مروی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ایک مجلس میں تین طلاقیں﴾

اگر ایک شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے تو وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں لیکن شیعوں اور غیر مقلدین احباب کے ہاں ایک واقع ہوتی ہے۔

امام بخاری نے باب باندھا ہے کہ باب من اجاز طلاق الثلاث کہ تین تین ہی واقع ہوتی ہیں اور امام بخاری نے احادیث سے ثابت کیا ہے کہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں (ج ۲ ص ۷۹۱) امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے چنانچہ علامہ نووی شرح مسلم میں رقمطراز ہیں فقال الشافعی و مالک و ابو حنیفه و احمدو جماهیر العلماء من السلف و الخلف یقع الثلاث

(شرح مسلم ج ا ص ۴۷۸)

اور ابن قیم رقمطراز ہیں الحق ماروا ه جماهیر اهل العلم من اهل الاسلام من الصحابه و غیرهم حق بات یہی ہے جو تمام اہل اسلام کہتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں

-

اور مکہ مدینہ کے حاضر مفتیوں کا بھی یہی فتویٰ ہے وبعد دراسة المسالة و تداول الرءی واستعراض الاقوال التی قیلت فیها و مناقشة ما علی کل قول من ایراد توصل

المجلس بالکثرۃ الی اختیار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد (ابحاث ھیئۃ کبار العلماء ج ۱ ص ۲۰۸)

اور عبداللہ بن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ حضور اکرمؐ، ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا (مسلم شریف) اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی کو ایک طلاق بار بار تاکید کے لئے دہرائے تو خواہ کتنی بار طلاق دے ایک ہوگی حضرت عمرؓ کے زمانے میں بعض لوگ تین ہی طلاق دے کر ایک کا کہتے تھے لہٰذا حضرت عمرؓ کے زمانے میں بعض لوگ تین ہی طلاق دے کر ایک کا کہتے تھے لہٰذا حضرت عمرؓ نے قضاءً قانوناً اس پر پابندی لگائی کہ آئندہ اگر کوئی شخص ایک کی نیت کرے (تو مفتی دیانت پر فتویٰ دے کر ایک کا حکم دے گا لیکن) قاضی پر اس کو قبول کرنا لازم نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ٹخنوں سے شلوار نیچے کرنا﴾

مردوں کے لئے ٹخنوں سے شلوار نیچے رکھنا گناہ کبیرہ اور فساق کی علامت ہے۔ لیکن الھدیٰ انٹرنیشنل کے داعیوں کی شلواریں ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہیں۔ عام آدمی غلط حرکت کرے تو اتنی بڑی بات نہیں لیکن دین کا داعی الٹی گنگا چلائے تو پریشانی ہوتی ہے۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ ما اسفل من الکعبین (ای صاحبہ) فی النار (مشکوٰۃ)
جس کے ٹخنے ڈھکے ہوں وہ جہنم میں جائے گا۔

دوسری حدیث ہے ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیامۃ
تین آدمی ایسے ہیں جن کے ساتھ اللہ رب العزت قیامت کے دن نرمی سے بات چیت نہیں کرے گا۔ ایک وہ آدمی جو سودا بیچے جھوٹی قسمیں کھائے دوسرا وہ آدمی جو احسان جتلائے اور تیسرا وہ آدمی المسبل ازارہ جو ٹخنوں سے شلوار نیچے رکھے۔ (مشکوٰۃ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں تکبر نہیں جس میں تکبر ہو اس کے لئے ٹخنوں سے شلوار نیچے کرنا حرام ہے جواباً عرض ہے کہ اکثر احادیث میں تکبر کا لفظ نہیں ہے مطلقاً موجود ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں آپ نے دیکھ لیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرمؐ ایک چیز کا حکم دیں اور ہم اس پر عمل نہ کریں تو کیا یہ تکبر نہیں ہوگا۔
تیسری بات یہ ہے کہ کیا صحابہؓ کے دل میں تکبر تھا کہ سارے صحابہؓ نصف پنڈلی تک لنگی رکھتے تھے۔ نعوذ

باللہ
چوتھی بات یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو یہ کہے کہ میرے دل میں تکبر ہے اس لئے میں نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کی ہوئی ہے؟

پانچویں بات یہ ہے کہ جتنے نیک لوگوں نے شلواریں اوپر کی ہیں ان میں تکبر ہے؟

چھٹی بات میرے پیارے بھائی دو چیزیں ہیں ایک ہے ٹخنوں سے شلوار یا لنگی یا پینٹ نیچے کرنا اور ایک ہے شلوار یا لنگی نیچے کر کے زمین پر گھسیٹنا (جس طرح کہ عرب میں یہ رواج تھا) پہلا والا تو بالکل حرام ہے۔ اس کے ساتھ کسی مرفوع روایت میں تکبر کی قید نہیں ہے۔ اور دوسری والی صورت کے ساتھ تکبر کی قید ہے۔

احادیث کے ذخیرے میں۔ من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله (الحدیث) جو شخص تکبر کے طور پر لنگی وغیرہ زمین پر گھسیٹے اللہ رب العزت اس کو نہیں دیکھے گا۔ تکبر کی قید گھسیٹنے کے ساتھ ہے نہ کہ نیچے کرنے کے ساتھ لوگوں نے غلط سمجھ لیا۔

ساتویں بات۔ اگر کسی کو خیال نہ ہو اور بے خیالی میں شلوار نیچے ہو جائے تو گناہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری شلوار ٹخنوں سے بے خیالی میں نیچے ہو جاتی ہے۔ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تم متکبروں میں سے نہیں ہو (الحدیث)

بہر حال یہ دیکھو کہ احتیاط کا پہلو کیا ہے۔ اگر ہم ٹخنوں سے شلوار اٹھائیں تو اس میں کوئی خطرہ نہیں اور اگر ہم نہ اٹھائیں تو اس میں خطرہ ہے کہ قیامت میں پھنس نہ جائیں۔

آخر میں یہ بھی کہوں کہ یہ کہیں مرفوع حدیث میں نہیں ہے۔ کہ نماز میں ٹخنوں سے شلوار اونچا رکھو بعض لوگوں نے اس کو نماز کے ساتھ خاص کیا ہوا ہے مولوی صاحبان تو نماز کے دوران اس لئے ٹخنوں سے شلوار اوپر کرنے کا کہہ دیتے ہیں کہ کم از کم نماز میں تو شلوار ٹخنوں سے اوپر کرو۔
دوسری طرف الہدیٰ انٹرنیشنل والوں کو دیکھیں کہ ان کے داعی اس پر کس طرح عمل پیرا ہیں؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

داڑھی ایک مشت

فتاوی عالمگیری و شامی میں ہے کہ ایک مشت داڑھی سے کم رکھنے کو کسی نے بھی مباح قرار نہیں دیا ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا یہی فتویٰ ہے اور حضور اکرمؐ کے شمائل میں یہی آتا ہے کہ حضور اکرمؐ کی

داڑھی بھاری گھنی تھی۔ اور بخاری شریف ترمذی شریف ابوداؤد شریف اور دیگر احادیث کی کتب میں حضور اکرمؐ ابن عمر ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ حج میں یوم النحر کے بعد انہوں نے ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹی باقی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ سنت نہیں ہے۔ حضور اکرمؐ نے حکم دیا ہے **واعفوا اللحی** (مشکوٰۃ) داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور کٹانے پر باقاعدہ وعیدیں موجود ہیں۔ لہٰذا داڑھی واجب ہے۔ لیکن چلو اگر سنت کہیں واجب نہیں تو ایک مشت سے کم رکھنا خلاف سنت ہے۔ تو ایک داعی کو کم از کم سنت کے مطابق داڑھی تو رکھنا چاہیے۔ لیکن افسوس کہ الہدیٰ انٹرنیشنل میں بعض داعیوں کی داڑھیاں مُٹھی ہیں جس کو شریعت داڑھی نہیں کہتی اور میں کبھی کبھی لطیفہ سناتا ہوں کہ عورتیں بھی مُٹھی داڑھی کو داڑھی نہیں سمجھتیں۔ اس لئے کہ جو عورت اپنی بیٹی داڑھی والے کو نہ دینا چاہتی ہو اگر دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر مُٹھی داڑھی والے کا رشتہ آئے تو وہ بیٹی دے دیتی ہے۔ آخر میں ایک حدیث سناتا ہوں تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی ﷺ کان یاخذ من لحیتہ طولا و عرضا اذا زاد علی قبضتہ (بیاض علامہ سندھی ج ۳ ص ۲ ۔ کتاب التصویر)

کہ حضور اکرمؐ اپنی داڑھی کو پکڑ لیتے تھے لمبائی اور چوڑائی میں اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی تو اس کو کاٹ لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو خواہش نفس سے بچائے اور حضور اکرمؐ کے نقش قدم پر چلائے رکھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ٹی وی ۔ وی سی آر اور ڈش﴾

یہ چیزیں بالکل حرام ہیں۔ اور گناہ کبیرہ ہیں اس لئے کہ ان کے بنیادی اجزاء تین ہیں۔

(۱) تصویر۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تصویر والوں کو قیامت میں نہایت سخت عذاب ہوگا اور اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔ مشکوٰۃ

(۲) ساز گانے۔ حدیث میں آتا ہے یہ چیزیں دل میں منافقت کو ایسا اگاتی ہیں کہ جس طرح پانی فصل کو اور قیامت کے دن ساز گانے سننے والوں کے کانوں میں پگھلا ہوا گرم سیسہ ڈالا جائے گا

(۳) فحاشی اور بے غیرتی حدیث میں آتا ہے حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ جب تم سے

حیا چلی جائے تو جو کچھ کرنا چاہو کرو (بخاری) اب میں پوچھتا ہوں کہ کونسا گھر ایسا ہے جو ان تین چیزوں کے بغیر ٹی وی کو استعمال کرتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے خبروں کے لئے رکھا ہے۔ تو کیا خبریں ختم ہو کر آپ ٹی وی بند کر لیتے ہیں اور کیا خبریں ٹی وی کے علاوہ کسی اور جائز طریقے سے نہیں حاصل کی جا سکتیں۔ خبروں میں مرد عورت کو اور عورت مرد کو نہیں دیکھتی۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے بچوں کے لئے لایا ہے تو کیا آپ نہیں دیکھتے؟

بعض کہتے ہیں اس میں مولوی بھی آتے ہیں کیا مولوی کی تقریر سن کر آپ ٹی وی بند کر لیتے ہیں؟۔ اور کیا کسی مولوی نے ٹی وی پر بے پردگی "گانے بجانے" فحاشی" تصویر اور ٹی وی پر لڑکے لڑکی کی عشقیہ باتوں فلموں اور داڑھی کاٹنے پر احتجاجی تقریر کی ہے؟ کبھی نہیں اور کتنی عورتیں اور مرد ایسے ہیں جنہوں نے ٹی وی پر مولویوں کی تقریریں سن کر بیٹوں کو عالم حافظ بنا دیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹی وی کی تصویر عکس ہے جو جائز ہے۔ تصویر نہیں ہے۔

میرے پیارے بھائیو! عکس میں آئینہ کے سامنے سے جب معکوس ہٹ جائے تو عکس باقی نہیں رہتا اور تصویر باقی رہتی ہے۔ تو عکس بندے کے ہٹنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ تصویر نہیں ہٹتی اور عکس عارضی اور تصویر دائمی Permanent ہوتی ہے۔ لہٰذا ٹی وی کی تصویر تصویر ہے بلکہ تصویر کی اعلیٰ اور گمراہ کن صورت ہے۔ اس لئے حرام ہے۔

اور کیا لڑکی کے عکس کو لڑکے اور لڑکے کے عکس کو لڑکی دیکھ سکتی ہے۔ جائز ہے؟ افسوس کے ہماری عقلیں ماؤف ہو چکی ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شراب میں فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں۔ لیکن نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں اسی طرح اگرچہ ٹی وی میں فوائد نظر آتے ہیں لیکن اس میں نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اگر میں قسم کھاؤں تو گنہگار نہیں ہوں گا کہ آج جتنے حالات خراب ہیں چاہے دنیاوی ہوں یا دینی اس کے دو اسباب ہیں تصویری میڈیا اور بے پردہ عورت اور جتنے اور جہاں پر حالات ذرا ٹھیک ہیں تو تمغہ شرافت کا سہرا نیک عورت کے سر جاتا ہے۔

سننے میں آیا ہے کہ بعض جگہوں پر الھدیٰ والے جب پڑھاتے ہیں تو حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا تذکرہ آنے پر وہ ویڈیو فلم طلبہ کو دکھا دیتے ہیں جو کافروں نے بنائی ہیں جس میں انبیاء کی توہین بھی ہے۔ اور تصویر کا گناہ بھی۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عورت کا بال کاٹنا

جب شیطان کو مردود کیا گیا تو قرآن میں ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو کہا

"میں لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالوں گا۔ وہ اللہ رب العزت پیدا کردہ فطری خلقت میں تبدیلی کریں گے"

(القرآن)

مثلاً داڑھی کا کاٹنا بھویں باریک کرنا دانتوں میں خلا چھوڑنا دوسری عورتوں کے بال اپنے بالوں کے ساتھ لگانا۔ مرد کا عورت اور عورت کا مرد کی مشابہت اختیار کرنا۔ عورت کے لیے بال کاٹنا۔ عورتوں کا جسم گدوانا۔ پکے تل لگانا وغیرہ یہ سارے کام موجب لعنت ہیں۔

(تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴۔ تفسیر روح المعانی تفسیر ماجدی ج ا ص ۲۹۸)

تاہم کچھ خوبصورتی ایسی بھی ہے۔ جو عورتوں اور مردوں کے لیے جائز ہے۔ جسکی اجازت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ مشکوۃ شریف میں حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے دو ٹولیاں آئیں گی جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ دوسری ٹولی کے بارے میں ارشاد فرمایا عورتیں ہونگی کپڑے بھی ہونگے اور ننگیاں بھی ہونگی (یعنی کپڑے باریک ہونگے جسم نظر آنے کا یا کپڑے چست ہونگے) مائل ہونے والیاں ہونگی مائل کرنے والیاں ہونگی انکے بال اوپر اٹھے ہوئے ہونگے۔ (یا اس کا مطلب یہ کہ یا تو بالکل سر کے اوپر انھوں نے بالوں کو گوندھا ہوگا۔ جسطرح کہ نرسوں کا ہوتا ہے۔ یا بال چھوٹے کٹے ہوئے ہونگے جو اوپر کو اٹھینگے (شرح مسلم شریف نوویؒ) جسطرح کہ بختی اونٹ کا کوہان۔ اللہ تعالیٰ مغربی تہذیب سے ہماری حفاظت فرمائے اور ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق فرمائے۔ (آمین)

جہاں تک اس روایت مسئلہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی ازواج مطہرات اپنے بال کاٹتی تھیں۔ مسلم شریف ص ۱۴۸ باب القدر المستحب من الماء فی الجنابۃ

اسکا پہلا جواب ہے کہ ذکر کردہ ادبا کمیں صریح ہیں۔ کہ عورتوں کے لیے بال رکھتے ہیں نہ کہ کاٹنے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ ائمہ حدیث کے بارے میں جو فرماتے ہیں۔ وہی ہمارا عمل ہونا چاہیے چنانچہ اصمعی لغت کے عظیم امام ہیں کہتے ہے وفرہ لمہ سے بڑا ہوتا ہے۔ یعنی اتنے بڑے بال جو کندھوں سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں۔ لہذا اگر کسی عورت کو کوئی شرعی عذر ہو (شوشا اور گری نہیں) تو بال بالاتفاق کم کرسکتی ہیں چنانچہ امام نوویؒ نے اس کی اجازت دے دی ہے اور قاضی عیاضؒ اور دوسرے حضرات نے

کہا کہ ازواج النبیؐ نے یہ زینت کو ترک کرنے کے لیے کیا تھا۔ حضور کی زندگی میں انہوں نے بال ہر گز نہیں کاٹے ہیں۔ لہذا اب تو بال کاٹنے کا فیشن ہے۔ بلکہ یہ تو کافرہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور فاسقوں کے ساتھ مشابہت کو منع کیا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ راوی نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا اسلئے کہ وہ اسکے محرم تھیں۔ اور امہات المؤمنین کو کسطرح دیکھا لہذا یہ بات روایت کو معلول اور متدوش بناتی ہے۔

بلکہ حضرت عائشہؓ بال کاٹتی تھیں۔ یہ تو کسی روایت میں نہیں ہے اور نہ اس روایت میں ہے اور نہ اس روایت میں ہے اور جو مشاہدہ کرنے والا ہے اسکے بارے میں پتہ نہیں ہے ثقہ ہے یا نہیں؟۔"

چوتھا جواب یہ ہے کہ مردوں کے لئے مسنون بال و فرہ اور لمہ (نصف کان اور گردن تک بال رکھنا) ہیں تو اگر عورت بال کاٹنے تو مردوں کے ساتھ مشابہت ہوگی، جس سے حضور اکرم ﷺ نے روکا ہے۔

اور اخیر ایک بات پھر دھراتا ہوں کہ ہمیشہ محتاط پہلو رہیں۔ اور اسیطرح اگر کسی جگہ جواز اور عدم جواز کا اختلاف ہو تو ہم کو عدم جواز پر عمل درآمد کرنا چاہیے۔ باقی تمام دنیا کے مسلمان تقلید پر کاربند ہیں اسلئے انکی خدمت میں عرض ہے کہ عورت کیلئے بال کاٹنا آئمہ اربعہ کے ہاں بغیر عذر کے درست نہیں درمختار میں ہے کہ عورت کے لئے بال کاٹنا گناہ ہے اور اگر خاوند اجازت دے تو تب بھی گناہ ہے اسلئے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ (درمختار)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿وضو کی دعائیں﴾

محترم ناظرین انگریز کے آنے اور جانے نے امت مسلمہ کو جن پریشانیوں سے دوچار کیا ہے کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ان پریشانیوں میں ایک پریشانی فکری آلودگی (یعنی غیر مقلدیت نام نہاد اہل حدیث) کا پیدا کرنا ہے۔

اور ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۸۸ء میں آزادی مذہب کی گولڈن جوبلی منائی اور غیر مقلدین کو غیر مقلدین کی درخواست پر اہل حدیث کا نام الاٹ کیا۔

(ترجمان وہابیہ ص ۳ تا ۵۰ اشاعۃ السنۃ ج ۹ ص ۲۰۶ شمارہ نمبر ۷)

اور حضرات علماء نے انگریز کے خلاف جو جہاد کیا انہوں نے اس غدر کو خلاف شریعت لکھا۔ (مذکورہ کتابوں میں یہ بات موجود ہے یہ ان کی کتب ہیں) اور انگریز نے یہ سازش اس لئے کی کہ "لڑاؤ اور

حکومت کرو" پر عمل ہو جائے چونکہ چار مکاتب فکر (حنفی مالکی شافعی وغیرہ) میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ ان مقلدین نے ہی تمام اسلامی حکومتیں چلائی۔ امن عام تھا۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتا ایک دوسرے کے استاذ و شاگرد ہوتا ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر انگریز نے اس فرقہ پیدا کیا جو تقلید کو شرک کہے اور چاروں مکاتب فکر Muslim Schools of thoughts جن سے کل عالم بھرا ہے۔ ان کو غلط کہہ کر صرف اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ اگرچہ کل عالم میں ان کی ساڑھے پانچ مساجد اور ساڑھے تین مولوی بھی نہیں۔

پورا مکہ و مدینہ اور حرمین شریفین شروع تا آخر الحمدللہ مقلدین کے پاس رہا ہے اور ہے اور رہے گا۔ سینکڑوں سے زائد سال تو احناف کی حکومت رہی ---- اور اب ہمارے بھائی حنبلیوں کی حکومت ہے پہلے بھی مقلد اب بھی مقلد اس کی دلیل بیس رکعات تراویح ہے۔ اور غیر مقلدین کے ہاں تراویح آٹھ ہیں اور حرمین میں سینکڑوں سال سے تراویح بیس رکعات ہیں اور ائمہ حرمین کا حنبلی ہونا بالکل واضح ہے۔

میں عبداللہ بن السبیل امام حرم کے خط کا ایک عکس اخیر میں لگاؤں گا جس سے غیر مقلدین کا یہ تاثر دینا غلط ثابت ہو جائے گا کہ حرمین پر ہمارا قبضہ ہے۔

ہاں احرم والوں کے درہم اور ریالوں پر ان کا قبضہ ہے۔ غیر مقلد حرمین جا کر ان کے سامنے اپنے آپ کو عبدالوہاب نجدی حنبلی کے پیروکار ظاہر کر کے چندے وصول کرتے ہیں اس لئے کہ وہ حنبلی تھے۔ ان کے حنبلی ہونے کی دلیل یہ ہے۔

ونحن ایضاً فی الفروع علی مذهب الامام احمد بن حنبل و لا ننکر علی من قلد الائمة الاربع (عبدالوہاب وعقیدۃ السلفیہ ص۵۶)

"یعنی عبدالوہاب نجدی فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد کے مقلد ہیں اور کسی امام کی ائمہ اربعہ میں تقلید کرے اس کا انکار نہیں کرتے۔"

اور یہ حضرات غیر مقلدین حنفیوں سے بہت بغض رکھتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ خاندان غلامان، مغل خاندان خلافت عثمانیہ سلجوقی خاندان اور خوارزمی خاندان سارے کے سارے حنفی تھے یعنی حکومتیں بھی حنفی اور گزرے قابل فخر کمانڈر صلاح الدین ایوبی' سوری' غوری' سلطان محمد الفاتح' سلطان ٹیپو' محمود غزنوی اور ابدالی وغیرہ سارے مقلد حنفی تھے۔ سارے علاقے ہم نے قبضہ کیے ہیں کیا کسی غیر مقلد۔ منکر حدیث نے ایک انچ زمین بھی قبضہ کر کے اسلامی حکومت میں شامل کی ہے۔

مسلما نو! جاگ جاؤ فتنوں کو سمجھو۔ یہ پوچھتے ہیں کہ ابو حنیفہ شافعی کس کے مقلد تھے؟ جواب یہ ہے کہ مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں یہ پوچھتے ہیں صحابہؓ کس کے مقلد تھے؟ جواباً عرض ہے حضور اکرم کے زمانے میں حضور اکرمؐ سے پوچھتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد ۱۴۹ صحابہ مجتہدین تھے۔ باقی صحابہ ان کی تقلید کرتے تھے۔ جیسا کہ اکثر علماء اور خصوصاً شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے پھر یہ پوچھتے ہیں تم ان صحابہؓ کی تقلید کیوں نہیں کرتے ہو۔ جواب یہ ہے کہ ان کا اثاثہ Asset لکھا ہوا یکجا ہر چیز کے جواب کے ساتھ موجود نہیں یعنی ہر صحابی سے پوری شریعت کے اصول وفروع کے ساتھ لکھی ہوئی مدون ہوئی موجود نہیں۔ باقی ابو حنیفہؒ کی فقہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کی روایات سے ماخوذ ہے۔ اور شافعی فقہ ابن عمرؓ، حنبلی فقہ ابن عباسؓ اور مالکی فقہ مدینہ کے تعامل سے ماخوذ ہے۔ بات لمبی ہوگئی۔

یہ کہتے ہیں کہ تم نے چار فرقے بنائے ہم کہتے ہیں۔ کہ فرقہ اصول میں اختلاف سے بنتا ہے نہ کہ فروع میں اختلاف سے۔ ہم چاروں ایک دوسرے کو مسلمان کہتے ہیں ایک دوسرے کے استاد شاگرد ہیں۔ ہمارا فروعی اختلاف ہے جو بر اقیمیں صحابہؓ میں بھی تھا۔ ہم ۱۳۰۰ سال میں چار ہیں۔ اور تم نے ۱۸۸۸ء کے بعد نو فرقے بنادیے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی لگائے۔ وہ کہتے ہیں تم تو بھی تو بریلوی دیوبندی حیاتی مماتی جماعت اسلامی میں بٹے ہو۔ جواب یہ ہے کہ ہمارا آپ کے ساتھ جھگڑا تقلید میں ہے تقلید کے چار مکاتب فکر مسلمان ہیں۔ ایک دوسرے کی مدح کرتے ہیں۔ اور غیر مقلدین کے تو نو فرقے ہیں جنہوں نے ایک دوسرے پر کفر تک کے فتوے لگادیے ہیں۔ اور بریلوی' دیوبندی' حیاتی' مماتی سارے حنفی ہیں۔ ان کی جو بات فقہ حنفی میں ہو تو ٹھیک ورنہ ان مسائل میں وہ غیر مقلد شمار ہوں گے جو فقہ حنفی میں نہ ہوں۔

بہر حال غیر مقلدین اور الہدیٰ انٹرنیشنل یہ بھی کہتے ہیں کہ وضو کی یہ دعائیں منگھوڑت ہیں غلط ہیں۔

بعض بچیاں الہدیٰ انٹرنیشنل میں نو ماہ کا کورس کرکے عوام کو پریشان کرنا شروع کردیتی ہیں۔ پچھلے قابل قدر مجتہدین وفقہا کی غلطیاں نکالتی ہیں فقہ حنفی پر سینکڑوں سال بڑی بڑی حکومتیں چلیں اور فتاوی عالمگیری مصر وسعودیہ کی مقننہ Legislation وعدلیہ Judiciary کی زینت ہے لیکن یہ ان کی غلطیاں نکالتے ہیں الہدیٰ انٹرنیشنل کی طرف سے تقسیم شدہ کتب میں موجود ہے۔ کہ یہ وضو کے وقت دعاؤں کا پڑھنا ناجائز ہے۔ ان کا ثبوت کسی حدیث کی کتاب میں نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ ہم ان دعاؤں کو آداب کہتے ہیں اگر سنت نہ سمجھ کر کوئی پڑھ بھی لے تو کیا یہ ناجائز ہے؟ اور بعض احادیث کے اندر یہ دعائیں موجود ہیں تاہم وہ ضعیف بھی ہیں۔ لیکن فضائل اعمال میں

ضعیف احادیث بھی مقبول ہیں جیسا کہ اصول حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے لہذا آپ علامہ ابن جوزی کی العلل المتناهية ج اول دیکھیں ادھران ادعیہ کا ذکر موجود ہے۔ وہاں تشفی نہ ہوتو مسند الفردوس ج نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۲۶ دیکھیں اور وہاں تشفی نہ ہو۔ تو احیا العلوم دیکھیں۔ وہاں تشفی نہ ہوتو غنیۃ الطالبین دیکھیں۔ آپ کو وضو کی دعائیں مل جائینگی۔ علم اور مطالعہ کی کمی کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ جو چیز آپ کے ناقص مطالعہ میں نہ ہوتو اس کا انکار کر دو اذان کی دعا میں والدرجة الرفيعة پر بھی ان کی طرف تنقید کی گئی ہے کہ یہ ٹکڑا حدیث میں نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عمل اليوم والليلة دیکھیں ص ۳۳ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فقہاء کا علم بہت زیادہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چور مچائے شور چور چور

جیسے کہ میں نے عرض کیا۔ پوری دنیا میں امن عام تھا پوری دنیا تقلید پر کار بند تھی کوئی کفر وضلال کے فتوے نہ تھے انگریز نے غیر مقلدین کی تخلیق کر کے شور مچانا شروع کیا کہ مقلدین نے چار دین بنائے چار فرقے بنا دیئے آجاؤ متحد ہو جاؤ صرف قرآن و حدیث کو مانو ان میں اختلاف نہیں۔

یورپ کا نعرہ "آزادی نسواں" جس طرح بیٹھا ہے۔ اس نے ہماری مستورات کو ہر سیر گاہ چوک ریسپشن کی زینت بنا کر عورت کو شمع محفل بنا دیا۔ اگرچہ اسلام اس کے چراغ خانہ ہونے پر ناز کرتا تھا۔

عابدہ چھپی نہ تھی انگلش سے جب

بے گانہ تھی اب شمع محفل

ہے پہلے چراغ خانہ تھی

اسی طرح انگریز کے پیدا کردہ فرقے نے ایسا دیدہ زیب "آزادی مذہب" کا نعرہ لگایا کہ مسلمانوں میں تفرقہ بازی شروع ہوئی مسلمان چونکہ دین اور تاریخ گزشتہ سے دور ہو چکے تھے لہذا اس نعرہ نے اثر تو کیا اور اتفاق کے باوجود تھے اختلافات پیدا ہوئے کہ وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ اور انگریز کا بستر گول کرنے والے اور ان کے خلاف جہاد کرنے والے مقلدین ہی تو تھے اس لئے انگریز کو بغض تھا تو اس فرقے کی تخلیق کر کے "حنفیت" پر کاری ضرب لگا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم کون اور ہمارا موقف

ہم اہل سنت و جماعت کے چار مکاتب فکر میں سے حنفیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور حنفیت کے حقیقی امین وخادمین حضرات علماء دیوبند کے نقش قدم پر گامزن ہیں یا اسلئے کہ چند گنے چنے حضرات ایسے بھی ہیں جو مزارات پر شرک اور ان سے اپنی حاجات مانگنے میں مصروف ہیں اور لوگ ان کو حنفی خیال کرتے ہیں اگر چہ وہ لوگ حنفی طریق پر نماز روزہ پر پابندی کے علاوہ اپنی توہمات شرکیات بدعات رسم ورواج کو دین سمجھ بیٹھے ہیں جن کا دین اور حنفیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں حنفی وہ لوگ ہیں جو قرآن وسنت پر کاربند ہیں اور پوری دنیا ان سے واقف ہے جن کے باقاعدہ شرک بدعت اور رسم ورواج کی مذمت میں گراں قدر تصنیفات موجود ہیں ایسے لوگ جو شرک وبدعت میں مبتلا ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں وہ میرے نزدیک غیر مقلد ہیں حنفی نہیں ہیں جنہوں نے عقیدۃ الطحاویہ اور شرح فقہ اکبر سے رخ موڑ کر شرک کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس لئے کہ حنفی عقیدہ کی یہ کتابیں تو توحید بیان کرتی ہیں۔ جو آج بھی مدینہ یونیورسٹی اور مکہ مکرمہ کی یونیورسٹی میں شامل نصاب ہیں۔

الحمدللہ ہم تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء، تحریک ریشمی رومال، قیام پاکستان میں جدوجہد، انگریز کے ساتھ دست بدست لڑنے والے، جمعیت علماء اسلام، تبلیغی جماعت، تصوف کے غیر مفرط شیوخ، مضبوط مخلص جہاد میں کارنامے دکھانے والے عظیم سپوت اور افغانستان کے طالبان کے نام سے کل عالم اسلام اور جہان کفر میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اور طریقہ عمل اور پالیسی میں اختلاف کے علاوہ آپس میں گہرا ربط اور اتحاد و اتفاق کی وجہ سے عالم کفر ہم سے لرزہ براندام ہے اور اس لئے تو اہل حق علماء کو دہشت گرد کہتے ہیں۔

آثار سحر پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

اب ہمارا موقف یہ ہے۔

۱۔ کہ اللہ رب العزت کے احکام اور نبی کریم ﷺ کے نورانی طریقوں میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے اور غیروں کے طریقے میں دونوں جہانوں کی ناکامی ہے۔

۲۔ مزارات پر مردوں کیلئے جانا سنت ہے لیکن غیر اللہ سے مرادیں مانگنا شرک ہے۔ اور عورتوں کا مزارات پر جانا گناہ ہے۔

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو حتی الوسع عام کیا جائے۔

۴۔ تمام مغربی سازشوں' مغربی ثقافت' این جی اوز کے خطرناک عزائم کا راستہ روک دیا جائے۔

۵۔ فرقہ واریت کو جڑ سے اکھیڑ کر باہمی اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کی جائے۔

۶۔ عوام الناس میں تزکیۂ نفس' دعوت اور جہاد کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

۷۔ حتی الامکان عوام کے سامنے فروعی اختلافات نہ بیان کئے جائیں تا کہ عوام ذہنی خلفشار سے حفاظت میں رہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہدیٰ کی مخالفت

حضور اکرم ﷺ دین لے کر آئے اور آپ نے پڑھ لیا کہ اسلامی ممالک میں اسلام لانے والے صحابہؓ اور اہلسنت ہیں یہی فاتح اور یہی حکومتیں چلانے والے ہیں۔ اب اگر کوئی آ کر اختلافی مسائل چھیڑے جبکہ عوام الناس اختلاف سے نہایت تنگ آ چکی ہے۔ تو ہم ان کے خلاف نہیں اٹھیں گے اور مسائل بھی ایسے جو مغربیت کا راستہ ہموار کرے اور بدعملی پیدا کرے۔ مثلاً ۱۔ عورت مرد اور مرد عورت کو درس دے سکتا ہے۔ درمیان میں پردہ کی ضرورت نہیں صرف عورت کا پردہ ہونا چاہیے ۲۔ ٹی وی وی سی آر کی تصویر جائز ہے اور یہ تصویر نہیں بلکہ عکس ہے۔

۳۔ عورت بغیر محرم مرد کے ہر جگہ جا سکتی ہے۔ ۴۔ اگر آپ نے سو سال نماز نہیں پڑھی ہے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو معافی ہوگی۔ قضا کی ضرورت نہیں۔ ۵۔ ایصال ثواب غلط ہے۔ ۶۔ حائضہ قرآن پڑھ بھی سکتی ہے اور چھو بھی سکتی ہے۔ نعوذ باللہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عورت دین کا کام کس طرح کرے

جو عورت قاریہ ہو وہ عورتوں کا قرآن درست کرے۔ جو حافظہ ہو وہ مستورات کو حافظہ بنائے۔ اور جو عالمہ ہو وہ مستورات کو شریعت کی حدود کے اندر رکھ کر عالمہ بنائے۔ اور عالم کس کو کہتے ہیں اس کے لیے اگلا مضمون "عمل بالقرآن" دیکھیں لیکن اگر ایک لڑکی نے B.A یا M.A کی تعلیم حاصل کی۔ وہ عالمہ نہیں لہٰذا وہ عالمہ نہیں بنا سکتی اور قرآن کریم کا درس بھی نہیں دے سکتی۔ علم تو ماہ کا کام نہیں ہے بلکہ دو سال کا بلکہ اس کے لئے ضروری علوم پڑھنے کی ضرورت ہے غور کریں انگلش جاننے والا ڈاکٹری کتب

پڑھ کر ڈاکٹر نہیں بن سکتا ورنہ امریکہ اور لندن والے سارے ڈاکٹر ہوتے اور صرف عربی جاننے سے بھی آدمی قرآن وحدیث کا عالم نہیں بنتا۔ ورنہ عربی ممالک والے سارے عالم ہوتے لیکن وہاں باقاعدہ علم کے لئے دس بارہ سالہ کورس ہوتا ہے میڈیکل پروفیسر ڈاکٹروں کو پڑھا سکتا ہے لیکن کمپاؤنڈر جاہلوں کو ڈاکٹری اصول وضوابط اور طریقہ علاج نہیں پڑھا سکتا۔ ہرگز نہیں اسی طرح نو دس ماہ سے آدمی عالم نہیں بن سکتا۔ بلکہ قرآن ٹھیک کرسکتا ہے اور کچھ نہ کچھ ترجمہ پڑھ سکتا ہے لہٰذا دنیاوی تعلیم یافتہ یا کچھ نہ کچھ قرآن کو سمجھنے والی درس نہ دے بلکہ وہ دین کا کام اس طرح کرے کہ ہر جگہ بچیوں کے دینی مدارس موجود ہیں وہاں سے کسی عالمہ کا اپنے محلے میں پردے کے ساتھ لے آنے اور لے جانے کا انتظام کرے اور وہ مستورات کو ماہانہ درس دے تاکہ عورتوں میں دین کی سمجھ آجائے اور اگر کوئی عالمہ بننا چاہے وہ مدرسہ میں داخل ہوجائے اور اگر ایسی کوئی عالمہ میسر نہ ہو تو پھر دنیاوی تعلیم یافتہ بھی قرآن کا درس دے سکتی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں۔

(۱) کسی جید عالم دین کی تفسیر مستورات کو پڑھ کر سنائے۔ سادہ قرآن سے درس نہ دے۔

(۲) درس کے بعد اپنی تشریح نہ کرے۔

(۳) مسئلے علماء سے پوچھے جائیں درس والی سے نہ پوچھے جائیں۔

(۴) جو مستورات درس کے لئے آئیں وہ با پردہ آئیں اگر گھر فاصلہ پر ہو تو محرم کے ساتھ آئیں۔

(۵) درس کا ٹائم دن کا ہو۔

(۶) یہ درس کبھی کبھی کیا جائے کم سے کم مدت ماہ میں ایک بار جلدی جلدی درس کرانے سے بار بار عورت کے نکلنے کی وجہ سے نقصانات کا خطرہ ہے۔

(۷) ٹیپ ٹاپ سے اور مہنگے ہوٹلوں میں درس کا انتظام نہ کیا جائے..... جہاں اکثر فاسق فاجر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۸) درس صرف ایک قابل اعتماد گھر میں دیا جائے یہ نہیں کہ آج عورتیں ادھر جارہی ہیں اور کل ادھر۔

(۹) خاوند یا سرپرست کی اجازت ہو ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دین کی مجلس میں جانا بھی غلط ہے ہاں! شرعی مسئلہ کی ضرورت پڑ گئی تو اس کے لئے مرد سے معلوم کرایا جائے اگر وہ نہ پوچھ آئے تو پھر خود پردے میں عالم سے پوچھ کر آئے۔ ساری مستورات جب اس کے مطابق چلیں گیں تو انشاء

اللہ ہم کو کوئی فتنہ گمراہ نہیں کرسکتا۔

مختصر کورس کی اہمیت

تمام علماء کرام، دین کی دعوت دینے والے احباب، بزرگوں سے بیعت کرنے والے ساتھی اور باعمل نیک لوگوں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ جتنے بنات کے دینی مدرسے قائم ہیں۔ ان میں صرف وہ لوگ اپنی بچیاں داخل کرتے ہیں۔ جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن بہت ہی بڑا طبقہ یعنی اٹھانوے فیصد سے بھی زیادہ اپنے بچے و بچیوں کو عصری علوم ہی پڑھاتے ہیں۔ مدارس دینیہ نہیں بھیجتے ہیں۔ لیکن الحمدللہ وہ لوگ مسلمان ہیں۔ دل میں دین کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اسلئے تو بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں۔ بچوں کیلئے قاری لگواتے ہیں۔ لہٰذا ان کی فکر کی اشد ضرورت ہے۔ اسلئے کہ جو بچے اور بچیاں میٹرک سے لیکر یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں۔ وہ مسلمان ہونے کے ناطے یہ چاہتے ہیں بلکہ ہر مسلمان عاقل بالغ پر ایسا وقت گزرتا ہے کہ اس کے دل یہ باتیں انگڑائیاں لیتی ہیں۔ کہ میں اللہ کا کلام اور نبی کی بات سمجھوں۔ اب ان کے لئے فکر کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے لئے گرمیوں کی چھوٹیوں میں چھوٹے بڑے (Summer-Vocational courses) کورسز کرائے جائیں۔ چالیس روزہ، سہ ماہی اور سالانہ کورسز کی تفصیل یہ ہے۔ جس میں کورس کرانے والا ہر عالم دین حالات کے مطابق تبدیلی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے۔ کہ بچیوں کو عالمہ اور بچوں کو عالم نہ کہا جائے۔ اور چاہے کم بچے آئیں تب بھی کورس چالو رکھا جائے۔ آئندہ سال زیادہ ہو جائیں گے۔ اور اس میں کسی پر تنقید نہ کی جائے۔ بلکہ اپنے موقف کو مدلل اور منقح پیش کیا جائے۔ اور آخر میں ان کو بتا دیا جائے کہ اس کورس سے آپ عالمہ نہیں بنی بلکہ آپ کو دین کی شدید آگہی اب آگے دینی مکمل علم حاصل کرو۔

چالیس روزہ سمر کورس کیلئے۔

نورانی قاعدہ، عم پارہ کی تجوید، کورس کیلئے تیار کی گئی تین کیسٹیں، ہماری کتاب مختصر نصاب، چالیس حدیثیں، مسائل بہشتی زیور، سورہ مائدہ، دوسرے پارے کا آخری آدھا، انفال، توبہ، حجرات، نور، نساء، طلاق والی سورتوں کا ترجمہ و تفسیر۔

سہ ماہی اور سالانہ کورس۔

پچھلے کورس کے ساتھ اصول دین، اسلامی عقائد اور مسائل بہشتی زیور جدید از مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب، علم النحو، علم الصرف، طریقۃ العصریہ دونوں حصے اور قرآن کی مخصوص آیات۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوٹ۔ اب استاذ محترم مولانا محمد امین صفدر صاحب کا ایک مضمون پیش خدمت ہے۔ جس سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ غیر مقلد کس طرح جھانسہ دیتے ہیں اور اختلاف سے نکلنے کا کہہ کر اتفاق کا بیڑا غرق کر کے کثیر اختلافات میں ڈال کر دنیا کے تمام مسلمانوں سے جدا کر دیتے ہیں۔

﴿ اختلاف اور اتفاق ﴾

شوق تحقیق۔

ایک صاحب نے اپنی داستان یوں بیان کی کہ میں اہل سنت کے گھرانہ میں پیدا ہوا۔ اس گھر میں آنکھیں کھولیں کہ والدین، بہن بھائیوں سب کی زبان پر دین کے چرچے تھے۔ نماز کی پابندی اور قرآن پاک کی تلاوت تو گویا ورثہ میں ملی۔ سکول کی تعلیم شروع ہوئی۔ جب میں نے مڈل پاس کیا اور نویں جماعت میں داخلہ لیا تو ایک استاد صاحب نے جو میری نماز کی پابندی کو دیکھا تو مجھ پر زیادہ شفقت فرمانے لگے۔ مجھے زیادہ دینی مطالعہ کا شوق دلانے لگے اور فرمانے لگے کہ اب تو تعلیم یافتہ ہے۔ دنیاوی معاملات میں بھی تجھے اچھے برے کی کچھ شدھ بدھ ہوگئی ہے۔ دین میں بھی تحقیق کرنی چاہیے وہ صاحب اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے ان کی محنت اور کوشش سے میرے دل میں جذبہ تحقیق بیدار ہو گیا اور میں اس پر آمادہ ہو گیا۔

مذمت اختلاف۔

استاد صاحب نے فرمایا کہ آج مسلمان اختلافات کا شکار ہیں۔ ان اختلافات نے امت کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم سب کا خدا ایک، نبی ایک، قرآن ایک، قبلہ ایک پھر یہ اختلافات کیوں؟ کہ کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی ہے کوئی حنبلی، چاروں اماموں نے امت میں پھوٹ ڈال دی، اختلافات پیدا کر دیئے۔ ان اختلافات نے ہماری مسجدیں الگ کر دیں، ہمارے مدرسے الگ کر دیئے ہمارے فتاویٰ الگ کر دیئے، ہمیں چاہیے کہ ان سب اختلافات کو چھوڑ کر ایک نبی

پر جمع ہو جائیں اور اہل حدیث ہو جائیں۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی
کا گلے میں پہن لو کرتہ محمدؐ کی غلامی کا

میں نے استاد صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ سب حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی حضرت محمد ﷺ کے غلام نہیں ہیں؟ استاد صاحب نے فرمایا تحقیق یہی ہے کہ یہ چاروں مذاہب حضور اقدس ﷺ کی غلامی چھوڑ کر ان کی اتباع سے منہ موڑ کر اماموں کی تقلید کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ چاروں مذاہب والے خدا کو معبود نہیں مانتے؟ نبی پاک ﷺ کو رسول اور آخری نبی نہیں مانتے؟ آخر میں حنفی ہوں اور یہ سب مانتا ہوں انہی سے میں نے قرآن پڑھا انہی سے خدا کی بندگی کا طریقہ سیکھا اور وہ تو رات دن ہمیں یہی یاد کرواتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ ہمارا مقصد زندگی ہے اور محمد رسول اللہ ہمارا طریق زندگی ہے۔ اور دونوں جہاں کی کامیابیاں نبی پاک ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کو زندہ کرنے' ان کو اپنانے اور ان کو امت میں پھیلانے میں ہیں۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ وہ لوگ دھوکے میں پڑ گئے ہیں۔ اختلافات میں پھنس گئے ہیں یہ سب ان کے زبانی دعوے ہیں۔ نبی ﷺ کو چھوڑ کر یہ کام کرنا تنگی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے۔ الغرض استاد صاحب نے ائمہ مجتہدین کا بغض میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا ائمہ کے نام سے مجھے نفرت ہو گئی تقلید ائمہ کو بدعت اور شرک باور کر لیا۔ آخر ان اختلافات کی دلدل سے نکل کر میں اہل حدیث ہو گیا۔ اب میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ وہی گھر جس میں میں نے قرآن سیکھا تھا' جہاں نماز سیکھی تھی' جہاں ہر وقت ذکر و فکر ہوتا تھا' اب مجھے کفر و شرک کا گہوارہ نظر آتا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے ماں باپ' بہن بھائی' استاد' احباب سب کے سب دوزخی ہیں نبی پاک ﷺ کی سنت سے باغی ہیں نہ ان کو تلاوت کا ثواب ملے گا نہ ان کی نماز قبول ہو گی نہ ان کے کلمے کا اعتبار ہے۔

عجیب کشمکش۔

مجھے دینی مطالعے کا شوق ہو گیا تھا۔ استاد صاحب بھی مجھے کتابیں دیتے لیکن وہ میرے شوق مطالعہ سے کم ہوتیں۔ میں نے سکول کی لائبریری کا رخ کیا مجھے شوق تھا کہ میں ان اکابر مسلمانوں کی سیرت کا مطالعہ کروں جن کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلا۔ لیکن میں جس محدث' جس مفسر' جس مجاہد اسلام' جس فقیہ' جس خلیفہ اسلام کے حالات کا مطالعہ کرتا وہ کوئی حنفی (لکھا) کوئی شافعی تو کوئی مالکی اور کوئی حنبلی' اب نہ مجھے گھر میں اسلام نظر آتا' نہ مسجد میں' نہ مدرسے میں' نہ کتب تاریخ میں۔ میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتا۔ استاد صاحب سے پوچھتا کہ استاد جی یہ تاریخی شخصیات تو سب مقلدین ہیں۔ استاد

صاحب بعض کے بارے میں تو اعتراف فرماتے کہ وہ واقعی مقلد ہیں لیکن بعض کے بارے میں وہ فرما دیتے کہ فلاں فلاں محدث تقلید مجتہدین کو بدعت و شرک کہتا تھا۔ میں عرض کرتا کہ تاریخ تو ان کو مقلد کہتی ہے۔ آپ بھی کسی مسلمہ تاریخ کے حوالے سے دکھائیں کہ صحاح ستہ والے تقلید ائمہ کو شرک و بدعت کہتے تھے۔ استاد صاحب کوئی حوالے تو نہ دکھاتے' فرماتے کہ یہ تاریخیں قابل اعتماد نہیں' صرف قرآن حدیث کی بات ماننی چاہیے۔ کوئی شخص قرآن و حدیث سے صحاح ستہ والوں کا مقلد ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ قرآن و حدیث سے تو ان کا غیر مقلد ہونا بلکہ محدث یا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں۔ استاد جی فرماتے دیکھو ان باتوں کو چھوڑو تم شکر کرو اختلافات سے بچ گئے ہو۔ چونکہ "اختلاف" کے لفظ سے مجھے چڑ ہو گئی تھی اور اختلاف ڈالنے والوں سے بھی چڑ تھی خواہ وہ ائمہ مجتہدین ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے استاد صاحب کے سامنے میں خاموش ہو جاتا کہ انہوں نے مجھے اختلافات کے جہنم سے نکالا ہے۔ یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ مجھے اتحاد کی نعمت نصیب ہوئی۔ تقلید کی بدعت بلکہ شرک سے توبہ نصیب ہو گئی' یہ سب استاد محترم ہی کا فیض ہے۔ یہی بات میرا سب سے بڑا سہارا تھی اس سے بے چین دل کی ڈھارس بندھ جاتی۔

اختلافات بڑھ گئے۔

میں میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کر چکا تھا۔ اب کالج میں داخلے کی تیاریاں تھیں ایک دن میں دوسرے دوست کو اہل حدیث ہونے کی دعوت دے رہا تھا اور اختلاف کی مذمت اور اتحاد کے فضائل بیان کر رہا تھا کہ اس دوست نے مجھے چونکا دیا کہ آپ نے کس سے اتحاد کیا۔ اپنے گھر والوں سے تو کٹ گیا' جن سے قرآن' کلمہ یاد کیا' نماز سیکھی ان سے تو کٹ گیا' مسجد سے تو کٹ گیا' چاروں ائمہ سے تو کٹ گیا' صحابہ کرام سے تو کٹ گیا۔ یہ اتحاد کی جھوٹی رٹ کیوں لگا رہا ہے۔ اس پر واقعی میرا ماتھا ٹھنکا کہ جس چیز کا نام میں نے اتحاد رکھا ہے وہ تو بدترین افتراق ہے۔ خیر میں نے کہا کہ اختلافات سے تو بچ گیا ہوں۔ اس نے کہا یہ بھی جھوٹ ہے۔ تم ایک اختلاف سے بھی نہیں بچے' رفع یدین کرنے نہ کرنے کا مسئلہ ائمہ میں اختلافی تھا۔ جب تو رفع یدین نہیں کرتا تھا اس وقت بھی یہ اختلافی تھا' اب تو رفع یدین کرتا ہے تب بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ہاں پہلے تو دو اماموں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے موافق تھا اور دو اماموں امام شافعی اور امام احمد کے مخالف تھا۔ اب جو تو دس جگہ رفع یدین کرتا ہے تو چاروں اماموں کے خلاف ہے۔ اب غیر مقلد بن کر تو اختلاف بڑھ گیا ہے اور پھر اس نے کہا کہ تو اس بات سے الرجک تھا کہ چاروں اماموں میں اختلاف ہے لیکن تو نے اتحاد و اتفاق کا نعرہ لگا کے کتنے اختلافات

اور بڑھالئے کتنے مسائل ہیں کہ جن میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور تم نے امت میں نیا اختلاف پیدا کردیا۔ چاروں امام کہتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں' اب بلا حلالہ شرعی اس کو رکھنا حرام ہے۔ آپ نے اس متفق علیہ حرام کو حلال کرلیا۔ اختلاف بڑھایا مٹا؟ چاروں ائمہ کہتے ہیں کہ مقتدی رکوع میں مل جائے تو اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوگی حالانکہ اس نے نہ خود فاتحہ پڑھی نہ امام کی سنی' آپ نے سب کے خلاف اس نمازی کو بے نماز قرار دے دیا۔ اختلاف بڑھایا گھٹا؟ چاروں اماموں میں سے ایک بھی باریک سوتی جرابوں پر جواز مسح کا قائل نہیں۔ ان پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔ آپ نے کتنے لوگوں کو بے وضو اور بے نماز بنادیا کیونکہ جب وضو نہ ہوا تو نماز کیسی۔ اختلاف بڑھایا گھٹا؟ چاروں اماموں کا اتفاق تھا کہ نماز جنازہ میں امام تکبیرات وسلام کے سوا سارا جنازہ آہستہ پڑھے اور تم نے چاروں سے اختلاف کیا اور بلند آواز سے جنازہ شروع کردیا تو اختلاف بڑھایا گھٹا؟ چاروں مذاہب والے جمعہ کی دو اذانوں کے قائل وفاعل ہیں آپ نے سب سے اختلاف کرکے ایک اذان کو بدعت قرار دے دیا چاروں امام بیس رکعت سے کم تراویح کو سنت نہیں کہتے تم نے سب کے خلاف بیس تراویح کو بدعت کہہ دیا تو اختلاف بڑھایا گھٹا؟ میں نے کہا چلو میرے اہل حدیث ہونے سے گو امت میں افتراق پھیلا' اختلافات امت میں اور بڑھ گئے مگر تقلید کی بدعت اور شرک سے تو جان چھوٹ گئی اس نے کہا یہ بھی جھوٹ ہے اگرچہ تم نے ائمہ مجتہدین کی تقلید چھوڑ دی جن کی تقلید بڑے بڑے محدثین' جلیل القدر اولیاء اللہ عظیم المرتبت فقہاء کرتے آتے ہیں مگر اپنے سکول ماسٹر کی اندھی اور شخصی تقلید کرلی۔

میرے دل سے گیا' پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی او فیرے تجھے کفران نعمت کی سزا

وہ دوست تو چلا گیا اور میں وہیں ہکا بکا بیٹھا رہ گیا۔

آپس کا اختلاف۔

چند دن بعد پھر ان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا کہ میں تو حنفی شافعی اختلاف کی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر اہل حدیث ہوا تھا کہ اختلافات سے بچ جاؤں مگر آپ نے تو اس دن یہ ثابت کردیا کہ اہل حدیث نے سابقہ کسی اختلاف کو مٹایا نہیں بلکہ امت میں اختلافات کو بڑھایا ہی ہے۔ اس نے کہا کہ اہل فن کے اختلاف رائے سے آپ بچ کر کہاں جاسکتے ہیں۔ کیا محدثین میں احادیث کے صحیح یا ضعیف' مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف راویوں کے ثقہ وضعیف ہونے میں اختلاف نہیں؟ محدثین تو بہت سے ہیں لیکن اگر صرف صحاح ستہ والوں کا ہی اختلاف دیکھا جائے تو آپ چار ائمہ کے

اختلاف سے ڈر کر بھاگے مگر کم از کم چھ کے اختلاف میں پھنس گئے اور اس پر بھی آپ نے غور نہیں فرمایا کہ حنفی اور شافعی دو مذہب ہیں ان میں آپ کو اختلاف برداشت نہیں مگر تمام نہاد اہل حدیث میں تو آپس میں بھی اختلافات ہیں۔ ایک ہی فرقہ میں اختلافات تو اور زیادہ قابل نفرت ہونے چاہئیں اس نے کہا ایسا تو نہیں کہ اہل حدیث میں آپس میں اختلافات ہوں۔ اس نے کہا آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

چند اختلافات ملاحظہ ہوں

(۱)......(الف) اگر سونا بھی مکمل نصاب نہ ہو اور چاندی بھی مکمل نصاب نہ ہو اور دونوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر ہو جاتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے ابو الحسن میاں نذیر حسین۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۸۵ ج ۷)

(ب) سونے اور چاندی کو ایک جگہ ملا کر زکوٰۃ نہیں دینی ہوگی بلکہ ایسی صورت میں زکوٰۃ معاف ہوگی۔ مولانا محمد یونس محدث مدرس مدرسہ نذیر حسین۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص۸۶، ۸۸ ج ۷)

(ج) اس بارے میں حضور ﷺ سے کچھ مروی نہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۹۷ ج ۱)

(۲)......زیور مستعملہ پر زکوٰۃ فرض ہے (شرف الدین) واجب نہیں۔ (ثناء اللہ)
(فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۵، ۹۶ ج ۷)

(۳)......مال تجارت پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (عرف الجادی) فرض ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۷ ج ۷)

(۴)......تعمیر مسجد پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۱۷ ج ۷) تعمیر مساجد میں صرف کرنا درست ہے۔ (ایضاً ص۱۳۱ ج ۷)

(۵)......جو اہل حدیث امام عبد الستار کو زکوٰۃ نہ دے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ستاریہ)
امام عبد الستار کو زکوٰۃ وصول کرنا قطعاً جائز و حرام ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص۲۶۳ ج ۷)

(۷) تملیک زکوٰۃ میں لازم ہے۔ (ص۱۵۶ ج ۷) ضروری نہیں۔ (ص۱۴۴ ج ۷)

(۸) عشر صرف زمیندار اور مزارع پر ہے۔ (لوہار، ترکھان، حجام، دھوبی پر بعد نصاب بھی فرض نہیں) (ص۱۳۶ ج ۷) لوہار ترکھان وغیرہ کے دانے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر بھی عشر فرض ہے۔ (ص۱۳۹ ج ۷)

(۹) سیونگ بینک کا سود مولوی عبد الواحد غزنوی جائز کہتے ہیں۔ (ص۳۰۵ ج ۷) بعض غیر مقلد حرام کہتے ہیں۔

(۱۰) حرام مال دو قسم پر ہے۔ ایک کا حصول بالرضا ہوتا ہے جیسا زنا کی اجرت' جوئے کا نفع وغیرہ' دوسرا بالجبر جیسے چوری' ڈاکہ وغیرہ۔ پہلی قسم کے بارے میں بعض علماء (اہل حدیث) کا عقیدہ ہے کہ توبہ کے بعد حلال ہو جاتا ہے' دوسری قسم کے متعلق نہیں (ص ۲۷۱ ج ۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری) پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ بالکل باطل ہے قطعاً حرام ہے' حلت کی کوئی دلیل نہیں۔

(ص ۲۷۲ ج ۷ مولانا شرف الدین)

دیکھئے یہ صرف مالی معاملات کے بارے میں ایک ہی فرقہ اہل حدیث کے بطور مثال دس اختلافات ذکر کیے ہیں اب یہ جھوٹ بولنا کہ اہل حدیث ہونے کے بعد اختلافات ختم ہو جاتے ہیں اس سے تو بدلازم ہے اہل حدیث نے تو اختلافات بڑھا دیے ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿محمدی کون؟﴾

میں نے کہا کہ حنفی محمدی تو نہیں؟ اس نے کہا کہ حنفی تو ڈبل محمدی ہیں کیونکہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور رسول پاک ﷺ کی شریعت پاک کی جو جامع تشریح حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمائی اس کے مرتب کرنے والے بھی امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ آپ ایک میٹرک کے طالب علم ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ حنفی محمدی نہیں جب کہ آپ کی جماعت غیر مقلدیت کے الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری تو مرزائیوں کو بھی محمدی مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں "اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ **والذین معہ** کا سب شریک ہیں۔ اس لئے گو ان میں باہمی تخت شقاق ہے مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی **رحماء بینھم** ہونا چاہیے۔ مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی میں اس میں شامل سمجھتا ہوں" (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

کفر و شرک سے نفرت۔

میں نے کہا چونکہ اہل حدیث حضرات رات دن احناف وغیرہ مقلدین پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے رہتے تھے چلو اہل حدیث ہو گیا تو ان فتوؤں سے تو بچ جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ آپ تو بہت بھولے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کو کس نے کہا کہ پھر یہ فتوے تمہیں لگائیں گے۔ آپ نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام تو سن رکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں وہ تو اس فرقے کے الاسلام تھے' شیر اسلام اور مناظر اسلام تھے۔ اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل حدیث ان پر فتویٰ کفر لگوانے کے

لئے حرمین شریفین گئے تھے۔ فیصلہ مکہ' فیصلہ حجاز یہ پڑھ کر دیکھیں کہ اس کو فرعون سے بدتر کافر ثابت کیا ہے اور جماعت غرباء اہل حدیث کو دوسرے اہل حدیثوں نے مکہ کے کافروں سے بدتر کافر قرار دیا ہے۔ مولانا عبداللہ روپڑی پر خود اہل حدیثوں نے کفر کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔ اب ان میں سے ایک فرقہ مسعودی نکلا ہے جو اپنے آپ کو جماعت المسلمین کہتا ہے اور باقی سب اہل حدیثوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ اب میں حیران تھا کہ مجھے اختلافات سے بچانے کا جھانسہ دے کر بڑے اختلافات میں دھکیل دیا ہے۔ میں صحابہؓ سے کٹ گیا' ائمہ مجتہدین سے باغی ہو گیا' اولیاء اللہ کا سرکش ہو گیا اور تقلید مجتہدین سے ہٹا کر مجھے اپنی تقلید پر لگا لیا۔ گویا اہل کی تقلید سے ہٹایا اور نا اہل کی تقلید کا طوق میری گردن میں ڈال دیا۔ اگر میں سب سے کٹ کر انہی کے ساتھ رہتا تو بھی بات تھی اب میں ان کا بھی نہ رہا آپ مجھے مولانا وحید الزمان کی کتاب نزل الابرار سنا کر دیکھیں میں اس پر کتنی لعنتیں بھیجتا ہوں آپ نے نواب صدیق حسن خان کی بدور الاہلہ سنا کر دیکھیں کہ میں اسے کتنی صلواتیں سناتا ہوں آپ میر نور الحسن کی عرف الجادی سنائیں اور اس کے خلاف میری زبان درازی سن لیں۔ اب وہ میرا دوست تو جا چکا تھا اور میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ یا اللہ! وہ جو محاورہ سن رکھا تھا' نہ گھر کا نہ گھاٹ کا وہی حال میرا ہو گیا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اسی ادھیڑبن میں دن گزر رہے تھے کہ میں نے کالج میں داخلہ لے لیا۔ اب میرا معیار تعلیم بھی بلند ہو رہا تھا اور اپنی سابقہ تحقیق پر بہت پریشان بلکہ پشیمان تھا۔ سوچا کہ معیار تحقیق بھی بلند کرنا چاہیے۔ اب میرا رجحان زیادہ تر تلاوت قرآن کی طرف تھا۔ میں کالج کی تعلیم سے وقت نکال کر قرآن پاک کی تلاوت کرتا اور اس کے ترجمہ و تفسیر پڑھنے کا شوق دل میں انگڑائیاں لینے لگا۔

اہل قرآن۔

کالج میں ہمارے ایک پروفیسر صاحب تھے۔ مجھے قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھتے۔ ایک دفعہ پوچھنے لگے تم کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے کہا میں اہل حدیث ہوں۔ انہوں نے کہا میں بھی پہلے اہل حدیث ہی تھا مگر جب میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کیا تو میرا دل اہل حدیث کے اختلافات سے اچاٹ ہو گیا۔ اگرچہ علماء اہل حدیث نے مجھے مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ خود ہی اپنے مسائل پر مطمئن نہیں تھے کہ کسی دوسرے کو کیسے مطمئن کر سکتے تھے۔ آخر میں قرآن کی طرف آ گیا اور اہل قرآن بن گیا۔ آپ بھی ان کے لٹریچر کا مطالعہ کریں' سب اختلافات اور

پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ پروفیسر صاحب نے مجھے دو کتابیں عنایت فرمائیں۔ یہ دونوں کتابیں جناب غلام احمد پرویز صاحب کی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک کا نام تھا "قرآنی فیصلے" اور دوسری کا نام تھا "مقام حدیث" میں بڑا خوش ہوا۔ معمول کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت سے فارغ ہو کر مطالعہ شروع کیا۔

تلاوت قرآن کریم۔

اس میں لکھا تھا "یہ عقیدہ کہ بلا سمجھے قرآن کے الفاظ دہرانے سے ثواب ملتا ہے بکسر غیر قرآنی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ در حقیقت عہد سحر کی یادگار ہے۔" (قرآنی فیصلے ص ۱۰۲) میں تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ یہ جو سب مسلمان رات دن قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں ان کو تو کچھ بھی ثواب نہ ملا۔ میں نے پروفیسر صاحب سے عرض کیا کہ جناب یہاں تو لکھا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت بلا معنی سمجھے کرنا عبث ہے۔ میں تو بہت تلاوت کرتا ہوں اور اپنے بڑوں کو ثواب بھی بخشتا ہوں۔ یہ تو سارا کام ہی خراب ہو گیا کیونکہ جب مجھے ہی ثواب نہ ملا تو آگے کیا پہنچے گا۔ پروفیسر صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ یہاں تو سرے سے ثواب ہی نہیں ملا۔ اگر کسی کام پر ثواب مل بھی جائے تو بھی اس کا ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔ (اس لئے کہ اہل قرآن منکرین حدیث ایصال ثواب کے منکر ہوتے ہیں)

ایصال ثواب۔

اس سے آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ "ایصال ثواب کا عقیدہ کس طرح مکافات عمل کے اس عقیدے کے خلاف ہے جو اسلام کا بنیادی قانون ہے۔ خدا جانے اس قوم نے کہاں کہاں سے ان عقائد کو پھر سے لے لیا جنہیں مٹانے کے لئے قرآن آیا تھا اور اس صورت میں جب کہ خود قرآن اپنی اصلی شکل میں ان کے پاس موجود ہے' اس سے بڑا تغیر بھی آسمان کی آنکھ نے کم ہی دیکھا ہو گا۔ (قرآنی فیصلے ص ۹۸) میں نے پروفیسر صاحب سے عرض کیا کہ جناب میں تو چاہتا ہوں کہ اختلاف سے نکل جاؤں لیکن تقلید کو سلام کر کے میں دن بدن امت سے کٹتا جا رہا ہوں۔ دائرہ اسلام تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو صرف میرے خیال میں ساڑھے تین اہل قرآن ہیں اور وہی مسلمان ہیں۔ باقی پوری دنیا کافر ہے۔ یہ تو اچھا اتفاق تھا جس میں پوری دنیا کا مخالف بلکہ ان کو کافر یا گمراہ سمجھتے تھے۔

لہٰذا وہی مجتہدین اچھے اور تقلید کے قابل ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث کے تمام احکام کو ہم تک پہنچا دیا۔ اور اس کے بہترین شارح بنے اور دین کی خدمت کی۔ اور ان ہی کے مقلدین نے اقوام عالم

کو زیر کیا بڑی بڑی خلافت عثمانیہ جیسی عظیم سلطنتیں چلائیں سینکڑوں سال سے لے کر اب تک حرمین کی خدمت کی۔

آثار سحر پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کی بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿الہدیٰ انٹرنیشنل اور جامعہ فاروقیہ کراچی﴾

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) اسلام آباد کے تحت قائم انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن برائے خواتین کے بارے میں چند سوالات کا جواب درکار ہے:

الہدیٰ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن برائے خواتین ایک سالہ دورانیہ پر مشتمل "ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن" کراتا ہے۔ اس کورس میں کچھ مسائل سننے کو ملے شرعی نقطہ نظر سے ان کی وضاحت مطلوب ہے۔

سوال نمبر ا۔ عورت کی آواز کا پردہ نہیں تو جیہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسائل پوچھنے آتے تھے پردے میں۔ اب اگر آواز کا پردہ ہے تو کیا اس وقت کے دین میں اور اب کے دین میں کوئی فرق ہے یا تبدیلی آگئی ہے؟

جواب۔ عورت کی آواز کا پردہ ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بلا ضرورت غیر محرم کو اپنی آواز نہ سنائے اور اگر کسی غیر محرم سے (پس پردہ) بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کلام میں اس نزاکت اور لطافت کے لہجے سے حتکلف پرہیز کیا جائے جو فطرتاً عورتوں کی آواز میں ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ۔ تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور قاعدے کے موافق بات کہو۔ (الاحزاب ۳۲)

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جیسے عورتوں کے کلام کا فطری انداز ہوتا ہے کہ کلام میں نرمی اور نزاکت طبعی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر جبکہ بضرورت نامحرم مرد سے بولنا پڑے تو تکلف اور اہتمام سے اس فطری انداز کو بدل کر گفتگو کی جائے یعنی ایسے انداز سے جس میں خشکی اور روکھا پن ہو کہ یہ حافظ عفت ہے اور یہ بد اخلاقی نہیں ہے۔ بد اخلاقی وہ ہے جس سے کسی کے قلب کو ایذا پہنچے اور طمع فاسد کو

روکنے سے ایذا لازم نہیں آتی۔ (خلاصہ تفسیر للتھانوی از معارف القرآن ص ۱۹۵ ج ۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں

"اس کلام کے متعلق جو ہدایت دی گئی ہے اس کو سننے کے بعد بعض امہات المومنین اس آیت کے نزول کے بعد اگر غیر مرد سے کلام کرتیں تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتیں تاکہ آواز بدل جائے۔ اسی لئے عمرو بن عاص کی ایک روایت میں ہے۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر (بلا ضرورت اجنبی سے) بات چیت کرنے سے منع کردیا۔" (رواہ الطبرانی بسند حسن تفسیر مظہری)

بہرحال اس آیت میں عورت کے پردہ سے متعلق احتیاطی پابندی لگادی گئی ہے اور تمام عبادات اور احکام میں اس کی رعایت کی گئی ہے کہ عورتوں کا کلام جہری نہ ہو جو مرد بشمول امام کوئی غلطی کرے تو مردوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کے بجائے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر تالی بجادیں جس سے امام متنبہ ہو جائے زبان سے کچھ نہ کہیں۔ حاصل یہ کہ عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ نامحرموں کے سامنے بوقت ضرورت پردے کے ساتھ گفتگو جائز ہے مگر لب ولہجہ میں سختی و درشتی ہونی چاہیے۔ جس سے دوسرے آدمی کو عورت کی طرف کشش پیدا نہ ہو۔ نہ بلا پردہ کلام کرنے کی اجازت ہے۔ نہ بلا ضرورت۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ازواج مطہرات کی گفتگو بقدر ضرورت دینی مسائل پوچھنے کی حد تک تھی اور وہ بھی پردہ کے پیچھے۔ قرآن کریم میں ہے "فاسئلوھن من وراء حجاب" ترجمہ" ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو پس پردہ پوچھو" اس لئے پس پردہ پوچھتے تھے۔ پھر "مسلمانوں کی ماں" پر آج کی عورت کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے مقدس معاشرے پر آج کے گندے معاشرے کو قیاس کرنا نہی بدترین حماقت اور کم عقلی ہے۔ مطلب یہ کہ شریعت نہیں بدلی اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو شریعت کے بدلنے کا اختیار ہے لیکن جن قیود و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ رب العزت اور آپ ﷺ نے اجازت دی تو جب ان شرائط اور قیود کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو اجازت بھی باقی نہیں رہے گی۔

سوال نمبر ۲۔ عورت کے نام کیساتھ والد ہی کا نام چلتا ہے نہ کہ خاوند کا۔

جواب۔ ہمارے عرف میں شادی کے بعد عورت کی پہچان چونکہ شوہر سے وابستہ ہو جاتی ہے اور شوہر کا نام لگانے میں نسب کے التباس کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا نام استعمال کرنے میں حرج نہیں اور جہاں والد کا نام ساتھ لگانے کا عرف ہو اور شوہر کا نام لگانے سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو وہاں والد کا نام

لگایا جائے۔

سوال نمبر۳۔ ان کے طریقہ تعلیم میں یہ بھی ہے کہ دوران تعلیم مرد اساتذہ بھی پڑھاتے ہیں جبکہ طالبات نے صرف نقاب کیا ہوتا ہے اور درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

جواب۔ شریعت نے اجنبی مرد و زن کے اختلاط پر پابندی لگائی ہے۔ نیز جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ وہ اجنبی عورتوں کو نہ دیکھیں اسی طرح عورت کو بھی حکم ہے کہ وہ اجنبی مرد کو نہ دیکھے۔ حدیث میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم آپ ﷺ کے گھر آئے تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو تو ازواج کہنے لگیں کہ یہ تو نابینا ہیں' ہمیں نہیں دیکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو' کیا تم اسے نہیں دیکھ رہی ہو۔ چنانچہ وہ پردے میں چلی گئیں۔ (ترمذی شریف)

خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں چونکہ شرعی حجاب کی شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ لہذا ایسے ادارے میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر۴۔ الہدیٰ کی ''مسئولہ کیسٹیں پیش خدمت ہیں جن کرا پنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحبہ ڈپلومہ کورس کی منتظمہ ہیں۔

جواب۔ ڈاکٹر صاحبہ کا درس مختلف مقامات سے سنا۔ ان کے درس میں اصول تفسیر کے قواعد اور آداب کی رعایت نہیں کی گئی۔ نیز ان کا انداز بیان بھی انتہائی غیر محتاط ہے۔ درس میں صرف قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ساتھ تلاوت آیات کا اہتمام نہیں ہے۔ یہ طرز عمل انتہائی خطرناک اور اصل قرآن سے اعراض اور اس میں تحریف کا سبب ہے۔ قرآن کریم حروف اور معانی دونوں کا مجموعہ ہے علماء نے قطعاً اس کی اجازت نہیں دی کہ قرآن پاک کا ترجمہ بغیر متن کے چھاپ دیا جائے یا بغیر تلاوت آیات کے صرف ترجمہ اور تفسیر پڑھائے اور بیان کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ ایسا عمل تحریف فی الدین اور اصل کے ضیاع کا مقدمہ اور سبب ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔ اور اس پر تمام تفسیروں کے ماہرین کا اجماع ہے کیونکہ جب قرآن کا محض ترجمہ شائع کیا جائے گا یا بیان کیا جائے گا تو ہر شخص باآسانی اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں جو چاہے گا اس میں ترمیم اور کمی بیشی کر سکے گا۔ اور پڑھنے اور سننے والا یہی سمجھے گا کہ قرآن یہی ہے۔ حالانکہ وہ قرآن نہ ہوگا۔ اور یوں تحریف کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو اصل قرآن کے ضائع ہونے کا باعث ہوگا۔

اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ کچھ تراجم اب بھی تو ایسے موجود ہیں جو اغلاط سے پر ہیں اور قرآن کے متن کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں؟ اس لئے کہ اب اگر ان تراجم میں کچھ اختلاف ہے تو اصل بھی سامنے

ہے۔ اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں۔ تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہنچتا۔ اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جائیں گے اور اصل نظروں سے غائب ہوگا تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا اور پھر کچھ عرصے بعد یہ گمان ہونے لگے گا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے اس سے اعتقاد میں خرابی واقع ہوگی اور عمل پر یہ اثر پڑے گا کہ ترجموں اور کیسٹوں کو لے کر آپس میں لڑیں گے اور اصل کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوگی۔ نیز اس طریقہ کار سے کج روی تلاش کرنے والے خوب فائدہ اٹھائیں گے اور بہت آسانی سے غلط تراجم اور تفاسیر کا موقع ملے گا۔ کیونکہ ہر دیکھنے اور سننے والا حافظ نہیں۔ اور اصل کی طرف رجوع کرنا ہر وقت آسان نہیں۔

نیز ایک غلط رواج یہ چل نکلے گا کہ لوگ صرف تراجم اور کیسٹوں کے پڑھنے اور سننے پر اکتفا کرلیا کریں گے اور اصل قرآن سے بے تعلق اور اجنبی ہوجائیں گے۔ اور اس کی تلاوت کا اہتمام آہستہ آہستہ ختم ہوکر رہ جائے گا۔

نیز یہ طریقہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ایجاد کردہ ہے اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ طریق مروج ہوگیا تو جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی اصل کتابوں کی حفاظت نہ کرسکے تھے مسلمان بھی اپنی اصل کتاب کو کھو بیٹھیں گے جبکہ اس کی حفاظت فرض ہے اور اس میں خلل ڈالنا حرام اور ناجائز ہے۔ نیز خواتین کی آواز میں ترجمہ و تفسیر کی اشاعت بھی ممنوع اور حرام ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو سنے گا اور یہ مفاسد عظیمہ کا موجب ہے۔ لہٰذا مذکورہ ترجمے کا قیمت لینا اس کو سننا اور اس کی اشاعت سب ناجائز ہے۔ اس کی جگہ کسی محقق عالم کے اصل کے ساتھ ترجمہ و تفسیر پر مشتمل کیسٹ سنی جائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۔ کیا ایک ہی مسلک کی اتباع ضروری ہے یا جس کا دل جس مسلک کو چاہے اختیار کرلیا جائے؟ غیر مقلدین کے اعتبار سے یعنی ان کو مطمئن کرنے کے اعتبار سے فرمائیں۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ حضور ﷺ کے دور میں نہ ہی فقہ ہی اور بہت سی ایسی باتیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھیں جو کہ بعد کے ادوار میں سامنے آئیں مثلاً عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا، عورتوں کی آواز کا پردہ چہرے کا پردہ (اس کے بارے میں ہماری مسجد کے امام نے کہا تھا کہ اس زمانے کے اعتبار سے پردہ چہرے کے علاوہ تھا مگر آج کل کے خراب ماحول کی وجہ سے علماء کا چہرے کے پردے کے بارے میں اتفاق ہے) عورتوں کا بے جا گھر سے نکلنے سے منع کرنا (باوجود مکمل پردے کے) وغیرہ۔

جواب۔ عامی شخص کے لئے کسی متعین امام کی اتباع ضروری ہے۔ دین کے مسائل دو طرح کے ہیں

ایک وہ جو آنحضرت ﷺ سے واضح طور پر منقول چلے آرہے ہیں اور جن کو ہر شخص جانتا ہے کہ دین کا مسئلہ یہ ہے اس کے بارے میں کسی مسلمان کو نہ کسی عالم کے پاس جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ کوئی جاتا ہے جیسے نماز' روزہ' حج اور زکوۃ وغیرہ کا فرض ہونا کہ سب کو معلوم ہے۔ دوسرے وہ مسائل ہیں جن میں اہل علم کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ عامی لوگوں کی ذہنی سطح سے اونچے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم خود قرآن و حدیث کا مطالعہ شروع کر دیں اور ہماری اپنی عقل و فہم میں جو بات آئے اسے "دین" سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو حضرات قرآن و سنت کے ماہر ہیں ان سے رجوع کریں اور انہوں نے اپنی مہارت' طویل تجربہ اور خداداد بصیرت سے قرآن و حدیث میں غور کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا اس پر اعتماد کریں۔ پہلی صورت خود رائی کی ہے۔ اور دوسری صورت کو تقلید کہا جاتا ہے۔ جو عین تقاضائے عقل و فطرت کے مطابق ہے۔

ماہرین شریعت کی تحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایک مسئلہ کے لئے قرآن و حدیث میں غور کرنے والے شخص کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص بہت سی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور ماہرین فن سے رجوع کرنے کو بھی اپنی کسر شان سمجھے اور اس مشکل کا حل وہ یہ تلاش کرے کہ طب کی مستند اور اچھی اچھی کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ شروع کر دے اور پھر اپنے حاصل مطالعہ کا تجربہ خود اپنی ذات پر کرنے لگے۔ تو توقع ہے کہ اول تو کوئی عقل مند ایسی حرکت کرے گا نہیں اور اگر کوئی شخص واقعی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ ماہرین فن سے رجوع کئے بغیر اپنے پیچیدہ امراض کا علاج اپنے مطالعہ کے زور سے کر سکتا ہے تو اسے صحت کی دولت تو نصیب نہیں ہو گی۔ البتہ اسے اپنے کفن دفن کا انتظام پہلے سے کر رکھنا چاہیے۔

پس جس طرح طب میں خود رائی آدمی کو قبر میں پہنچا کر چھوڑتی ہے۔ اسی طرح دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی اور زندقہ کے غار میں پہنچا کر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے گمراہ اور ملحد فرقے ہوئے ان سب نے اپنی مشق کا آغاز اسی خود رائی اور ترک تقلید سے کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تک ہوتا یہ تھا کہ جس شخص کو مسئلے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی وہ کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتا' اور اس پر عمل کرتا۔ لیکن چوتھی صدی ہجری کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے امت کو ائمہ اربعہ کی اقتداء پر جمع کر دیا۔ اس زمانے میں یہی خیر کی بات تھی۔ اس لئے کہ اب لوگوں میں دیانت و تقویٰ کی کمی آ گئی تھی۔

اگر متعین امام کی تقلید کی پابندی نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی پسند کے مسائل چن چن کر ان پر عمل کیا کرتا اور دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔ پس خود رائی کا ایک ہی علاج تھا کہ نفس کو کسی ماہر شریعت کے فتویٰ پر عمل

کرنے کا پابند کیا جائے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

غیر مقلدین حضرات کی جانب سے یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں فقہ بندی اور تقلید کا رواج بہت صدیوں بعد ہوا اس لئے وہ "بدعت ہے" سراسر جہالت اور غلطی پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ اول تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ غیر مقلدین کے سوا جن کا وجود تیرھویں صدی میں بھی نہیں تھا۔ باقی پوری امت محمدیہ گمراہ ہو گئی نعوذ باللہ۔ اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پیش کرتا ہے اور چوں کہ اسلام قیامت تک کے لئے آیا ہے۔ اس لئے پوری امت کا ایک لمحہ کے لئے بھی گمراہی پر متفق ہونا باطل ہے۔

دوسرے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی یہ دستور تھا کہ ناواقف اور عامی لوگ اہل علم سے مسائل پوچھتے اور ان کے فتوے پر بغیر طلب دلیل عمل کرتے تھے۔ اور اسی کو تقلید کہا جاتا ہے گویا "تقلید" کا لفظ اس وقت اگرچہ استعمال نہیں ہوتا تھا مگر تقلید کے معنی پر لوگ اس وقت بھی عمل کرتے تھے۔ سو آپ اس کا نام اب بھی تقلید نہ رکھیے اقتدا و اتباع رکھ لیجیے۔

تیسرے فرض کیجیے کہ اس وقت تقلید کا رواج نہ تھا تب بھی اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ دین اور شریعت پر چلنا فرض ہے اور جو شخص معین امام کی تقلید کے بغیر شریعت پر چلنے کی کوشش کرے گا وہ کبھی نفس و شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس لئے بغیر خطرات کے دین پر چلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے کسی ایک ماہر شریعت امام کی پیروی معروضی طور پر دیکھا جائے تو غیر مقلدین حضرات بھی معدودے چند مسائل کے سوا اہل ظاہر محدثین کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ اس لئے گو انہیں "تقلید" کے لفظ سے انکار ہے مگر غیر شعوری طور پر ان کو بھی اس سے چارہ نہیں اس لئے کہ دین کوئی عقلی ایجاد نہیں بلکہ منقولات کا نام ہے اور منقولات میں ہر بعد میں آنے والے طبقے کو اپنے سے پہلے طبقے کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے۔ یہ فطری چیز ہے جس کے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں۔ (دیکھیے اختلاف امت اور صراط مستقیم ج ۱)

سوال نمبر ۶۔ الہدیٰ کی مسئولہ کے طریقہ کار کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ نیز انہوں نے امریکہ سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ امریکہ سے اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی کیا حیثیت ہے واضح فرمائیں۔

جواب۔ انہوں نے کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے ہم کو علم نہیں باقی ان کے طریقہ میں چونکہ شرعی حدود کی پابندی نہیں ہے لہذا یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ عموماً مغرب سے تعلیم حاصل کرنے والے

مستشرقین کے افکار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور جدت پسندی کی آڑ میں اسلام کے مسلمہ احکام میں تحریف اور شکوک وشبہات کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہی مغربی تعلیم گاہوں کا مقصد ہے اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے ایسے اداروں اور مجلسوں کا مکمل بائیکاٹ کرے اور دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین کرے۔

سوال نمبر ۸۔ اس کورس میں شرکت کرنا دوسرے لوگوں کو دعوت دینا اور ان کی کتب پڑھنا کیسا ہے وضاحت فرمائیں۔

جواب۔ اس کورس میں شرکت کرنا۔ اس کی دعوت اور نشرواشاعت میں مددگار بننا حرام اور ناجائز ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیق﴾

بندہ نے الہدیٰ انٹرنیشنل کے بارے میں اپنی رائے اور جامعہ فاروقیہ کی مندرجہ بالا تحریر حضرت مولانا عبدالرحمان اشرفی مدظلہ کی خدمت میں ارسال کی تو دارالافتاء کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا کہ الہدیٰ کے بارے میں جو تحریر جامعہ فاروقیہ کراچی کی ہے اس سے ہم کو مکمل اتفاق ہے۔

مفتی شیر محمد صاحب

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالعلوم کراچی، اکوڑہ خٹک اور نصرت العلوم گوجرانوالہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ ان کے ہاں پڑھنا درست نہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿علمائے کرام اور بچوں بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے انکی کارکردگی﴾

ماسوائے چند کے تمام علمائے کرام اپنی مساجد میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور یہ سلسلے سینکڑوں سال سے چل رہے ہیں۔ اور الحمدللہ ناظرہ قرآن کیا اب تو ہر مسجد میں مدرسہ شروع ہو چکا ہے۔ اور بچے اور مرد حضرات علماء کا درس سن کر دین کی باتیں گھروں میں بتلاتے ہیں۔ اسی طرح بچیوں کے مدارس تو اتنی زیادہ تعداد میں ہو چکے ہیں کہ وہ شمار مشکل سے ملتا ہے فی الحال پاکستان میں بچوں اور بچیوں کیلئے تقریباً دس ہزار مدارس علماء کرام کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ جن میں دس لاکھ طالبعلم زیر تعلیم ہیں اور ان پر تیرہ لاکھ ملین روپے خرچ ہوتے ہیں۔ جو عوام بہ خوشی ورغبت دیتی ہے۔ جس سے ہر شخص عوام کا علماء

کیساتھ ربط کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اور اس سال تو بہتر ہزار بچوں اور بچیوں نے وفاق المدارس بورڈ کے تحت امتحان دیا اور یہ تعداد بورڈ کی ہے جو صرف پانچ درجے ہوتے ہیں، باقی پانچ درجے تو غیر وفاقی ہوتے ہیں اس کی تعداد الگ ہے۔

اسی کو دین کا کام کہتے ہیں اور دین کا کام کیا ہوتا ہے؟ باقی جو بچیاں دنیاوی تعلیم (جو بالکل درست ہے جس کو ہم نے بھی پڑھا ہے۔ اور بچوں کو بھی پڑھاتے ہیں) پڑھ لیتی ہیں اور پھر صرف تو ماہ الہدیٰ میں گزار لیتی ہیں تو وہ ان کی ایسی تربیت کر لیتے ہیں؟ کہ وہ علماء پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیتی ہیں کہ علماء کرام کام نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ اب ہم کو الہدیٰ والے بتائیں کہ دین کا کام کس کو کہتے ہیں۔

لیکن الہدیٰ والے تو اپنا کام بتلا چکے ہیں دوسروں کو قرآن کا درس خود اپنے گھر میں کھیلو۔ بغیر محرم کے دور دراز کا سفر، بیوٹی پارلر میں بال کٹانا، مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا، ٹی وی سی آر کی تصویر گناہ نہیں۔ نماز کی قضا کیصورت میں صرف استغفار کافی۔ حالت جنابت میں جنبی ہاتھوں سے قرآن چھونا اور تلاوت درست۔ جہاد کے موضوع پر مکمل خاموشی۔ اسلامی خلافت کے بارے میں مہر بلب، وہ طالبان جن کا پورا کفر مخالف ہے پر بھی تنقید۔ این جی اوز کے بارے میں خاموشی اور علماء کے خلاف گرم جوشی۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہدیٰ انٹرنیشنل سے ایک سوال

مسلم شریف میں امام نوویؒ نے پہلا باب یہ باندھا ہے کہ الاسناد من الدین

امام مسلمؒ نے اس پر کافی ادلہ اور بزرگوں کے اقوال پیش کیے ہیں کہ دین کا اہم رکن "سند" ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور بخاریؒ مسلمؒ کا استاد عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ سند دین میں سے ہے اگر سند نہ ہوتو جو کوئی جو چاہتا کہتا۔ لہٰذا جب تک دین کا کام کرنیوالے سند پیش نہیں کریں گے اور یہ نہیں کہیں گے کہ ہم اس موقف کے لوگ ہیں۔ ہماری یہ سند ہے اسوقت تک ان پر کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

ورنہ پرویزی۔ مرزائی۔ آغا خانی۔ بوھری۔ اسماعیلی۔ لاہوری قرآن و حدیث ہی پیش کرتے ہیں لیکن ان کی سند نہیں اس لیے گمراہ ہیں اور سند بھی وہ معتبر ہے جن کے موقف پر وہ چلیں۔ جتنے بھی علماء کرام ہیں وہ اپنی سند پیش کرتے ہیں اور غلط عقائد اور بدعات پر چلنے والے بھی کچھ نام کے

علماء ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں۔ اس لئے کہ ان سے بحث نہایت آسان ہے اور وہ اس طرح کہ آپ کا مقصد اور موقف یہ ہے اور اس سند میں جتنے لوگ ہیں ۔ وہ تو اس کے قائل نہیں۔ جس کے آپ قائل ہیں۔ لیکن بے سند سے بحث مشکل ہوتا ہے۔ ایسے بے سند لوگ ضلو و اضلو ا کے مصداق ہوتے ہیں۔

اب الہدیٰ والوں سے سوال ہے کہ آپ کی سند حدیث کیا ہے قرآن و حدیث اور قرآنی علوم آپ نے کس سے پڑھے ہیں؟ دس ایسے علماء کرام بتائیں جو آپ پر اعتماد کریں۔ اور سند بھی بیان کریں یا آپ کا دامن علماء کرام اور سند سے خالی ہے۔

انجینیر نگ کالج سے فارغ انجینیر بنتا ہے، اور میڈیکل کالج سے ڈاکٹر نکلتا ہے۔ نہ کہ ڈاکٹری کتب کے پڑھنے سے ڈاکٹر بنتا ہے آپ نے کن علماء کرام سے پڑھا؟ اس کیلئے تو بڑے بڑے مدارس ہیں ام القریٰ یونیورسٹی جامعہ ازہر (جس نے الہدیٰ کی میڈم صاحبہ کو مسترد کیا تھا) مدینہ یونیورسٹی وغیرہ اور اسی طرح بڑے بڑے اور بھی دینی مدارس ہیں جس طرح میڈیکل کالج نہ پڑھا ہوا پریکٹس کرنے والا ضرور گرفتار ہوگا۔ خواہ وہ کتنا ہی قابل ہو۔ اسی طرح دینی ماہرین سے باقاعدہ نہ پڑھنے والا "نیم ملا خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان" ہی کا مصداق ہوگا، ورنہ پھر تو مدارس کا وجود بیکار ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنی سند پیش فرما دیجئے۔

میری سند تو یہ ہے کہ میں نے حدیث حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ سے پڑھی انہوں نے شیخ خلیل سے انہوں نے شیخ مظھر علی عن شیخ شاہ عبدالغنی عن الشاہ ولی اللہ محدث دھلوی عن الشیخ ابو طاھر المکی عن ابیہ ابراھیم الکردی عن المزاحی عن الشھاب احمد السبکی عن النجم الغیطی عن الزین ذکریا عن العز عبدالرحیم عن عمر المراغی عن الفخر عن عمر بغدادی عن ابی الفتح عبدالملک بن ابی القاسم عبداللہ الھروی عن قاضی ابی عامر محمود الازدی عن الشیخ ابو نصر تریاقی عن عبدالجبار الجراحی عن محمد مروزی عن ابی عیسیٰ الترمذی عن قتیبہ عن ابی عوانہ عن سماک عن مصعب بن سعد انہوں نے ابن عمرؓ سے انہوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ سے روایت کی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿اجتہاد﴾ Interpretation

محترم قارئین اب آپ اجتہاد کو سمجھیں کہ اجتہاد کیا ہے؟ یہ کیوں اور کہاں کہ جاتی ہے؟ اور کیا اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے یا علماء نے بند کیا ہے؟ کیا ہم ہزار سال پہلے گزنے والے اجتہاد پر اندھے اوندھے منہ آرہے ہیں اور وہی حرف آخر ہے؟ یا اجتہاد اجتہاد اجتہاد کی مبہم رٹ لگا کر کچھ لوگ نااہلوں کو دین کی فہم و تفہیم سونپ کر دین کا بیڑا غرق کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس لفظ کے لئے استنباط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حدیث اور فقہاء نے اس کیلئے اجتہاد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن میں یہ لفظ اسطرح ہے۔ یستنبطونہ اور حدیث میں یہ لفظ اسطرح ہے

اذا اجتہد الحاکم (بخاری مسلم) جب حاکم اجتہاد کرے اور درست فیصلہ دے تو دو اجر کا مستحق ہوتا ہے اور غلطی ہو جائے تو پھر بھی ایک اجر ملتا ہے۔ (بشرطیکہ مجتہد ہو) شرح مسلم شریف میں علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی اجتہاد کا اہل نہیں اور اجتہاد کرے چاہے ٹھیک فیصلہ کرے تب بھی گنہگار ہوگا۔

اجتہاد کا لغوی معنی ہے کوشش اور اصطلاح شریعت میں اجتہاد اس وہبی قوت اور ملکہ کو کہتے ہیں۔ جس کی بناپر وہ شخص نصوص شرعیہ (قرآن و حدیث) سے مسائل کا استخراج کر سکے جس کی شرائط یہ ہیں قرآن کی وہ 500 آیات اور 3000 وہ احادیث جن کا تعلق احکام کیساتھ ہے ان کا اس کو علم ہو۔ صحابہ کرام کے سترہ ہزار فتوے، اجماعی فیصلے، ناسخ و منسوخ کا علم، اصول قرآن و حدیث اور ان کے خادم علوم صرف نحو ادب وغیرہ کو جانتا ہو۔ اور ساری امت مسلمہ اور تمام حنفی مالکی شافعی اور حنبلی علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس میں یہ شرائط ہونگیں۔ وہ اجتہاد کر سکتا ہے۔

اجتہاد کا دروازہ نااہل کے لئے بند ہے۔ اہل کیلئے نہیں۔ اسمبلی میں اکثر شور مچتا ہے۔ کہ جی! اجتہاد کا دروازہ کھولنا چاہئے اور صحافی بھی اس پر لکھتے ہیں کہ اسمبلی کو اجتہاد کا حق ملنا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انگوٹھا چھاپ .M.N.A، لا الا اللہ کو درود شریف اور اذان کی آواز کو کہے کہ آذان بج رہا ہے اور شرعی سزاؤں کو ظالمانہ سزائیں کہے ان کو ہم اجتہاد کی اجازت دینگے؟

ہرگز نہیں۔۔۔ اب سمجھو کہ یہ ایک خطرناک سازش ہے۔ کہ اہم مسائل (جہاد، اسلامی خلافت کا قیام، دعوت و تبلیغ سے لوگوں کی اصلاح، علم و ہنر اور جدید علوم میں مہارت) سے لوگوں کو ہٹا کر

فروعی اختلاف میں انہیں لڑایا جائے۔ یہ فروعی اختلاف تو در حقیقت صحابہ کرامؓ کے دور سے چلے آ رہے ہیں۔ جنکی تفصیل کے لئے آپ ترمذی اور ابوداؤد اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں۔ تاہم عقیدہ میں اختلاف خطرناک ہے اور بری بات ہے۔ اور اسی سے فرقہ بنتا ہے فروعی مسائل میں اختلاف سے فرقہ نہیں بنتا۔

اب عوام کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اجتہاد کہاں ہوتا ہے۔ تو اجتہاد عقائد میں نہیں ہوتا۔ مثلاً خدا ایک ہے۔ حضور ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں وغیرہ اس میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ اسطرح وہ احکام جو قرآن وحدیث میں واضح موجود ہیں۔ (نماز، روزہ، حج، زکوۃ، پردہ اور شرعی سزائیں وغیرہ) اس میں اجتہاد نہیں ہوتا کہ چلو اجتہاد کرو کہ کل سے نماز نہ پڑھو۔ اب زانی سنگسار نہیں ہوگا۔ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اب پردے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اہل اجتہاد کی آواز لگاتے ہیں۔ وہ در حقیقت انہی شرعی احکام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ صریح واضح احکام میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قرآن و احادیث میں ظاہری اختلاف نظر آ رہا ہو۔ مثلاً حدیث میں یہ بھی ہے کہ رفع یدین ہے۔ آمین اونچی آواز سے ہے۔ قئی خون سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی ہے کہ صرف پہلی بار رفع یدین ہے پھر نہیں۔ آمین آہستہ آواز سے ہے۔ خون اور قئی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اب یہاں پر ان متعارض روایات میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ مسائل صریح قرآن وحدیث میں نہیں ہوتے مثلاً جھینگے کا گوشت، مزارعت کی مختلف صورتیں، ہیروئن، پاؤڈر، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلوننگ، P.L.S. سیونگ اکاؤنٹ، فکسڈ ڈیپازٹ، انشورنس، شیئرز اور کمپنی وغیرہ کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں۔ ان چیزوں کو دوسرے مسئلوں پر قیاس کرتے ہیں۔ اس سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اجتہاد کہاں پر ہوتا ہے اور کہاں پر نہیں ہوتا۔ اب سمجھو کہ کیا اب اجتہاد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کونسا مسئلہ ہے جو تشنہ ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ جدہ فقہی کونسل (جس میں تمام ممالک کے جید فقہاء اور سکالر جمع ہو کر نئے پیش آمدہ مسائل کا حل نکالتے ہیں۔) کراچی فقہی کونسل جس میں کراچی کے جید مفتیان ہیں۔ جوں فقہی کونسل انڈیا فقہی کونسل کو جو مولانا مجیب اللہ ندوی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ ان فقہی کونسلوں نے جدید مسائل پر سینکڑوں کتب شائع کیے ہیں۔

اب ہمارا الہدای کی "میڈم" سے سوال ہے کہ کونسے ایسے مسائل ہیں نمبروار لکھیں۔ کہ جو قابل حل ولائق اجتہاد ہیں۔ لیکن علمائے کرام نے ان کا حل نہیں کیا اور لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے؟ یا آپ صرف مبہم نعرہ لگا کر عوام کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کرنا چاہتی ہیں۔ جیسا کہ مغرب مبہم نعرہ لگاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کی پامالی ہے تو جب سوال ہوتا ہے کہ کونسے حقوق؟ تو جواب میں خاموشی!

عوام کا تعلق صرف مسجد کے امام کیساتھ ہوتا ہے۔ جن میں بعض عالم نہیں ہوتے ہیں
بس وہی ان کے سامنے دین کے ترجمان ہوتے ہیں۔ جس نے شدید غلط فہمی میں مبتلا کیا ہوا ہے
مخلص اور باعمل علماء ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ جو علمی وعصری بصیرت رکھتے ہیں۔ اور پیش آمدہ مسائل
کا حل نکالنے کیلئے عوام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اور جدید مسائل پر ان علماء کرام کی شاندار تحقیق
منظر عام پر آچکی ہیں۔ اب یہ بات حل طلب رہ گئی کہ کیا ہم ہزاروں سال پرانی فقہ پر قائم ہیں اور اس
سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ تو یہ شرارت کے لئے کیا جانے والا جملہ ہے۔ یا خالص جہالت ہے۔ اس لئے کہ بہت
سارے لاتعداد مقامات ایسے ہیں۔ جہاں پر ہمارے فقہاء نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر امام مالکؒ
کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ عورت
120 سال انتظار کرے گی اور پھر شادی کرے گی۔ لیکن اب امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ ہے کہ عدالت
میں کیس دائر کرنے کے بعد عورت چار سال انتظار کریگی۔ اور پھر عدت کے بعد دوسری شادی کرے گی
۔ اس طرح گیارہ جگہوں پر امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر نہیں۔ قضاء کے
مسئلوں میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ ذوی الارحام کے بعض مسئلوں میں امام محمدؒ کے قول پر
فتویٰ ہے۔ بلکہ آج کل جدید بیوعات میں امام شافعی امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے اقوال وآراء سے بہت
مدد لی جارہی ہے اور سینکڑوں مسائل ایسے ہیں۔ جن کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اور وہ اجتہادی مسائل
جو عرف وعادت پر مبنی ہوتے ہیں وہ عرف وعادت کے بدلنے سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس
کے لیے اپنے لوگ اور باقاعدہ شرائط اصول اور ضوابط ہیں اور یہ فقہ حنفی کی اجازت سے ہے۔ لہذا یہ فقہ
حنفی سے نکلنا نہیں ہوا۔ انشاء اللہ اس بحث سے اشکالات ختم ہوئے ہونگے اور شرارت کرنے والوں کی
شرارت کی حقیقت بھی سمجھ میں آگئی ہوگی لیکن اگر کوئی اجتہادی یہ سیٹ مانگے یا باوجود نااہل ہونیکے اجتہاد
کرے تو ہم فوراً ایسے مرد اور عورت کو مسترد کر دینگے بلکہ یہ ذی علم فقہاء کے کونسل کا کام ہے۔ جدید فقہی
مسائل پر اگر آپ مطالعہ کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل کتب نہایت اہم ہیں۔

جواہر الفقہ، مفتی محمد شفیعؒ، جدید فقہی مباحث، مولانا مجیب اللہ ندوی، فقہی مقالات استاد محترم
جسٹس محمد تقی عثمانی، اسلامی معیشت کے بنیادی اصول، استاد محترم مفتی عبدالسلام چاٹگامی، جدید فقہی
مسائل مفتی خالد رحمانی، آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد نمبر ۹، مولانا یوسف لدھیانوی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الہدیٰ کی میڈم صاحبہ کے انٹرویو پر تبصرہ

تفصیل سے بات سمجھ لینے کے بعد اب ہاشمی صاحبہ کے انٹرویو پر غور کریں۔ کہ وہ کسطرح اجتہاد کا دعویٰ کر کے الٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں۔
محترم قارئین ہم اجتہاد اور علماء کرام کے مخالفت کے حوالے سے "ہاشمی صاحبہ" کی گفتگو نقل کرتے ہیں۔ جس سے آپ کو انشاء اللہ میڈم صاحبہ کی ذہنیت، اجتہاد، اسلاف کی مخالفت اور علماء کرام کیخلاف بدزبانی کا پتہ لگ جائے گا۔ یہ گفتگو نیوز لائن فروری 2001ء میں چھپی ہے۔
1۔ ایک سوال کے جواب میں کہتی ہیں کہ پاکستان میں بہت ہی دقیانوسیت (Regid) ہے کہ ہزار سال پہلے جس عالم نے جو بات کہی اسی کے مطابق بولو گے جہاں سے پڑھو گے بات اسی کے مطابق کرو گے اس تنگ ذہنیت نے ہم کو تباہ کیا۔ اور نئے نوجوان کو غرق کیا۔
تبصرہ 1۔ پاکستان میں دقیانوسیت نہیں بلکہ تقویٰ اور دین داری ہے سارے ممالک سے پاکستان میں دین اسلام پر عمل درآمد ہے جو غیر کو برداشت نہیں۔ یہاں مدارس ہیں مجاہدین ہیں دعوت وتبلیغ ہے عورتوں میں پردہ ہے۔ فحاشی کم ہے یہ صرف اور صرف علماء کیساتھ مضبوط رشتہ اور مستحکم تعلق کی بناء پر ہے۔ افغانستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک اس قسم کی دینداری سے عاری ہیں۔ مغربی طاقتوں کو یہ نہیں بھاتا۔ تو وہ باہم شیر وشکر اور ہم مسلک لوگوں میں بعض افراد کو دانستہ یا نادانستہ استعمال کر کے فروعی اختلاف کو تبلیغ کا موضوع بنا کر اتفاق کو برباد کر کے غیر کے لیے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔
باقی ہزار سال پہلے جس نے بات کی ہے اسی کے مطابق چلنا آپ کو کیوں ناپسند ہے؟ اس لئے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ کو حنفی مالکی شافعی اور حنبلی سے چڑ ہے۔ اگر آپ ان اہم مجتہدین کو مسترد کریں تو خیر لیکن اگر علماء آپ کو مسترد کریں تو آپ کو غصہ آتا ہے۔
ہمارا ہاشمی صاحبہ سے سوال ہے کہ اجتہاد کے حوالے سے آپ کی عوام الناس کے لئے کتنی خدمات ہیں۔ اور جدید فقہی اجتہادی مسائل پر آپ کی کتنی کتابیں بازار میں آچکی ہیں، پیش فرمائیں۔
2۔ ایک سوال کے جواب میں فرماتی ہیں کہ ہر چیز پر اجتہاد کی ضرورت ہے پھر پوچھا گیا کہ اجتہاد کون کرے گا تو ہاشمی صاحبہ نے جواب دیا کہ یہ دو گروہ کریں گے۔ ایک دین کا واقف کار، دوسرا دنیاوی امور کا واقف کار لیکن کہتی ہیں۔ کہ پرابلم یہ ہے کہ ایک ہزار سال پہلے جو اجتہاد ہوا تھا وہ تہذیبی اجتہاد تھا۔ اسی پر لوگ قائم ہیں۔

3۔ پھر سوال ہوا کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو اجتہاد کر سکیں تو جواب دیتی ہیں کہ ہو سکتا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں اور ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اگر اجتہاد کے حوالے سے کوئی تبدیلی لائی بھی جائے تو مذہبی عناصر (Religious Elements) اس کو مسترد کر دیتے ہیں

تبصرہ 2۔3 جوابا عرض ہے کہ ہاشمی صاحبہ پر دو سوالات کے جوابات آپ نے ملاحظہ کیے ایک میں فرمایا کہ اجتہاد دو گروہ کریں گے ایک دین کا واقف کار اور ایک دنیاوی علوم سے واقفیت رکھنے والا گروہ اور دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھے ایسے دو گروہ معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے ہوں۔ اور آگے آٹھ نمبر پر کہتی ہیں کہ عورتوں کو مار دینا مارنے کے حوالے سے میرا اجتہاد (My Interpepetation) یہ ہے کے الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے تو گروہ پیدا کرو پھر اجتہاد کرو آپ اکیلی کس طرح مجتہدہ بن بیٹھیں اور آپ نے خود کہا کہ میں مدرسے کی Product نہیں ہوں تو آپ مجتہدہ کیسے بن گئیں۔ یا گلاسکو میں آپ نے یہودیوں سے اسلامیات میں P.hd کر کے اجتہاد کا سرٹیفیکیٹ حاصل کیا ہوگا؟ اور آپ کی یہ بات بڑی جہالت پر مبنی ہے کہ ہر چیز میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ کل عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ عقائد میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ جو مسائل قرآن و حدیث سے صریح ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا۔ جہاں پر اجتہاد ہوتا ہے۔ وہ میں نے بتا دیا ہے۔ جس کی تفصیل گزر گئی۔

4۔ سوال ہوتا ہے کہ کیا اسلام تشدد سے لاگو ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ مصنوعی تشدد کے ذریعے لاگو نہیں کیا جا سکتا ہے اور پاکستان میں یہی ہو رہا ہے۔

تبصرہ 4۔ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ اسلام تشدد سے نہیں آتا۔ اور پاکستان میں کسی مولوی نے ڈنڈے نہیں اٹھائے ہیں۔ اور طالبان کا جہاد اسلامی خلافت کے لئے ہے کہ مسلمان ملک ہو اور انگریز کا قانون ہو اور اللہ کا قانون نافذ نہ ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ امیر کے خلاف اٹھنا نہیں اور ہر حالت میں اس کی بات مانو لیکن اگر ظاہری کفر کو دیکھو تو پھر اس کو معزول کرنا درست ہے۔

(مسلم شریف)

5۔ سوال ہوا کہ آپ کی بچیاں آپ کو حرف آخر سمجھتی ہیں جواب دیا کسی کو حرف آخر نہ سمجھنا میرا موقف ہے۔ شیطان تو اسی وجہ سے غرق ہوا اس نے اپنے آپ کو حرف آخر سمجھا۔

تبصرہ 5: آپ نے تربیت ہی ایسی دی ہے کہ آپکو آپ کی بچیاں حرف آخر سمجھتی ہیں۔ آپ ہی کی تقلید میں (صرف نو ماہ کا کورس کر کے) علماء کرام کی توہین کرتی ہیں۔

سوال 6۔ آپ طالبان لائزیشن لا رہی ہیں؟ جواب دیتی ہیں کہ میں قرآن وحدیث پھیلا رہی ہوں اور طالبان تو عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں۔

تبصرہ 6۔ طالبان کی مخالفت کر کے میڈم صاحبہ نے اپنا دلی میلان بتلا دیا کہ وہ طالبان کی مخالفت میں تمام عالم کفر کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ اور یہ طالبان کیخلاف پروپیگنڈہ ہے بلکہ وہ تو ہیلتھ اور ٹیچنگ میں مستورات کو ملازمت اور تعلیم کی اجازت دے چکے ہیں۔ اور شروع ہی سے ان کے ہاں بچیاں سکول پڑھنے جاتی ہیں ان کے ہاں یونیورسٹیوں میں لڑکیاں گائناکالوجسٹ بن رہی ہیں۔ اور دینی تعلیم سے آراستہ تو طالبان کی مستورات ہیں جو باپردہ اور دین پر عمل کرنے والیاں ہیں۔

7۔ سوال ہوا، عورتوں کو تادیباً مارنے میں آپ نے قرآن میں اجتہاد کیا ہے۔

جواب دیتی ہیں (My Interpretation) میرا اجتہاد یہ ہے کہ عورت اگر بے ایمان اور بے وفا ہو جائے تو اس کو مارا جا سکتا ہے۔

تبصرہ 7۔ آپ نے اجتہاد کے لئے دو گروہ پیدا کیے ہیں اور نہ آپ کو ان کے بارے میں علم ہے تو آپ نے کس طرح کہہ دیا کہ (My Interpretation)۔

8۔ سوال ہوا کہ آپ قرآن پھیلا رہی ہیں اور علماء آپ پر تنقید کرتے ہیں؟ جواب ایہ جنس کا مسئلہ ہے۔ علماء کو برداشت نہیں کہ عورت ذات کو عوام کیوں سن رہی ہے اور عورتوں کے لئے مسجد میں جگہ نہیں ہے تو کیا میں ان کو درس نہیں دے سکتی؟ بڑی بات یہ ہے کہ میں مدرسے کی پیداوار (Product of Madressas) نہیں۔ میرا بیک گراؤنڈ سکول، کالج، یونیورسٹی ہے۔ اس لئے میں علماء کے ماحول میں فٹ نہیں ہوں علماء مجھے مذہبی شخصیت نہیں سمجھتے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علماء عوام کو قرآن کی تعلیم نہیں دیتے۔ علماء کہتے ہیں کہ عوام قرآن نہیں سمجھتی۔ علماء نہیں مانتے کہ عورت کسطرح قرآن پڑھاتی ہے۔ اور اجتہاد کر سکتی ہے۔

تبصرہ 8۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ علماء عورتوں کو دین نہیں سکھاتے ہیں۔ یا ان کا عالمہ بننا علماء کو برداشت نہیں میں جہاں بیٹھ کر ابھی لکھ رہا ہوں (ڈیزل ورکشاپ نمبر ۲ نیکیم اقصیٰ مسجد پنڈی) میرے قبلہ کی جانب تقریباً طالبات کے چھ مدرسے ہیں جس میں چار چار سو بچیاں پڑھ رہی ہیں۔ اور جنہیں عالمات اور علماء پردے میں پڑھا رہے ہیں تو آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ یہ مخالفت جنس کا مسئلہ ہے عورت کی تعلیم ان کو برداشت نہیں۔ نعوذ باللہ۔ اس سال (۱۴۲۲ھ) وفاق المدارس میں بہتر ہزار بچوں اور بچیوں نے بورڈ کا امتحان دیا۔

علماء کو تو وہ عورتیں اور مرد برداشت نہیں جو باوجود اتفاق کی ضرورت کے فروعی اختلاف الی کرذہنی چپقلش پیدا کرتی ہیں۔ اگر ایک شخص نے میڈیکل کالج میں نہیں پڑھا۔ تو اس کو ہم ڈاکٹر کیسے کہہ سکتے ہیں۔ سعودیہ اور مکہ و مدینہ والے تو عربی ہیں، عربی جانتے ہیں۔ پھر بھی وہاں پر بے شمار جامعات کیوں ہیں؟؟ اگر کوئی صرف عربی لکھنا پڑھنا سیکھے تو وہ عالم نہیں بن سکتا۔ ورنہ پھر تو لندن اور امریکہ والے انگلش جانتے ہیں وہ صرف مطالعہ کر کے ڈاکٹر بن سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ڈاکٹری کی کتابیں انگلش میں ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ جس طرح ڈاکٹر کیلئے میڈیکل میں داخلہ ضروری ہے۔ اسی طرح عالم بننے کے لئے مدرسہ میں داخلہ لینا ضروری ہے۔ کالج اور یونیورسٹی میں دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام نہیں ہوتا۔ کیا کسی کالج یونیورسٹی سے کبھی حافظ نکلا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور نہ عالم نکلا ہے۔ (اس کا مطلب یہ نہیں کہ کالج یونیورسٹی کی تعلیم غلط ہے۔)

9۔ میرے اوپر کفر کا فتویٰ بھی لگا ہے کہ میں جہاد کے بارے میں پروپیگنڈا نہیں کرتی۔ کیا خود علماء لڑتے ہیں جو جہاد کا کہتے ہیں اور علماء نے جس ایڈیشن کا ترجمہ اور پی پڑھی ہے، میں اس کو پڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

تبصرہ 9: کتنی افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ جہاد کی دعوت دیتے ہیں ان کیلئے آپ نے پروپیگنڈہ کا لفظ استعمال کیا۔ کیا جہاد اللہ تعالیٰ کا واضح حکم نہیں ہے؟ اس کو آپ واضح اور صاف کیوں بیان نہیں کرتیں۔

10۔ سوال: آپ اور علماء میں اختلاف کیا ہے؟ جواب دیتی ہیں کہ اصل اختلاف قوانین اور دوبارہ اجتہاد کا ہے۔ جسکی اسلام میں گنجائش ہے لیکن ہزار سال پہلے جو اجتہاد ہوا ہے علماء صرف اسی پر قائم ہیں۔

تبصرہ 10: ہمارے علماء کرام کام کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں جس کی تفصیل گزر گئی۔

11۔ سوال: مذہبی اداروں نے آپ کی تصدیق کی؟ جواب میں نے اتنے سال لگا دیے لیکن وہ مجھے مذہبی سکالر نہیں سمجھتے۔ اور میں نے نہ کسی کی تصدیق سے یہ کام شروع کیا ہے اور نہ کسی کی مخالفت سے یہ کام بند کروں گی اور جو مجھ سے ٹکرائے گا وہ اللہ سے ٹکرائے گا۔ (نیوز لائین فروری 2001ء)

تبصرہ 11: اس لئے مذہبی ادارے آپ کو تسلیم نہیں کرتے، اور جامعہ ازہر نے بقول آپ کے آپ کو مسترد کیا آپ نے لارڈ میکالے کا نظام تعلیم پڑھا اور مکہ مدینہ نہیں بلکہ گلاسکو یونیورسٹی میں ان لوگوں سے اسلامیات میں P.hd کی جو اسلام کے دوست نہیں دشمن ہیں۔

میرا یہ نظم ہے نوحہ احتجاجی ۔۔۔ بتائیں مجھے شہر لندن کے حاجی

تو دینی ادارے اور انکیں پڑھانے والے آپ کو کسطرح قبول کریں۔ باقی پہلے آپ نے عالمہ اور مجتہدہ بننے کا دعویٰ کیا اور اب ولیہ بننے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔ (جو آپ سے ٹکرائے گا وہ اللہ سے ٹکر لےگا۔) اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿علامہ ابن تیمیہؒ کی نصیحت پر اس کتاب کا اختتام﴾

قالو اجب علی کل مومن موالاۃ المومنین مع علماء المومنین و ان یقصد الحق و یتبعہ حیث و جدہ و یعلم ان من اجتہد منہم فاصاب فلہ اجران، وان اجتہد منہم فاخطاء فلہ اجرلا جتہادہ ، و خطوءۃ مغفورلہ و علی المومنین ان یتبعوا امامہم اذا فعل ما یسوغ : فان النبی ﷺ قال: "انما جعل الامام لیوتم بہ" وسواء رفع یدیہ اولم یرفع یدیہ لا یقدح ذلک فی صلاتہم ولا یطلہا لا عند ابی حنیفتہ و لا الشافعی و لا مالک و لا احمد و لو رفع الامام دون الماموم او الماموم دون الاء مام لم یقدح ذلک فی صلاۃ واحد منہما و لو رفع الرجل فی بعض الاوقات دون بعض لم یقدح ذلک فی صلاتہ و لیس لا حد ان یتخذ قول بعض العلماء شعارا یوجب اتباعہ و ینہی عن غیرہ مماجاءت بہ السنہ بل کل ماجاءت بہ السنۃ فہو و اسع : مثل الاذان و الاقامۃ فقد ثبت فی الصحیحین عن النبی ﷺ" انہ امر بلالا ان یشفع الاذان و یوتر الاقامۃ " و ثبت عنہ فی الصحیحین " انہ علم ابا محذورۃ الاقامۃ شفعا کالا ذان) فمن شفع الاقامۃ فقد احسن و من افردھا فقد احسن و من اوجب ھذا دون ھذا فہو مخطی ضال و من و الی من یفعل ھذا دون ھذا بمجرد ذلک فہو مخطیء ضال (فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۲۳، صفحہ ۲۵۳)

ترجمہ: ہر بندہ مومن پر، عام اہل ایمان اور علماء سے محبت کرنا واجب ہے۔ اور حق جہاں بھی ہو اس کا قصد اور اتباع واجب ہے۔ اور یہ جاننا بھی واجب ہے کہ مجتہد مصیب کے لئے دو اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اگر مجتہد سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اس کو اجتہاد کرنے پر ایک اجر ملتا ہے اور اس کی خطا کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اور اگر امام وہ عمل کر رہا ہو جس کی شرعاً گنجائش

ہے تو اہل ایمان پر امام کا اتباع ضروری ہے۔ اسلئے کہ رسول ﷺ نے انما جعل الامام لیوتم بہ ارشاد فرمایا ہے اس لئے "امام رفع یدین کرے یا نہ کرے نمازیوں کی نماز میں کوئی نقصان نہیں، ان کی نماز نہ امام ابو حنیفہ کے یہاں باطل ہے نہ امام شافعی کے یہاں، نہ امام مالک کے یہاں اور نہ امام احمد کے یہاں، اسی طرح اگر امام رفع یدین کرے اور مقتدی نہ کرے یا اس کے برعکس ہو تو یہ ان میں سے کسی کی نماز میں کمی یا کوتاہی کا سبب نہیں ہوگا۔ اور اگر بعض اوقات رفع یدین کیا جائے، اور بعض اوقات نہ کیا جائے تو اس سے نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا اور یہ کسی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ بعض علماء کے قول کو ایسا شعار بنالے کہ اس کی تابعداری کو واجب قرار دے اور سنت سے ثابت دوسرے پہلو سے لوگوں کو منع کرے۔ بلکہ وہ تمام صورتیں جو سنت سے ثابت ہیں ان سب کی گنجائش ہے جیسے اذان واقامت کے بارے میں بخاری ومسلم میں حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو کلمات اذان میں جفت اور کلمات اقامت میں طاق کا حکم دیا اور حضور ﷺ ہی سے بخاری ومسلم میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت ابو محذورہ کو کلمات اقامت میں اذان کی طرح جفت جفت کی تعلیم دی اس لئے جو اقامت میں جفت کیصورت اختیار کرتا ہے تو وہ بھی درست ہے اور جو افراد کیصورت اختیار کرتا ہے تو وہ بھی درست ہے، اور جو شخص ان صورتوں میں سے ایک کو واجب قرار دے اور دوسری صورت کی اجازت نہ دے تو خطا کار اور گمراہ ہے اور جو ان میں سے ایک عمل کرنے والے سے محبت کرے اور دوسرے سے محض اسی بنیاد پر محبت نہ کرے تو وہ خطا کار اور گمراہ ہے۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ جتنے فروعی مسائل ہیں دونوں طرف قرآن وحدیث کے دلائل ہیں لہذا انمیں فروعی اختلافات اٹھا کر ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق نہیں کرنی چاہیے۔ الحمد للہ ہم رفع یدین امین بالجہر کے بارے میں امام شافعی کے موقف پر تنقید نہیں کرتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات اپنے فروعی مسائل کو حق اور دوسروں کو بالکل غلط کہتے ہیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علماء کرام سے گذارش

علماء کرام سے گذارش ہے کہ وہ ان فتنوں سے حواس باختہ نہ ہوں بلکہ کام میں لگے رہیں۔ جسطرح معتزلہ، جہمیہ، خوارج اور قدریہ ختم ہو گئے۔ یہ فتنے بھی ایسے ختم ہو جائیں گے۔ کہ نام بھی کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ الحمد للہ ہمارے مدارس، مساجد، کتب، حاشیے، چھاپ خانے، ویب سائیٹس، خاموش

عوامی اکثریت، طلباء، علماء اور مجاہدین زیادہ ہیں۔ دین کے چاروں شعبوں (جہاد، تبلیغ، تصوف اور تدریس) پر اللہ تعالیٰ نے ہم کو فضیلت دی ہے۔ فضول تنقید سے بچ کر مثبت انداز میں عصری تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کام کرنے کے ضرورت ہے۔ اور وہ آپ علماء کرام کر رہے ہیں۔ اور اچھے جا رہے ہیں۔ غیر ضروری سرگرمیوں کیطرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں کوئی "اسلام" کا نام لیکر صرف اسلامک سکول کھول کر اسی کو دین کی خدمت سمجھ رہا ہے۔ اور کچھ لوگوں نے "عشق رسالت" کا نام لیکر لوگوں کو مزارات پر شرک، قوالیوں اور جہالت پر لگایا ہوا ہے۔ اور بعض حضرات نے "توحید اور حدیث" کے نام پر بے ادبی، مجتہدین کی گستاخی اور تقلید کو شرک کہنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ اور آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے افراط و تفریط سے ہٹ کر کام کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ اب صرف تنقید برائے تعمیر کیساتھ ایک اہم کام کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر محلہ میں عالمہ بچی کا انتظام کر کے مختصر کورسز کا انتظام کیا جائے اس لیے کہ سکول اور کالج کی لڑکیوں کے پاس وقت نہیں ہوتا اور نہ تمام لڑکیاں عالمہ بنتی ہیں لہذا جب تک مختصر کورسز کا انتظام نہیں کیا جائے گا۔ صرف تنقید سے کچھ بھی نہیں بنے گا۔ اور آخر میں ان کو بتا دیا جائے کہ اس کورس سے آپ عالمہ نہیں بنی بلکہ آپ کو دین کی شدید آگئی اب آگے دینی مکمل علم حاصل کرو۔

انہی علماء کرام نے مغربی تہذیب، جدید فتنوں کی روک تھام کے لئے ہندوستان میں اہلسنت و جماعت کی خدمت کیلئے ایک ادارے کی بنیاد رکھی۔ جو آج بھی تروتازہ ہے۔ اور انہی علماء کرام نے تبلیغ، جمعیہ اور وفاق المدارس کی بنیاد سب سے پہلے رکھی۔ اس کے بعد بھی چیزیں شروع کرنے والے ہم کو اتفاق کی دعوت کیسے دے رہے ہیں۔ اختلاف پیدا کرنے والے ہی ہم کو کیوں کوستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کلمہ گو حضرات کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اور اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

الھدیٰ انٹرنیشنل (جلد دوئم)

مقدمہ

محترم قارئین! آج کل جس چیز کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے وہ ہے "اتفاق" اور موجودہ پرفتن دور میں اتحاد کیلئے جتنی محنت کی ضرورت ہے کسی اور چیز کی نہیں لیکن کچھ لوگ قرآن و حدیث کی خدمت کیلئے اپنی قابلیت اور ذہانت کیساتھ میدان عمل میں اتر کر شومئی قسمت سے اتفاق کی اہمیت کو سمجھنے کے باوجود ایک بالکل نئے اختلاف میں لوگوں کو دھکیل دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وکونوا اخوا اللہ (اور بن جاؤ بھائی بھائی) اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے المسلم اخو المسلم (مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے) لیکن اسکا پاس نہ رکھ کر اتفاق کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ ہمارے علماء کرام عوام الناس کی دنیا و آخرت کی بھلائی اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ذمہ داری (دین کی حفاظت) کی وجہ سے مستقل طور پر ایسی تحریکوں، تنظیموں اور جماعتوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں کہ جو دین کا صحیح شعور نہ رکھنے کے باعث دانستہ یا نادانستہ طور پر اسلام کی عمارت کی تخریب کاری کر رہی ہیں۔ ہماری شامت اعمال سے ہم پر مغربیت اور الحاد کا جو سیلاب مسلط ہے اس میں اول تو دعوت دین کی طرف موثر انداز میں توجہ دینے والے کم ہیں لیکن اگر کچھ تحریکیں ماضی قریب میں ابھری بھی ہیں جو مغرب زدہ طبقے کو ان کے اسلوب اور انکی زبان میں موثر انداز میں متوجہ کر سکیں تو انہوں نے ایک ،،بنیادی غلطی،، کر کے اپنی دعوت کے اثر و نفوذ کو بہت محدود کر لیا اور وہ ،،بنیادی غلطی،، یہ تھی کہ انہوں نے اپنی دعوت امت کے اجتماعی مسائل پر مرتکز کرنے کے بجائے اپنے آپ کو فروعی مسائل میں الجھا دیا۔

خاص طور پر جس چیز نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا وہ یہ تھی کہ ان حضرات کے کچھ اپنے ذاتی نظریات تھے جو جمہور امت سے مطابقت نہیں رکھتے تھے انہوں نے ان ذاتی نظریات کو اپنی دعوت کا ایک لازمی جزو بنا کر انکی تعلیم و تبلیغ اور ان کے مخالفین کی تردید بھی اسی زور و شور کے ساتھ شروع کر دی جس زور و شور سے اجتماعی مسائل کی تعلیم و تبلیغ کی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی دعوت مختلف فیہ بن گئی۔ بلاشبہ انہوں نے اپنی تقریر و تحریر کے سحر سے ایک بڑے حلقے کو اپنا گرویدہ بنایا لیکن یہ حلقہ ان منفرد نظریات پر زور دینے اور اس پر بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولنے کے نتیجے میں رفتہ رفتہ ایک فرقہ بن گیا

ہمارے علمائے کرام کا فریضہ صرف الحاد اور بے دینی کے خلاف جہاد میں معروف رہنا نہیں بلکہ دین میں وقتا فوقتا جو فتنے سر اٹھاتے ہیں انکے بارے میں بھی عوام کو باخبر رکھنا انکی ذمہ داری میں شامل ہے کہ عوام کو آنے والے فتنوں کی احادیث کی روشنی میں نشاندہی کرائیں (اس کی ایک مثال حدیث میں یہ ہے۔ کہ امت کا آخر امت کے اول لوگوں پر لعنت اور طعن و تشنیع کریگا۔ (مشکوٰۃ)

اور آج کل یہی ہو رہا ہے کہ پچھلے کما نڈروں، بڑے نامور دین علماء، اسلامی سلطنتیں چلانے والے پر مقلد ہونے کیوجہ سے شرک کے فتوے لگ رہے ہیں۔ ایسے لوگ جو بظاہر علم سے آراستہ اور قرآن وحدیث سے دلیل لینے والے اسلام کے نام پر نت نئے نظریات پیش کرنے والے ہو گئے۔

اس دین کو نقصان دینے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جن کا ،، عقیدہ،، برباد ہے لیکن نری ،، عقیدت،، کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کو ڈھول، باجے، شرک، بدعت، توہم پرستی، مزارات پر شریعت کی دھجیاں اڑانے، نذر ونیاز اور مرغن کھانوں اور خود ساختہ مسنون حلوؤں پر لگایا ہوا ہے۔

جبکہ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جنہوں نے ،، عقیدت ،، کو سلام متارکہ کیا ہوا ہے۔ اور نرے ،، صالح عقیدہ،، کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر لوگوں کے ذہنوں میں اسلاف، بزرگوں، علماء حق اور گذرے ہوئے مجتہدین پر عدم اعتماد اور بے زاری، اپنے کم علمی پر مکمل اعتماد، عربی عبارت کیا قرآن با تجوید پڑھنے سے قاصر کا خالص علمی مسئلوں میں گفتگو، اکثر اجماعی مسائل سے انحراف ،فروعی مسائل کو اچھالنا، مدارس دینیہ (جو سات ہزار ہیں) اور دینی طلبہ (جو ساڑھے چھبیس لاکھ ہیں) پر کام نہ کرنے کا اور دین کی روح نہ سمجھنے کا الزام، گھر گھر عقیدہ، اور گناہوں (ٹی وی، ڈش، بے پردگی، تنگ لباس، ضمیر کشتگی ،بازاروں میں نامحرموں سے بات چیت) پر نہیں بلکہ فروعی مسائل پر جھگڑے پیدا کرنا اور زیادہ وقت اپنے گھر اور دوستوں میں اصلاح اور تقویٰ کی دعوت میں نہیں بلکہ قیمتی نائم کو اختلافی باتوں پر بحث و مباحثہ میں برباد کرنا ان حضرات کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو شرک و بدعت سے پاک ،، عقیدہ،، کے مالک ہیں اسلاف سے "عقیدت" رکھتے ہیں۔ اور صاف و شفاف موقف کی بناء پر اسلاف اور پچھلی امت سے جڑے ہوئے ہیں۔ اور اصل کاموں (دعوت و تبلیغ، جہاد و قتال، اسلامی خلافت کیلئے تگ و دو، عوام کی اصلاح اور اختلافی باتوں سے بچ کر تعلیم و تربیت) کیطرف متوجہ ہیں۔

بہر حال آپکے ہاتھ میں یہ رسالہ ،، الہدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟ ،، کا دوسرا حصہ ہے جسکا مقصد

صرف اور صرف تین باتیں ہیں۔ جنکے کے بارے میں کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کر سکتا بلکہ اسلام کیلئے ہر دردِ دل رکھنے والا خوش ہوگا۔ اور وہ یہ ہیں۔

جن چیزوں پر کام کی ضرورت ہے۔

۱۔ وہ اجماعی باتیں جن پر امت اتفاق سے چلی آرہی ہے انکو ہرگز نہ چھیڑا جائے (وہ اجماعی باتیں اخیر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۲۔ فروعی اختلاف کو (امت کی کم علمی اور نازک حالت کو دیکھ کر) بالکل موضوع بحث نہ بنایا جائے۔

۳۔ بس عوام کے عقائد، فرائض اور معاملات کی اصلاح اور گناہوں (مغربی وضع قطع، ٹی وی، بے پردگی، شراب، زنا، گانے بجانے) کو چھوڑنے پر ہی محنت مرکوز کی جائے۔

,,الہدیٰ،، والے ساتھی اختلاف پیدا کرتے ہیں جب ان سے بات کی جاتی ہے تو بہت ہی پیارے محتاط اور پرعزم انداز سے کہہ دیتے ہیں کہ ,,بھائی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کوئی ایسی بات نہیں،، تو نئے آدمی کو خاصی پریشانی ہو جاتی ہے کہ مولوی صاحب نے جو بات کی تھی۔ یہ لوگ تو ایسے نہیں۔ اور مولوی صاحب بھی پریشان ہو جاتا ہے کہ اس کو کس طرح مطمئن کروں۔ لیکن ان سے صرف ان دو سوالوں کے جوابات لکھ کر لیں تو خود بخود مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۱۔ کہ آپ کس امام کے مقلد ہیں؟ اگر ہیں تو لکھ کر دیں اور اگر آپ مقلد نہیں ہیں تو آپ غیر مقلد ہوئے اور یہی ہمارا آپ سے اختلاف ہے۔

۲۔ آپ کی ,,کیلانی،، کی کتاب السنۃ اور کتاب الطہارۃ نامی کتابوں وغیرہ میں جو تقلید، حنفیت، فروعی اختلاف اور ادلہ حنفیہ پر سخت تنقید ہوتی ہے آپ لکھ کر دیں کہ ابھی تک ہم نے غلطی کی اور آئندہ اس طرح کی کتب نہیں چھاپیں گیں۔

الحمد للہ الہدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟ نامی کتاب سے جو فوائد ہوئے اندازے سے باہر ہیں۔ بہت ساری بچیوں نے مختصر کورسز سے عالمہ بننے کے بجائے باقاعدہ دینی مدرسہ میں پانچ سالہ کورس کیلئے داخلہ لیا۔ بہت ساری ایسی بچیاں جنھوں نے مختصر کورس کر کے اپنے ہاں درس دینا شروع کر دیا تھا انہوں نے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ اور ایسی بچیاں تو لاتعداد ہیں جو انکے ہاں پڑھتی ہیں لیکن ہماری کتاب میں موجود مشوروں کے مطابق چلتی ہیں اور اختلافی باتوں سے یکسر دور رہتی ہیں۔ بلکہ ایسی جگہیں بھی موجود ہیں جہاں بورڈ ,,الہدیٰ،، کا لگا ہوا ہے لیکن وہ اختلافی باتوں پر پابندی لگا چکے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے سب سے پہلے مجھ سے ,,الہدیٰ انٹر

نیشنل،، والوں کو بھیجے، انکی تفصیل معلومات حاصل کرنے، الہدیٰ کی مسئولہ کو خط و کتابت سے،، دعوت حق،، دینے اور علمائے کرام اور عوام کو انکے بارے میں ان کے عقائد، مخصوص مسائل، ترک تقلید محمود، اجماع کی مخالفت، مختصر کورسز اور کم علمی کی حوصلہ افزائی اور علماء سے انکی بدگمانی و بدزبانی، آسان دین اور باوجود،، علم،، نہ ہونے کے بچیوں کو مدرسہ کھولنے کی ترغیب دینے جیسے امور کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا ہے۔

شروع میں جب یہ کتاب چھپی تو عوام کیا علماء کرام نے حیرانگی سے پوچھا کہ،، یہ کون لوگ ہیں،، بلکہ بعض ساتھیوں نے تو کہا کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ضائع کیا ہے اس لیے کہ یہ لوگ اتنے عام نہیں ہوئے تھے اور میں نے کتاب تو لکھی لیکن کوئی لینے والا نہیں تھا۔ اور بعض کتب خانہ والوں نے واپس کردی۔ بہر حال ایک دن وہ آیا کہ مختلف جگہوں پر انکے سنٹر کھلے اور صرف نوماہ پڑھے ہوئے بچیوں نے (اگرچہ بچیوں کیلئے علم کا کورس پانچ سال ہے) محلوں میں وہ مسائل بیان کئے جو صریحا اجماع کے خلاف اور محلے والوں کیلئے پریشان کن تھے (مثلا آج سے ان نمازوں کو قضاء کرنا چھوڑ دو جن کو آپ نے قصدا چھوڑا تھا۔ ماہواری کے ایام میں قرآن پڑھنا کوئی بے ادبی نہیں۔ عورت کیلئے بال کاٹنا جائز اور بغیر محرم کے جہاں چاہے جاسکتی ہے۔ عورتوں کی جماعت اور مسجدوں میں جاکر نماز ادا کرسکتی ہیں۔ اور ان کو مسجد لے جانے کی دعوت، تقلید بالکل غلط ہے وغیرہ وغیرہ) تو علماء کرام کا ماتھا ٹھنکا اور وہ جان گئے کہ حالات بے قابو ہو چکے ہیں اب کیا کیا جائے۔ تو جواب میں کتاب حاضر تھی اب جو کتاب نکلنی شروع ہوئی تو رکنے کا نام نہ لے تو کتاب چھپتی رہی اور نکلتی رہی یہاں تک کہ قلیل مدت (صرف چھ ماہ) میں آٹھ ہزار سے زائد نکلی۔ اور حضرت مولانا مفتی عاشق مدنی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر اس کتاب پر حبرک کلمات لکھے۔ (اللہ رب العزت انکو جنت البقیع میں کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿حصہ اول﴾

تقلید کی حقیقت(Reality of Emulation)

اس بات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے بے شک نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی اس لیے واجب ہے کہ آپؐ نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کا ترجمہ وتشریح فرمائی کہ کون سی چیز حلال وجائز اور کونسی حرام وناجائز ہے۔ اصولاً جو شخص اللہ اور اسکے رسول کے بجائے کسی اور کیا اطاعت کرنے کا قائل ہے اور اسکی اطاعت کو اپنی ذات میں ضروری سمجھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تقلید اور عدم تقلید

﴿قرآن وحدیث کی موجودگی میں تقلید کی کیا ضرورت ہے؟﴾

سنت میں بعض احکامات واضح ہیں اور بعض نہیں جن میں کوئی ابہام متعارض(Contradiction) نہیں جو ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً لا یغتب بعضکم بعضا (الحجرات)

"تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے۔

یا پھر آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ " کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں"۔

اس کے برعکس قرآن وسنت کے بہت سے احکام وہ ہیں جن میں کوئی ابہام ہے یا اجمال اور کچھ ایسے بھی جو قرآن کی کسی دوسری آیت یا حضور ﷺ کی کسی دوسری حدیث سے متعارض ہے۔

مثلاً والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء "جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی وہ تین قروء گذرنے تک انتظار کریں"۔

قروء کا لفظ عربی زبان میں "حیض" کیلئے بھی اور "طہر" کیلئے بھی ہے اگر پہلا معنی لیا جائے تو آیت کا مطلب یہ کہ مطلقہ کی عدت 3 مرتبہ ایام ماہواری کا گزرنا ہے اور اگر دوسرا معنی ہو تو تین طہر گزرنے سے عدت پوری ہوگی۔ اس موقع پر ہمارے لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسے معنی پر عمل کریں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا من کان لہ إمام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ" جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قرآت اس کیلئے بھی قرآت بن جائے گی"۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب امام قرآت کر رہا ہو تو مقتدی خاموش کھڑا رہے دوسری طرف آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ جس شخص نے سورت فاتحہ نہیں پڑھی اسکی نماز نہیں ہوئی ۔
(بخاری شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کیلئے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اسطرح کی اور بھی اور کئی دلائل ہیں کہ قرآن وحدیث کے احکامات سمجھنے میں خاصی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

قرآن وحدیث کے احکامات کو سمجھنے کے طریقے اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اپنی بصیرت پر اعتماد کر کے اس قسم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ کر لیں اور دوسری صورت یہ کہ اس قسم کے معاملات میں یہ دیکھا جائے کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے بزرگوں، عالموں، اسلاف نے کیا سمجھا، چنانچہ قرون اولیٰ کے جن بزرگوں کو ہم علوم قرآن وسنت کا زیادہ ماہر سمجھیں انکی فہم وبصیرت پر اعتماد کریں اور انکے مطابق عمل کر لیں۔ حقیقت پسندی اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پہلی صورت انتہائی خطرناک جبکہ دوسری انتہائی محتاط ہے۔

اسلاف پر اعتماد کی وجہ

علم وفہم، ذکاوت وحافظہ، دین ودیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری کے اعتبار سے قرون اولیٰ کے علماء سے ہمیں کوئی نسبت نہیں پھر جس مبارک ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا اور آپ ﷺ کا عہد مبارک قرون اولیٰ کے علماء اس سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ہمارے لیے اس وقت کا مکمل پس منظر نزول کا ماحول، طرز معاشرت، طرز گفتگو کا تصور بڑا مشکل ہے اور ان تمام عناصر کے بغیر قرآن وحدیث کو سمجھنا دشوار ہے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر ہم اپنے ضمیر پر اعتماد کرنے کے بجائے قرآن وسنت کے پیچیدہ احکامات میں اس مطلب کو اختیار کر لیں جو ہمارے اسلاف میں سے کسی نے سمجھا تو کہا جائے گا کہ فلاں نے فلاں عالم کی تقلید کی۔

ضروری بات

کسی عالم، بزرگ، سلف یا امام کی تقلید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُسے بذات خود واجب الاطاعت سمجھ کر اسکی اطاعت کی جارہی ہے۔ یا اُسے شریعت بنانے والا قانون ساز کا درجہ دیا جارہا ہے بلکہ اسکا مقصد دراصل قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ صرف قرآن وسنت کی مراد سمجھنے کیلئے اُسے بحیثیت قانون کی تشریح کرنے والے کا درجہ دیا جارہا ہے۔ اسکی بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جارہا ہے۔

اسکی مثال یوں سمجھیں کہ پاکستان میں جو قانون نافذ ہے وہ حکومت نے کتابی صورت میں شائع کر رکھا ہے۔ لیکن ملک کی اکثریت براہ راست قانون کی کتابیں دیکھ کر اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتی (یہ خواندہ literate لوگوں کا حال ہے) کسی قانونی مسئلے پر براہ راست قانون کی کتاب دیکھنے کی بجائے کسی ماہر وکیل تلاش کر کے اسکی بات پر عمل کرتے ہیں کیا اسکا مطلب یہ ہوا کہ اس وکیل کو قانون سازی کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

کیا قرآن کریم سے ہمیں تقلید کے اثبات کے بارے میں کوئی ہدایت ملتی ہے؟

جی ہاں۔ درج ذیل آیات سے تقلید کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱ " یاایھا الذین امنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الا امر منکم

(سورہ نساء۔ 59)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے آپ میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اس اولی الامر سے مراد کچھ مفسرین نے مسلمان حکام، جبکہ اکثر نے فقہا مراد لی ہے اور دوسری تفسیر میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت مجاہدؒ، حضرت عطاؒ بن ابی رباحؒ، حضرت حسنؒ بصریؒ اور بہت سے مفسرین شامل ہیں۔ امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تفسیروں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، حکام کی اطاعت سیاسی معاملات اور علما اور فقہا کی مسائل شریعت کے باب میں کی جائے۔ ("احکام القرآن للجصاص 256 باب فی اطاعت اولی الامر")

اس آیت کا اگلا حصہ ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر "پس اگر کسی معاملے میں تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ اسکے رسول ﷺ کیطرف لوٹا دو اگر اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو"۔

اس آیت میں خطاب مجتہدین کی طرف ہے پہلے جملے میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو قرآن وسنت سے براہ راست احکامات اخذ نہیں کر سکتے۔ ان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ جس کا طریقہ یہ کہ اولی الامر یعنی فقہا سے مسائل پوچھیں اور دوسرے جملے میں خطاب مجتہدین کو ہے کہ وہ متنازعہ کے موقع پر کتاب اللہ اور سنت کیطرف رجوع کریں اور اپنی بصیرت کو کام میں لا کر قرآن وسنت سے احکام نکالیں پہلے جملے میں مقلدین کو تقلید کا حکم ہے اور دوسرے جملے میں مجتہدین کو اجتہاد کا۔

آیت نمبر۲ واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوابه ولو ردوه الی الرسول او الی اولی الامر منکم لعلمه الذین یستنبطونه منکم

" اور جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو یہ اسکی اشاعت کر دیتے ہیں اور اگر یہ اس معاملے کو رسول ﷺ کیطرف یا اپنے اولی الامر کیطرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جو لوگ اسکے استنباط کے اہل ہیں وہ اسکی حقیقت کو خوب معلوم کر لیتے۔ (سورۃ النساء۔۸۳)

یہ آیت اگرچہ ایک خاص معاملے میں نازل ہوئی۔ لیکن جیسا کہ اصول فقہ کا مسلم قاعدہ ہے۔ آیت سے احکام اور مسائل اخذ کرنے کیلئے شان نزول کے خصوصی حالات کے بجائے آیت کے عمومی الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ لہذا اس آیت سے یہ اصولی روایت مل رہی ہے کہ جو لوگ تحقیق کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کو اہل استنباط سے رجوع کرنا چاہیے۔ اس کا نام تقلید ہے۔

آیت نمبر۳۔ وما کان المومنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون (سورۃ توبہ۔۱۲۲)

"پس کیوں نہ نکل پڑا انکی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ تاکہ یہ لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں اور تاکہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو ہوشیار کریں۔ شاید کہ وہ لوگ اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔
(سورۃ التوبہ ۱۲۲)

اس آیت میں اس بات کا حکم ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی ہو جو اپنے شب و روز دین کی سمجھ حاصل کرنے میں وقف کرے۔ اپنا اوڑھنا بچھونا علم کو بنائے اور پھر یہ جماعت ان لوگوں کو احکام شریعت بتلائے جو اپنے آپکو علم کیلئے فارغ نہ کر سکیں۔ لہذا اس آیت نے علم کیلئے مخصوص کی جانے والی جماعت پر یہ لازم کیا کہ وہ دوسروں کو احکام شریعت سے باخبر کرے۔ اور دوسروں کیلئے اسکو ضروری قرار دیا کہ وہ انکے بتلائے ہوئے احکامات پر عمل کریں۔ یہی تقلید ہے۔ جس دنیا میں ہم اور آپ رہتے ہیں یہاں کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ ہر شعبے میں مثلاً (طب، تجارت، صنعت گری، کھیتی باڑی) کچھ لوگ اس میدان کا خاص علم سیکھتے ہیں اور پھر باقی دنیا اس شعبے میں انکے علم سے مستفید ہوتی ہے۔

آیت نمبر۴ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۃ النحل۔۴۳۔سورۃ الانبیاء۔۷)

"اگر تمہیں علم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لو" یہ آیت خود تقلید کے مفہوم پر دلیل ہے۔ اہل الذکر خواہ کوئی بھی ہے لیکن اسکی طرف رجوع کرنے کا حکم ذاتی ناواقفیت کی بنا پر دیا گیا۔ اہل الذکر سے مراد

بعض مفسرین کے نزدیک علماء اہل کتاب ہیں بعض کے نزدیک وہ اہل کتاب جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں مسلمان ہو گئے۔

کیا تقلید کے بارے میں احادیث سے کچھ پتہ چلتا ہے؟

جی ہاں! قرآن کریم کی طرح بہت سی احادیث سے بھی تقلید کا جواز ثابت ہے۔ حدیث حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں میں کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں گا۔ پس تم میرے بعد دو شخصوں کی اقتدا کرنا۔ ایک ابوبکرؓ اور دوسرے عمرؓ۔

(مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں لفظ اقتداء استعمال کیا گیا۔ جو انتظامی امور میں کسی کی اطاعت کیلئے نہیں بلکہ دینی امور میں کسی کی پیروی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو دنیا سے اسطرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے بندوں کے دل سے سلب کرے۔ بلکہ علم کو اسطرح اٹھایا جائے گا کہ علما کو اپنے پاس بلا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے سوالات کیے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(مشکوۃ المصابیح۔ کتاب العلم الفصل الاول صفحہ 33)

اس حدیث میں واضح طور پر فتویٰ دینا علماء کا کام قرار دیا گیا ہے لوگ ان سے مسائل شرعیہ پوچھیں اور وہ اسکا حکم بتائیں اور لوگ ان پر عمل کریں یہی تقلید ہے۔ اس حدیث میں ایک اور نقطہ قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے زمانے کی خبر دی کہ جس میں علماء مفقود اور جہلا عام ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس زمانے میں صحیح دین حاصل کرنے کی اسکے علاوہ کیا صورت ہو گی کہ لوگ گذرے ہوئے علماء کی تقلید کریں۔

حدیث نمبر ۳ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دے گا اسکا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہو گا۔

(رواہ ابوداؤد مشکوۃ المصابیح کتاب العلم فصل ثانی صفحہ 27)

یہ حدیث بھی تقلید کی واضح دلیل ہے کہ اگر تقلید جائز نہ ہوتی کسی کے فتویٰ پر دلیل کی تحقیق

یہ فعل جائز نہ ہوتا تو مذکورہ صورت میں سارا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہی کیوں ہوتا، بلکہ مفتی کے ساتھ سوال کرنے والے پر بھی اس کا گناہ ہونا چاہیے۔ اسکے برعکس حدیث بالا سے ظاہر ہو رہا کہ شخص خود عالم نہیں اسکا فریضہ صرف اس قدر ہی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے مسئلہ پوچھے جو خود درست عالم ہو۔

حدیث نمبر ۲: حضرت ابوابراہیم بن عبدالرحمٰن القدری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر آنے والی نسل کے ثقہ لوگ (قابل اعتبار لوگ) اس علم دین کے حامل ہونگے جو اس سے غلو (Exaggeration) کرنے والوں کی تحریف کو باطل پرستوں کے جھوٹے دعووں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے"۔

اس حدیث میں جاہلوں کی تاویلات کی مذمت سے یہ بتایا گیا کہ ان تاویلات کی تردید علما کا فریضہ ہے او جو لوگ قرآن وسنت کے علوم میں مجتہدانہ بصیرت نہیں رکھتے انہیں اپنی فہم پر اعتماد کر کے احکام قرآن وسنت کی تاویل (Reasoning) نہیں کرنی چاہیے بلکہ صحیح اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے ہو کہ قرآن وسنت میں تاویلات وہی شخص کر سکتا ہے جسے کچھ تھوڑی بہت شد بد ہو لیکن ایسے شخص کو حدیث میں "جاہل" قرار دیا گیا اور اسکی تاویل کی مذمت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث سے احکام ومسائل کے استنباط کیلئے عربی زبان کی معمولی شد بد کافی نہیں۔ بلکہ اس میں مجتہدانہ بصیرت کی ضرورت ہے۔

حدیث نمبر ۵: صحیح بخاری میں اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ بعض صحابہؓ جماعت میں دیر سے آنے لگے آپ ﷺ نے انہیں جلدی آنے کی تاکید کی اور اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا۔ "تم مجھے دیکھ دیکھ کر میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد والے لوگ تمہیں دیکھ دیکھ کر تمہاری اقتدا کریں گے۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے احکام شریعت صحابیوں نے سیکھا اُن سے جنہیں نے اور اسی طرح انکے متصل ماننے والوں نے یہ سلسلہ چلایا جو انشاءاللہ جو دنیا کے خاتمے تک چلے گا۔

تقلید پر کئے جانے والے اعتراضات وشبہات قرآن شریف میں آباؤاجداد کی تقلید

آیت نمبر ۱ "وَ اِذَا قِیلَ لَھُم اتَّبِعُوا مَا اَنزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُولِ قَالُوا حَسبُنَا مَا وَجَدنَا عَلَیھَا آبَائَنَا اَوَلَو کَانَ آبَاؤُھُم لَا یَعلَمُونَ شَیئًا وَّلَا یَھتَدُونَ" (پارہ ۷)

جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل فرمائے اور رسول ﷺ کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر ان کے باپ دادا علمی ہدایت نہ رکھتے ہوں تب بھی"

قرآن کریم کی اس آیت میں دین کی بنیادی عقائد کا ذکر ہے مشرکین توحید ورسالت اور آخرت جیسے مسائل حق کو قبول کرنے کی بجائے صرف یہ دلیل پیش کرتے کہ ہم نے اپنے آباؤاجداد کو انہی عقائد پر پایا دین کی بنیادی صریح عقائد میں یہ مسلہ درج ہے کہ تقلید عقائد اور ضروریات دین میں نہیں لہذا جس تقلید کی یہاں مذمت ہے اُسے آئمہ کرام بھی ناجائز کہتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ اللہ تعالی نے باپ داداوں کی تقلید پر مذمت کے دو اسباب بھی بیان فرمائے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے احکامات کو رد کرکے نہ ماننے کا اعلان کرتے تھے اور دوسرے یہ کہ انکے آباؤاجداد عقل وہدایت سے نابلد تھے۔ جبکہ اسلام جس تقلید کو جائز قرار دیتا ہے اس میں یہ دونوں اسباب مفقود ہیں۔ کوئی مقلد خدا اور رسولوں کے احکامات کو رد کرکے کسی امام، عالم یا بزرگ کی بات نہیں مانتا بلکہ ان کو قرآن وسنت کی تشریح کرنے والا قرار دے کر انکی تشریح کی روشنی میں عمل پیرا ہے۔ دوسرا سبب بھی موجود نہیں کہ جن آئمہ کرام کی تقلید کی جاتی ہے اُن سے کوئی کتنا ہی اختلاف کرے اُنکے تقویٰ، علم، بزرگی کے سب قائل ہیں لہذا اُس تقلید کو کافروں کی تقلید پر قیاس کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

آیت نمبر ۲ "اِتَّخَذُوا اَحبَارَھُم وَرُھبَانَھُم اَربَابًا مِّن دُونِ اللّٰہِ" (سورۃ توبہ)

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کی بجائے اپنا پروردگار بنا رکھا ہے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیشوا کے بتائے ہوئے حکموں پر عمل کرنا شرک ہے۔ لہذا آئمہ مجتہدین کی تقلید شرک ہوئی۔ جی ہاں: ایسی تقلید پہلے بھی شرک تھی اور آج بھی شرک ہوگی۔ جہاں

کوئی مذہبی روحانی پیشوا محض اپنی رائے سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی دی ہوئی شریعت کے صریحا خلاف کرے۔ مثلا اللہ تبارک تعالیٰ نے تو ہر بالغ مسلمان مرد و عورت پر دن میں پانچ نمازیں فرض کیں۔ جن پر عمل کر کے آپ ﷺ نے دکھایا۔ اب اگر کوئی شیخ، پیر اپنے مریدوں کو یہ تعلیم دے کہ نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم آپ کو آخرت میں بخشوا لیں گے تو پھر ایسے درویشوں کی بات ماننا شرک ہے یہود و نصاریٰ کے راہبان محض اپنی رائے سے احکام الٰہی کے خلاف لوگوں کو امر و نہی بتاتے تھے۔ آئمہ کرام کا امر و نہی اپنی طرف سے نہیں ہوتا اور نہ ہی تقلید کرنے والا انکی ذات کی اطاعت کرنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ اطاعت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی مطلوب ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ انسان پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور یہ اولوالامر (علماء یا حکام) جن کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا انکی اطاعت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہو کر واجب ہے مستقل بالذات ہو کر نہیں۔
(فتاوی ابن تیمیہؒ ج ص 461)

چند احادیث تقلید کے رد میں اور انکی حقیقت

حضرت امام مالکؒ موطا میں مرسلا روایت فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان پر عمل کرو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول خدا ﷺ کی سنت"۔ (موطا)

آئمہ مجتہدین مسائل اجتہادیہ قرآن و حدیث سے ہی نکالتے ہیں لہذا ان مسائل کو قبول کرنا قرآن و حدیث کی تابعداری ہے۔ تقلید کے خلاف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ارشاد عموما پیش کیا جاتا ہے " کوئی شخص اپنے دین میں کسی دوسرے شخص کی اسطرح تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے"۔

سوال یہ کہ ایسی تقلید کو کون جائز کہتا ہے کہ ایمانیات میں کسی کی تقلید درست نہیں اور جہاں تک احکام شریعت میں اسلاف کی تقلید کا تعلق ہے۔ تو اسکے بارے میں خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہی ارشاد ہے جس شخص کو کسی کی اتباع کرنی ہو وہ ان حضرات کی اتباع کرے جو وفات پا چکے ہیں کیونکہ جو زندہ ہیں ان پر اطمینان نہیں کہ وہ کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہونگے۔ وہ قابل اتباع حضرات صحابہ ہیں جو اس اُمت کے افضل ترین افراد ہیں پس تم انکی قدر پہچانو اور انکے آثار کی اتباع کرو اور انکے اخلاق و

سیرتوں کو جتنا ہو سکے تھام لو کیونکہ یہ صراط مستقیم پر تھے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۲)

مزید اعتراضات

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کسی کی تقلید کرتے تھے لہٰذا رائج الوقت تقلید بدعت ہے۔

عہد صحابہؓ میں بکثرت تقلید پر عمل ہوا جو حضرات صحابہؓ تحصیل علم میں زیادہ وقت صرف نہیں کر پاتے تھے۔ وہ دوسرے فقہاء صحابہؓ سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے لیکن عہد صحابہؓ میں رسول ﷺ انکے درمیان موجود تھے تو جب کسی کو کسی مسئلے میں تردد ہوتا تو وہ آپ ﷺ سے ملاقات کر کے آپ ﷺ سے سوال کر لیتا یا کسی بنا پر ملاقات ممکن نہ ہوتی تو خط و کتابت کے ذریعے سے معلوم کرتے۔ علاوہ ازیں یہ سب کچھ میسر نہ ہوتا تو اپنے اجتہاد اور استنباط سے کام لیتے آپ ﷺ کے وصال کے بعد چونکہ براہ راست آپ ﷺ سے مسائل معلوم کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ تو اب دو ہی راستے صحابہ کرامؓ کے سامنے تھے ایک اجتہاد اور دوسرا تقلید۔

ان حضرات میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں صورتوں کا ذکر ہے اسکی کچھ مثالیں ملاحظہ کریں۔

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہو وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے، جو ہر آیت کے احکامات پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے اور جو شخص مال کے بارے میں سوال کرنا چاہے وہ میرے پاس آجائے اسلئے کہ اللہ نے مجھے اسکا والی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔"

(ذکرہ الہیثمی وقال، رتر قبہ سلیمان بن داود بن الحصین مجمع الزوائد ص 135)

صحابہؓ کرام میں سے جو حضرات اپنے آپ کو اہل استنباط، مجتہدین سمجھتے تھے وہ فقہاء صحابہؓ سے رجوع کرتے اور انکے بتائے گئے دلائل کی تحقیق نہ کرتے بلکہ انکے بتائے ہوئے مسائل پر اعتماد کر کے اس پر عمل کرتے۔ حضرت سلمان بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے راستے میں نازیہ کے مقام تک پہنچے تو انکی سواریاں گم ہو گئیں اور وہ یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) میں جبکہ حج ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے واقعہ بیان کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم وہ ارکان ادا کرو جو عمرہ والا ادا کرتا ہے یعنی طواف اور سعی اسطرح تمہارا احرام کھل جائے گا پھر اگلے سال جب حج کا زمانہ آئے تو دوبارہ حج کرو اور جو قربانی میسر ہو ذبح کرو۔"

(موطا امام مالک ص 149) یہاں بھی نہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے مسئلے کی دلیل پوچھی اور نہ حضرت عمرؓ نے بتائی بلکہ حضرت عمرؓ کے علم وفہم پر اعتماد کر کے عمل کیا۔

3)۔ حضرت مصعبؓ بن سعد فرماتے ہیں کہ میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) جب مسجد میں نماز پڑھتے تو رکوع اور سجدہ تو پورا کر لیتے مگر مختصر کر کے اور جب گھر میں نماز پڑھتے تو رکوع وسجدہ نماز کے دوسرے ارکان طویل کرتے میں نے عرض کیا ابا جان آپ جب مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو اختصار سے کام لیتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو طویل نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ بیٹے ہم لوگوں کے امام ہیں لوگ ہماری اقتدا کرتے ہیں یعنی جب لوگ ہمیں طویل نماز پڑھتے دیکھتے ہیں تو اتنی لمبی نماز پڑھنا ضروری سمجھیں گے اور بے جا اسکی پابندی شروع کر دیں گے۔
(مجمع الزوائد الہیثمی ج ص 187 باب الاقتداء بالسلف)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عام لوگ صحابہؓ کرام کے صرف اقوال ہی نہیں بلکہ انکا صرف عمل دیکھ کر بھی تقلید کرتے۔ اس لئے حضرات صحابہؓ کرام اپنے عمل میں اتنی باریکیوں کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا" میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے اور یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خاص صحابہؓ میں سے ہیں اہل بدر میں سے ہیں پس تم انکی اقتدا کرو اور انکی بات سنو"۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں " صحابہ کرام میں سے جن حضرات کے فتاویٰ محفوظ ہیں انکی تعداد ایک سو تیس سے کچھ اوپر ہے ان میں مرد بھی داخل ہیں اور عورتیں بھی۔
(اعلام الموقعین، لابن القیم ص 9)

اور صحابہ کرام کے ان فتووں میں دونوں طریقے رائج تھے۔ بعض اوقات یہ حضرات فتویٰ کے ساتھ کتاب وسنت سے انکی دلیل بیان فرماتے اور بعض اوقات دلیل بتائے بغیر صرف حکم کی نشاندہی کر دیتے۔

تقلید مطلق (یعنی جس میں کسی فرد واحد کو معین کر کے اسکی تقلید نہیں کی بلکہ کبھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ لیا کبھی کسی اور سے) کی صرف چند مثالیں بیان کی گئیں مزید بہت سی مثالیں موطا امام مالک کی کتاب الآثار لامام ابو حنیفہؒ مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ شرح معانی الآثار لطحاوی اور المطالب العالیہ لحافظ ابن حجرؒ وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

تقلید شخصی (یعنی کسی مخصوص شخص کی تقلید) کی بھی کئی مثالیں عہد صحابہ و تابعین سے ملتی ہیں

۱) صحیح بخاریؒ میں حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے "بعض اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو کہ وہ طواف وداع کیلئے پاک ہونے کا انتظام کرے یا طواف وداع اس سے ساقط ہو جائے گا اور بغیر طواف کے واپس آنا ہوگا"۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ طواف وداع کے بغیر جا سکتی ہے اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپکے قول پر زید بن ثابتؓ کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے۔

طیالسیؒ سے بروایت قتادہؒ منقول ہے۔ اس واقعے میں اہل مدینہ اور حضرت ابن عباسؓ کی گفتگو سے یہ باتیں وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہیں کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے اور انکے قول کے خلاف کسی قول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اسماعیلی کی روایت سے تو یہ بھی واضح ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے فتوے کی دلیل میں حضرت ام سلیمؓ وغیرہ کی احادیث بھی سنائیں انکے باوجود چونکہ ان حضرات کو حضرت زیدؓ کے علم پر پورا اعتماد تھا۔ اسلئے انہوں نے اپنے حق میں انہی کے قول کو حجت سمجھا اور حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی ان حضرات پر یہ اعتراض نہیں فرمایا کہ تم تقلید کیلئے ایک شخص کو معین کر کے گناہ یا شرک کے مرتکب ہو رہے ہو۔

۲)۔ صحیح بخاریؒ میں حدیل بن شرجیلؒ سے ایک واقعہ مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب تو دے دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی پوچھ لو چنانچہ وہ لوگ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہ مسئلہ پوچھا اور ساتھ ابو موسیٰ اشعریؓ کی رائے کا بھی ذکر کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو فتویٰ دیا وہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے حضرت مسعودؓ کے فتویٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا "جب تک یہ معتبر عالم تمہارے درمیان موجود ہیں اسوقت تک مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو" یہی تقلید شخصی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض ص 997)

۳)۔ حضرت معاذ بن جبلؓ جن کو نبی کریم ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اور ایک معلم اور مفتی کی ذمہ داریاں بھی دیں کتب احادیث میں انکے حوالے سے کئی روایات ہیں کہ ان سے عوام الناس نے دین کے مسائل دریافت کئے اور انہوں نے انکے جوابات بتائے۔ لیکن کئی جوابات میں حضرت معاذؓ نے کوئی

دلیل پیش نہیں کی۔۔ دراصل انکے فیصلے جو اجتہادی نوعیت کے ہوتے تھے عوام اجتہادی صلاحیت نہ رکھنے کی بنا پر ان کی تقلید کرتی تھی۔ اور اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ اسلئے کہ عام شخص کسی ہدایت یافتہ عالم (مجتہد) کی اس بنا پر اتباع کر لیتا ہے کہ یہ عالم اپنے علم و تقوی کے پیش نظر اپنے اقوال میں صائب (درست) ہوگا اور ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے متبع ہوگا چنانچہ اگر اسکا یہ گمان غلط ثابت ہو جائے تو وہ کسی جھگڑا و اصرار کے بغیر اسکی تقلید سے دستبردار ہو جائے گا تو اس قسم کی تقلید سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے؟ جبکہ فتوی پوچھنے اور فتوی دینے کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے وقت سے چلا آتا ہے اور جب کسی سے فتوی پوچھنا جائز ہوا تو اس میں کوئی فرق نہیں کہ انسان ہمیشہ ایک ہی شخص سے فتوی پوچھا کرے (جسے تقلید شخصی کہتے ہیں) یا کبھی ایک شخص سے اور کبھی دوسرے سے پوچھے (اسے تقلید مطلق کہتے ہیں) جبکہ اس میں مذکورہ بالا شرائط جمع ہوں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص 156 مکتبہ سلفیہ لاہور)

حصہ دوئم
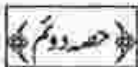
گذارش (Request)

ہم (پوری دنیا کے مسلمان) اہل سنت وجماعت ہیں (سعودیہ والے حنبلی افریقہ والے مالکی مصری شامی لبنانی شافعی اور پاک و ہند افغانستان ترکی روس کی آزاد ریاستیں چین بنگلہ دیش برما میں حنفی ہیں) قرآن کی آیت یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ ترجمہ۔ "جس دن کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہونگے اور کچھ کے چہرے کالے ہونگے" تفسیر در منثور ج ۲ ص ۶۳ میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ، ابن عمرؓ اور حضرت حسینؓ ابن اثیر ج ۲ ص ۶۳ فرماتے ہیں۔ جن کے چہرے قیامت کے دن سفید ہونگے وہ اہل سنت و جماعت ہونگے۔ اور مشکوۃ شریف حصہ اول صفحہ میں حضور ﷺ کا ارشاد (ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد۔ مشکوۃ ص ۳۰) ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے جو فرقہ جنت میں جائے گا وہ فرقہ ہوگا جس پر میں ہوں اور جس پر میرے صحابہؓ کاربند ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جو صحابہؓ کی جماعت کو ماننے والا ہوگا (ہی الجماعۃ) اور الحمدللہ صحابہؓ اسی پر چلے اور امت مسلمہ اسی پر چلی آرہی ہے۔

ابن قیم اور شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں ۱۴۹ مجتہد و مفتی تھے اور لوگ ان کے پیچھے چلتے تھے ان کی فقہی آراء تو کتب حدیث میں ستر و ہزار موجود ہیں۔ لیکن ان کے اصول شرعیہ مدون نہیں ائمہ اربعہؒ نے اصول و فروع مدون کیے۔ اور اسی پر ہم سب چل کر آرہے ہیں چنانچہ حرمین میں حنبلی افریقہ

وغیرہ میں مالکی مصر شام بیروت لبنان میں شافعی اور پاک وہند، افغانستان، روس کی آزاد ریاستیں، ترکی، چین، بنگلہ دیش اور برما میں حنفی آباد ہیں اوران سب آئمہ کرامؒ نے جو موقف اختیار کیا۔ اس موقف پر چیلنج دے کر انہوں نے فرمایا کہ

"اذا صح الحدیث فھو مذھبی کہ جو موقف ہم اختیار کرتے ہیں اسکی پشت پر صحیح حدیث ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو فرمایا کہ میرا موقف اگر حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس کو دیوار پر دے مارو بلکہ یہاں تک فرمایا کہ میرے منہ پر دے مارو۔"

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن مبارک پوریؒ نے فرمایا کہ راوی کی روایت لینے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی شرائط بڑی کڑی اور سخت ہیں (تحفۃ الاحوذی) اس چیلنج کو لوگوں نے نہ سمجھا اور اس کا الٹا یہ مطلب لے لیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے مسئلہ کے خلاف صحیح حدیث ملے تو میرا فقہی مسئلہ چھوڑ دو۔ بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے تو اہل نظر کو نصیحت فرمائی ہے (ہر عامی کو نہیں) کہ میری فقہ اگر اہل نظر اور مجتہد پر منکشف ہو جائے کہ وہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو حدیث کو لے۔ یہ بات ہماری تمام کتب میں موجود ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اس ارشاد پر عمل ہو رہا ہے اس کیلئے ایسے لوگ ہیں وہ اجتہادی بصیرت رکھتے ہیں اور کام کر رہے ہیں مثلاً ہماری بہت سی فقہی کونسلیں ہیں۔ (جدہ فقہی کونسل، جنوبی فقہی کونسل، کراچی فقہی کونسل) جس کی جدید معیشت وتجارت پر گراں قدر علمی سینکڑوں کتب ہزاروں صفحات پر مشتمل ہر جگہ دستیاب ہیں جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ رہی ہیں۔ تمام کتب خانوں سے مل سکتی ہیں عوام کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کیا چاہتی ہے؟ اور بعض حضرات نے صرف نماز کے چند مسائل پر حدیث صحیح وضعیف کا بازار گرم کیا ہوا ہے عوام کو بھی چاہتی ہے اور ہم کریا کھلا رہے ہیں جن فروعی مسائل پر بحثیں کر کے اسلاف محدثین تھک چکے ہیں اور اب سینکڑوں سال سے باہم شیر وشکر اپنے مسائل پر عمل پیرا ہیں ہم کو وہ دفتر دوبارہ کھولنے کی ضرورت نہیں تا ہم عوام کے عقائد کی اصلاح کی جائے عبادات پر توجہ دی جائے اور گناہوں (شراب، زنا، لواطت، بے پردگی، گانے بجانے، ٹی وی کیبلز اور ڈش وغیرہ) کے ترک پر بہت محنت کی جائے اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے آمین ثم آمین۔

اہل السنت والجماعت سے کیا مراد ہے؟

رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ مختلف قصبات اور شہروں میں گئے اور مختلف مقامات پر سکونت پذیر ہوئے ارشاد نبوی کے مطابق "میرے اصحاب ؓ ستاروں کی مانند ہیں جنکی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

(مشکوٰۃ) (یہ روایت معنی صحیح ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی القاری)

تمام صحابہ ؓ اپنے اپنے مقام پر مقتدی اور متبوع (جن کا اتباع و پیروی کیجائے) قرار پائے اسی طرح تابعین اپنے اپنے علاقوں کے امام بنے اور لوگوں نے انکی تقلید اور اتباع کیا۔

80 ہجری میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، 95 ہجری میں حضرت امام مالک ؒ مدینہ میں۔ 150 ہجری میں غزہ (فلسطین) میں امام شافعی اور 164 ہجری میں امام احمد بن حنبل ؒ نے بغداد میں جنم لیا اور بالترتیب عراقی، حجازی، غزہ اور بغداد کے علاوہ مختلف علاقوں کے لوگوں نے انکی تقلید کی اگر چہ ان آئمہ اربعہ کے زمانے میں بھی اور ان کے بعد بھی بڑے بڑے مجتہد تھے اور ان کے بھی لوگ مقلد اور متبع تھے مگر مشیت ایزدی اور مرضی ربانی سے ان اماموں کے علوم کتابوں میں اور تحریر میں منظم اور مدون (تدوین کیے ہوئے) ہوگئے۔ چوتھی صدی کے بعد جتنے اکابر، علماء، مشائخ امت میں گزرے وہ سب انہیں چار میں سے کسی ایک کے پیروکار تھے گویا پوری امت کے ارباب علم و فضل ان اکابر کی قیادت پر متفق ہیں اور کوئی قابل ذکر عالم اور بزرگ ایسا نہیں ملے گا جو ان میں سے کسی ایک کا متبع نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "یاد رکھیے ان چاروں مسالک School Of (Thought) کو اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے اعراض کرنے میں بڑے مفاسد ہیں"۔ (عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ص 31)

علامہ نوویؒ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے اکابر اگر چہ درجہ کے اعتبار سے بعد کے فقہا مجتہدین سے بلند و برتر ہیں لیکن انہیں اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے علم کو مدون کرسکتے اسلئے کسی شخص کے لیے ان کے فقہی مذہب کی تقلید جائز نہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی کا مذہب مدون نہیں ہوسکا اور نہ ہی وہ کسی لکھی ہوئی شکل میں موجود ہے۔ دراصل تدوین فقہ کا یہ کام بعد کے آئمہ نے کیا جو خود صحابہ ؓ تابعین کے مذاہب کے خوشہ چیں تھے اور جنہوں نے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی ان کے احکام مدون کیے

اور اپنے مذاہب کے اصول و فروع کو واضح کیا مثلاً امام مالک، اور امام ابو حنیفہ (المجموع شرح المہذب نووی ص 91) امت جب ان چاروں اماموں کی تقلید پر متفق ہوگئی اور ان چاروں اماموں کے مقلدین کیلئے اصطلاح "اہل سنت والجماعت" سامنے آتی ہیں یعنی الگ الگ ہر امام کی پیروی کرنیوالے،، اہل سنت والجماعت،، والے ہیں اس لقب کو دیکھیں تو ان دو الفاظ "السنۃ" "الجماعت" کی معنویت سامنے آتی ہے۔ "السنۃ" سے مراد سنت کا طریقہ ہے اور والجماعت سے مراد آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ جو ایک جماعت تھی یعنی صحابہ کرامؓ ان کا طریقہ یعنی اہل سنت والجماعت کہنے والے گویا یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم سنت نبوی ﷺ کو محض الفاظ حدیث سے اخذ نہیں کرتے بلکہ اصحابؓ کی شخصیات کو ملا کر معنی بھی لیتے ہیں جو حاملان حدیث ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے لفظ سے طریقہ اور مذہب ہی نکلتا ہے اور طریقہ کے ساتھ اہل طریقہ کا ساتھ ہونے کا مفہوم بھی قرآن کریم نے دینی تعلیم کے سلسلہ میں دو اصول ذکر فرمائے ہیں ایک کتاب اور ایک استاذ گویا کتاب کے ساتھ ایک عالم کتاب رسول لازم رکھا۔

ارشاد ربانی ہے۔ "بلاشبہ ہم نے اپنے رسول بھیجے کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ اور انکے ساتھ کتاب اتاری اور میزان تاکہ لوگ عدل کے ساتھ قائم ہوں"

کیا دین کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کیلئے صحابہ کرامؓ کی پیروی بھی ضروری ہے؟

ایسا تو ہوا کہ مختلف قوموں کی طرف انبیاء مبعوث ہوئے۔ لیکن کتابیں اور صحیفے نازل نہیں ہوئے۔ اگر صرف کتاب ہی رہنمائی کیلئے کافی ہوتی تو صرف قرآن ہی نازل کیا جاتا۔ پھر اپنے اصحاب کے پیچھے چلنے، ان کا اتباع کرنے کا حکم خود نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ملتا ہے اور جماعت کو اختیار کرنے کا حکم اور تاکید ایک۔ دو نہیں۔ بلکہ بہت سی احادیث سے ملتا ہے۔ فرمایا "میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔ بس جب تم لوگوں میں اختلاف دیکھو تو "سواد اعظم" کو لازم پکڑ لو (یعنی اسکا اتباع کرو)" (سنن ابن ماجہ۔ باب سواد اعظم ص 283)

الجماعۃ اور سواد اعظم سے کیا مراد ہے؟

سواد اعظم عربی زبان میں عظیم ترین جماعت کو کہا جاتا ہے۔ (صحاح 2 جوہری ص 489)

یہاں مسلمانوں کا وہ فرقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے طریقہ پر ہو۔ چنانچہ چار صحابہ کرام 1۔ حضرت ابو الدرداءؓ 2۔ حضرت ابو اُمامہؓ 3۔ حضرت واثلہ بن اسقعؓ 4۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ سوادِ اعظم کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "وہ لوگ جو اس طریقہ پر ہوں جو میرے اور میرے صحابہ کا ہے"۔

جب تک دینِ محمدی کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں، کردار، تقویٰ، عمل وفعل کی مثالیں سامنے نہ رکھی جائیں اسوقت تک دینِ اسلام کو سمجھنا ناممکن ہے۔

عقلی، تجرباتی، منطقی اعتبار سے کسی کی بات سمجھنے کیلئے قربِ ظاہر (ساتھ رہنا) قربِ باطن (دلی محبت، تعلق) موثر ہے۔ جو جسقدر قریب ہے اسی قدر ساتھی کی بات صحیح سمجھتا ہے۔ اُسے اسکے کلام کے مقاصد کا بھی علم ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے طریقے سے انحراف کر کے قرآن و حدیث سمجھنے کا جواز سراسر غلط ہے۔ صحابہ کرامؓ کو وحی کے ایک ایک حکم کے بارے میں علم تھا کہ یہ کب، کہاں، کیسے، کیوں اور کسوقت نازل ہوئی۔ دنیا کے ہر علم کیلئے کتاب کے ساتھ ماہر اشخاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر صرف سلیبس کی کتابیں طالبعلموں کیلئے کافی ہوتیں تو سکول، کالج، یونیورسٹیز کو بنانے اور اساتذہ تعینات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قرآن کی پہلی سورت میں جو دعا تلقین کی گئی۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم "، یعنی صراطِ مستقیم ان لوگوں کا ہی راستہ ہوگا جن پر اللہ کا احسان ہوا"۔

کسی بات کو سمجھنے کیلئے بات کرنے والے کے چہرے کے آثار کو بھی دخل ہوتا ہے کوئی بات کرتے وقت چہرے پر مسکراہٹ، کسی وقت غصہ، آنکھوں کے اشارے، ہاتھ سے اشارہ یہ سب حرکات و سکنات ایک گفتگو کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ آپ ﷺ کے بے شمار واقعات کتب احادیث میں ہیں کہ بعض دفعہ لوگوں نے یہ تصور کیا کہ آپ ﷺ ویسے ہی کچھ ارشاد فرما رہے ہیں۔ مگر جب آپ ﷺ کے چہرے کو دیکھا تو کانپ اٹھے کہ آپ ﷺ تو ہمیں متنبہ کر رہے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی حد درجہ کی محبت جو انکو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے تھی تو آپ ﷺ کے کلمات طیبات یا اپنی آنکھ سے دیکھے ہوئے اعمال وافعال کی کیسی پوری پوری حفاظت ورعایت کی جو محبت ان صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ اسکو صرف مسلمان نہیں کفار بھی جانتے تھے اور اسکا اعتراف کرتے۔ ایک لاکھ سے زائد تعداد کی یہ فرشتہ صفت مقدس جماعت صرف ایک ذات رسول اللہ ﷺ

کے اقوال وافعال کی حفاظت اور انکی تبلیغ کیلئے سرگرم عمل ہوگئی۔

صحابہ کرامؓ جب آپ ﷺ کی احادیث نقل فرماتے تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ آپ ﷺ کی اداؤں کو بھی امت تک پہنچاتے۔

بعض صحابہؓ جب کوئی بات بہت تاکید سے بیان کرنا چاہتے تو فرماتے۔

"یعنی جب آپ ﷺ یہ ارشاد فرمارہے تھے تو میری دونوں آنکھیں (آپکے چہرے، آثار، تغیرات، چشم وابرو کے اشارے، ہاتھ کی تعبیرات،) دیکھ رہی تھیں۔ میرے دونوں کان آپ ﷺ کے ارشادات کو سن رہے تھے (گفتگو کے لہجے کو سننے سے کلام میں اندازہ ہوتا ہے کہ سنجیدگی ہے، طنز ہے، یا استفہام ہے) اور فرماتے کہ میرے دل نے آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کے الفاظ ومعانی، مفہوموں کو خوب یاد اور جمع کرلیا۔

یہ مقام ومرتبہ صرف صحابہ کرامؓ کو حاصل تھا۔ لہٰذا فہم دین انہی حضرات پر موقوف ہے۔

صحابہ کرامؓ جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں اور سب سے بڑھکر یہ بات کہ انکا یہ خصوصی امتیاز قرآن وسنت سے ثابت ہے اور امت کا اسپر اجماع ہے۔

نصوص قرآن صحابہ کرامؓ کی شان میں۔

1۔ ترجمہ: "تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کے نفع واصلاح کیلئے پیدا کی گئی" (سورۃ آل عمران۔۱۱۰)

2۔ ترجمہ: " اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنایا جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم مخالف لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو" (سورۃ البقرہ۔۱۴۳)

ان دونوں آیات کے اصل مخاطب پہلے صحابہ کرام اور باقی امت بھی اپنے عمل کے مطابق اس میں داخل ہوسکتی ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کا ان دونوں آیات کا صحیح مصداق ہونا باتفاق مفسرین ومحدثین ثابت ہے۔

3۔ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپکے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو انکو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کررہے ہیں اور کبھی سجدہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں انکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ انکے چہروں پر نمایاں ہیں"

(سورۃ الفتح۔۲۹)

امام قرطبی نے فرمایا "والذین معہ" عام ہے اور اس میں صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت داخل

ہے اور تمام صحابہ کرام کی مدح خود مالک کائنات کیطرف سے آئی۔

4۔ ترجمہ: " کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اور جو مسلمان انکے ساتھ ہیں انکو رسوا نہیں کرے گا"
(سورۃ مریم۔۸)

5۔ ترجمہ: " اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے والے میں) سب سے سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ انکے ساتھ ہیں انکے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی" (سورۃ التوبہ۔۱۰۰)

6۔ قرآن کریم نے واقعہ حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنیوالے صحابہؓ کے متعلق عام اعلان فرمایا۔ ترجمہ: " بے شک تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مومنین سے جن سے آپ ﷺ نے درخت کے نیچے بیعت لی" (سورۃ الفتح۔۸۸)

یعنی اللہ جس سے راضی ہو گیا پھر اس سے کبھی ناراض نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کو تو سب اگلی پچھلی چیزوں کا علم ہے وہ راضی اسی شخص سے ہو سکتے ہیں۔ جو آئندہ زمانے میں بھی رضائے الٰہی کے خلاف کام کرنے والا نہیں۔

7۔ سورۃ حشر میں اللہ تعالیٰ نے عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کے تین طبقے کر کے ذکر کیا۔ پہلا مہاجرین کا جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا۔ یہی لوگ سچے ہیں دوسرے انصار کا۔ جنکے بارے میں ارشاد ہوا۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا جو مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں۔

8۔ ترجمہ: " لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب کر دیا اور اسکو تمہارے دلوں میں مزین بنا دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے مکروہ بنا دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے"۔ (سورۃ الحجرات۔۷)

اس آیت میں بھی بلا استثناء تمام صحابہ کرام کیلئے یہ فرمایا گیا کہ اللہ نے انکے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق اور گناہوں کی نفرت ڈالدی۔

ان نصوص قرآن کے علاوہ کئی احادیث نبویہ میں صحابہ کرامؓ کے فضائل اور انکی پیروی کا حکم ملتا ہے۔

1۔ صحیحین اور تمام کتب اصول میں حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا۔ ترجمہ: بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ متصل لوگوں کا ذکر دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔ انکے بعد ایسے لوگ ہونگے کہ جو بے کہے شہادت دینے کو تیار نظر آئیں گے۔ خیانت کریں گے، امانت دار نہ ہوں گے، عہد شکنی کریں گے، معاہدے پورے نہ کریں گے اور ان میں (بوجہ بے فکری کے) موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۹۰ ج ۳)

اس حدیث میں متصل آنے والے لوگوں کا ذکر ہے تو وہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا زمانہ ہے۔

2۔ صحیحین اور ابوداؤد و ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کی ایک مد (قریبا ایک سیر) بلکہ آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ (جمع الفوائد)

3۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے معاملے میں، میرے بعد انکو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے انکو ایذا پہنچائی۔ اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اسکو عذاب میں پکڑے گا۔ (جمع الفوائد صفحہ 491)

4۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم میں جو شخص میرے بعد رہے تو بہت اختلاف دیکھے گا تو تم لوگوں پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرلو اور اسکو دانتوں سے مضبوط تھامو اور نو وارد اعمال سے پرہیز کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و قال الترمذی حدیث صحیح و قال ابونعیم حدیث جید صحیح از سفارینی صفحہ 280)۔

(حصہ سوئم)

(i) کیا ایک امام کی پیروی کیوں ضروری ہے ؟ (تقلید شخصی)

(ii) جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین میں آسانی پیدا کرو تو ہم ایک امام کی تقلید کر کے اپنے مذہب کو تنگ کر دیتے ہیں۔

(iii) تقلید شخصی یا کسی متعین امام کی تقلید کے باعث جو روز افزوں نت نئے مسائل پیش آرہے ہیں ان کا کیا حل ہے؟

صحابہ کرام کے زمانے میں تقلید شخصی (متعین اشخاص کی تقلید) اور تقلید مطلق (بہت سے شخصوں کی تقلید) دونوں رائج تھیں لیکن اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے اور پہلے کے فقہاء پر جو زمانے کے نبض شناس تھے انہوں نے ایک زبردست انتظامی مصلحت کے تحت تقلید کی دونوں قسموں میں سے صرف "تقلید شخصی" کو عمل کیلئے اختیار فرمایا اور یہ فتویٰ دیدیا کہ اب لوگوں کو صرف تقلید شخصی پر عمل کرنا چاہئے کبھی کسی ایک امام اور کبھی کسی دوسرے امام کی تقلید کی بجائے کسی ایک مجتہد کو معین کر کے اسکے مذہب کی پیروی کرنی چاہیے۔

اس سوال کے جواب میں پہلے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ "خواہش پرستی" یا نفس کی بات ماننا ایک ایسی گمراہی ہے جو بعض اوقات انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ قرآن وحدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ جو خواہش پرستی کی مذمت کرتا ہے۔ اور اس نفس پرستی کی ایک انتہا درجے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرلے اور یہ صورت انتہائی سنگین وخطرناک اور تباہ کن ہے۔

فقہا کرام نے محسوس کیا کہ لوگوں میں دیانت کا معیار، احتیاط وتقویٰ کے تقاضے ختم ہوتے جا رہے ہیں تو ایسی صورت میں تقلید مطلق کے نتیجے میں غیر شعوری طور پر بہت سے لوگ خواہش پرستی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور احکام شرعیہ نفسانی خواہشات کا ایک کھلونا بن کر رہ جائیں گے۔ اور وہ چیز بھی ہے جسکے حرام قطعی ہونے میں آجتک کسی مسلمان کا اختلاف نہیں مثلاً ایک شخص کے سردی کے موسم میں خون نکل آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکا وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹا وہ اپنی تن آسانی کی وجہ سے اسوقت امام شافعیؒ کی تقلید کر کے بلا وضو نماز پڑھ لے گا۔ پھر اسکے تھوڑی دیر بعد اگر اس نے عورت کو چھولیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک اسکا وضو جاتا رہا جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکا وضو برقرار رہا۔ اسکی تن آسانی اس موقع پر اُسے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کا سبق دے گی اور وہ پھر بلا وضو نماز کیلئے کھڑا ہو جائے گا۔ غرض جس امام کے قول میں اُسے فائدہ نظر آئے وہ اُسے اختیار کرے گا۔

صحابہ اور تابعینؒ کے زمانے میں خوف خدا اور فکر آخرت کا غلبہ تھا اسلیئے اس دور میں تقلید مطلق سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ لوگ اپنی خواہشات کے تابع کبھی کسی مجتہد اور کبھی کسی مجتہد کا قول اختیار کریں گے۔ (حدیث ﷺ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم)

تو اسوقت تقلید مطلق میں قباحت نہ تھی بعد کے زمانوں میں دیانت کا معیار گھٹنے اور نفس پرستی

کے غلبے کے باعث یہ صرف ایک انتظامی فتویٰ ہے نہ کہ حکم شرعی۔

صحیح مسلم کے شارح (تشریح فرمانے والے) شیخ الاسلام علامہ نوویؒ تقلید شخصی کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

"اس تقلید شخصی کے لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس بات کی اجازت ہو کہ انسان جس فقہی مذہب کی چاہے پیروی کر لیا کرے تو اسکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ مذہب کی آسانیاں ڈھونڈ کر اپنی خواہشات نفس کے مطابق ان پر عمل کریں گے۔ حلال و حرام، واجب اور جائز کے احکام کا سارا اختیار خود لوگوں کو مل جائے گا اور بالآخر شرعی احکام کی پابندیاں بالکل ختم کر دی جائیں گی البتہ پہلے زمانے میں تقلید شخصی اسلئے ممکن نہ تھی کہ فقہی مذاہب مکمل طور سے مدون اور معروف و مشہور نہ تھے (لیکن اب جبکہ مذاہب فقہیہ مدون اور مشہور ہو چکے) تو ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کوشش کر کے کوئی ایک مسلک چن لے اور پھر متعین طور سے اسی کی تقلید کرے۔ (المجموع شرح المہذب للنووی ص 90)

عہد صحابہؓ سے لیکر اب تک ہزار ہا فقہاء مجتہدینؒ پیدا ہوئے اور اہل علم جانتے ہیں کہ ہر فقیہ کے مذہب میں کچھ ایسی آسانیاں ملتی ہیں جو دوسروں کی مسلک میں نہیں اسکے علاوہ یہ حضرات مجتہدین غلطیوں سے معصوم نہ تھے بلکہ ہر ایک کے یہاں دو ایک چیزیں ایسی تھیں جو جمہور امت کے خلاف ہیں تو اب اگر تقلید مطلق کے ذریعے لوگ ایسے ایسے مسائل تلاش کر کے انکی تقلید شروع کریں تو اسکا نتیجہ وہی ہوگا جو علامہ نوویؒ نے ذکر کیا مثلاً امام شافعیؒ کے مذہب میں شطرنج کھیلنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف منسوب کہ وہ غنا و مزامیر کے جواز کے قائل تھے۔ حضرت قاسم بن محمدؒ سے مروی ہے کہ وہ بے سایہ تصویروں کو جائز کہتے تھے۔ امام اعمشؒ کیطرف منسوب انکے نزدیک روزے کی ابتداء طلوع فجر کی بجائے طلوع آفتاب سے ہوتی ہے داؤد ظاہریؒ اور ابن حزمؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو اسے برہنہ دیکھنا جائز ہے۔ (تحفۃ الاحوذی للمبارکپوری و فتح الملہم ص 476)

تو اگر اس قسم کے اقوال کو جمع کر لیا جائے تو ایسا مذہب تیار کیا جا سکے گا کہ جس کا بانی نفس اور شیطان ہوگا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تقلید مطلق کا دروازہ بند نہ کیا جائے تو احکام شریعت کے معاملے میں جو افرا تفری برپا ہوگی تو اسکا تصور بھی ہم مشکل سے کر سکتے ہیں۔

تقلید شخصی کے حق میں جید علماء کرام و اسلاف کی رائے دیکھنے کیلئے علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ص 237 ص 286,285 فیض القدیر شرح الجامع الصغیر لمناوی اختلاف امتی رحمۃ الموافقات علامہ ابو اسحق شاطبی کتاب الاجتہاد، مقدمہ ابن خلدون ص 448 باب 6 فصل 7

انصاف فی بیان سبب الاختلاف باب 4 کتب کا مطالعہ کریں۔

تقلید مطلق کی موجودہ زمانے میں ایک بہترین مثال معاشرے میں بڑھتی ہوئی طلاق کے حوالے سے دیکھی جا سکتی ہے چاروں آئمہ کرام اور انکے مقلدین اہل سنۃ وجماعۃ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک وقت میں اگر بیک وقت 3 طلاقیں دیں تو وہ موثر ہو گئیں جبکہ غیر مقلدین نہ صرف 3 بلکہ 20,30,100 طلاقوں کو ایک وقت میں ایک مانتے ہیں۔ اب جس شخص سے غصے میں، غلطی سے یا نادانی سے 3 طلاقوں کا بیک وقت قصور ہوا تو اب وہ نادم ہو کر اپنے حق میں فتویٰ لینے کیلئے حنفی علما کے بجائے غیر مقلدین سے رجوع کرتا ہے تاکہ اسکو اپنے حق میں فتویٰ مل سکے اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے انصاف کیا جائے کہ کیا تقلید مطلق خواہش پرستی اور نفس پرستی کو ہوا نہیں دیتی ہے؟

بے شک دین اسلام میں چاروں مسلک برحق مگر جیسے فن طبابت میں ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک حکمت چاروں علاج ہیں سب اپنی جگہ مقبول اور مستند لیکن علاج کے لیے کسی ایک سے رجوع کیا جاتا ہے اور دوسرے کا بتایا ہوا نسخہ اور دوائی نہیں لی جاتی۔ اسی طرح تعلیم کے شعبہ میں کئی یونیورسٹیز ہیں ہر ایک کا الگ الگ نصاب ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک مضمون کی کتاب کسی کالج کی پڑھیں دوسرے مضمون کی کسی دوسرے کالج کی بلکہ ایک پورے نصاب کو Follow کیا جاتا ہے اور وہی پھر بہترین نتائج دے سکتا ہے۔

مسئلہ ایک امام کی پیروی کیوں ضروری ہے؟

تقلید شخصی پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس سے زندگی میں تنگی پیدا ہوتی ہے اور زمانے میں جو نئے مسائل پیش آتے ہیں ان کا حل نہیں ملتا اصل حقیقت یہ ہے کہ جن نئے پیش آنے والے مسائل کا کوئی جواب مجتہد کے اقوال میں نہیں انکا حکم مجتہد کے اصولوں کی روشنی میں قرآن وسنت سے نکالنا ہر دور میں تقلید شخصی کے باوجود ہوتا رہا ہے اسکے علاوہ زمانے اور عرف کے وجہ سے جن مسائل میں فرق پڑتا ہے ان میں ایک مذہب کے علماء غور وفکر اور مشورے سے احکام کی تغییر کا فیصلہ کر سکتے ہیں اسی طرح جہاں مسلمانوں کو کوئی شدید اجتماعی ضرورت ہو وہاں اس مسئلے میں کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے چنانچہ حنفی علماء نے اسی وجوہ سے بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ کا قول چھوڑ دیا مثلاً مفقود الخبر، عنین اور متعنت وغیرہ کی بیوی کیلئے اصلی حنفی مذہب میں گلو خلاصی نہ تھی چنانچہ بعد کے علماء حنفیہ نے ان تمام مسائل میں مالکی مسلک کو اختیار کر کے اسپر فتویٰ دیا۔ جسکی مثال حضرت مولانا تھانوی کی

کتاب ،، حیلۃ ناجزہ ،، میں موجود ہے۔ آج بھی جن مسائل میں یہ محسوس ہو کہ مسلمانوں کی کوئی وقتی اجتماعی ضرورت ہے تو وہاں ایک ایسا عالم جس میں اجتہاد کرنے کی اہلیت کی شرائط موجود ہوں وہ آئمہ اربعہ میں سے کسی دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں لیکن ادھورا مسئلہ نہیں بلکہ اس مسئلے کی شرائط و تفاصیل کو اپنانا چاہیے اور جید معاملہ علماء سے رجوع کیا جائے۔

نوٹ۔ اگر تقلید کی حقیقت اور افادیت سمجھ سے بالاتر ہے۔ تو کتاب کے آخر میں موجود سوالات کے جوابات پر غور فرمائیں۔

﴿حصہ چہارم﴾

مختلف ائمہ کے احادیث کو ترجیح دینے کے اصول

جس وقت احادیث کا آپس میں تعارض (ٹکراؤ) پیدا ہو تو امام شافعیؒ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ کس حدیث کی سند میں زیادہ قوت ہے۔ جس حدیث کی سند اصول میں روایت کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہوگی وہ اسی روایت کو اپنے مسلک کی اساس قرار دے کر دوسری ضعیف السند روایات کو جو اسکے خلاف ہیں۔ ترک کردیں گے یا اسکی کوئی وجہ بیان کریں گے۔

امام مالکؒ کا سب سے بڑا اصول سلف کی اتباع کا ہے وہ دو متعارض احادیث میں یہ دیکھتے ہیں کہ اہل مدینہ کا عمل کس طرف ہے یہ عمل جس روایت کے ساتھ ہوگا وہ اختلافی مسائل میں اسی روایت کو اپنے مذہب کی بنیاد ٹھہراتے ہیں اور بقیہ روایت کو یا ترک کرتے ہیں یا انکی کوئی توجیہ (وجہ) بیان کرتے ہیں۔

امام احمدؒ کا اصولی معیار ایسے اختلافی مواقع پر سلف کے رجحانات کا اتباع ہے کہ جہاں صحابہؓ اور تابعینؒ کے زیادہ فتاویٰ جس کی طرف ہیں۔ وہ اس روایت کو مذہب کی اصل قرار دے کر بقیہ روایات کا اسی سے فیصلہ کرتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کا خاص اصول معارض (Contraccdictory) احادیث میں تطبیق (ایک دوسرے کے مطابق پیدا کرنا ہے) یعنی وہ ایک باب کی تمام متعارض روایات کو سامنے لا کر ان کے مجموعے سے اس حدیث کی غرض و غایت کا پتہ چلاتے ہیں کہ آخر اس مسئلہ سے شارع (شرع کے مسئلہ کو بیان کرنے والا) کا مقصد کیا ہے؟ یہ مقصد جس روایت میں زیادہ واضح ہوتا ہے اسی کو مذہب کی اساس قرار دیتے ہیں اور بقیہ روایات کو اسی کی غرض و غایت سے جوڑتے چلے جاتے ہیں کہ وہ ساری

روایات اپنی اپنی جگہ پر درست نظر آنے لگتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ ان ساری روایت میں مسئلہ ایک ہی ہے مگر کسی روایت میں اس کا حکم ہے کسی میں حکمت ہے اور کسی میں اس کی کیفیت ہے اور کسی میں اس کی اصلیت ہے کسی میں اسکے احوال ہیں الغرض روایات کو شارح کی غرض سے ترتیب وار جوڑ کر انھیں جمع کرنا امام ابوحنیفہؒ کا اصول ہے۔

حدیث لینے میں امام ابوحنیفہؒ کا اصول

امام ابوحنیفہؒ کا شمار کبار حفاظ محقق اور عالموں میں تھا اگر آپکی علمی توجہ کا مرکز حدیث نہ ہوتی تو مسائل فقہ کا استنباط ہی ناممکن تھا۔

امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے معاصرین کی لعن طعن کا خیال کیے بغیر لوگوں کو قبول حدیث کا ایک معیار بتایا اور احادیث کے مکمل استفادہ کی غرض سے اصول حدیث مقرر کیئے جن پر احادیث کی صحت وضعف کا مدار ہے جسکو تفصیلا تانیب الخطیب صفحہ نمبر 152,153 میں دیکھا جا سکتا ہے عراق کے مشہور محدث الحافظ الامام وکیع بن الجراحؒ فرماتے ہیں "بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی سے ایسی احتیاط نہیں پائی گئی"۔

۱۔ سنت کے موضوع پر امام صاحبؒ کا اصول یہ تھا کہ حدیث اسوقت قبول کی جائے گی جب وہ بالکل مصدق موثق ذریعہ سے آئے امام سفیان ثوریؒ کے حوالے سے امام صاحب کا یہی موقف توضیح الافکار میں نقل کیا گیا ہے "جو حدیثیں انکے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور ثقات مستند لوگ روایت کرتے ہیں نیز جو حضور ﷺ کا آخری عمل ہوتا ہے امام ابوحنیفہؒ اسی کو لیتے ہیں

(توضیح الافکار ص 101)

۲۔ اگر روایت کا تعلق اہل اسلام کی عملی زندگی سے ہو تو ضروری ہے کہ اسکا راوی ایک نہ ہو (خبر واحد نہ ہو) بلکہ صحابیؓ سے اسکی روایت کرنے والی ایک جماعت ہو اور جماعت بھی ایسی کہ سب نیک اور پارسا ہوں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں

"جو حدیث جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اسکے بارے میں امام ابوحنیفہؒ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اسکو متقی اور پارسا لوگوں کی ایک جماعت اس صحابیؓ سے برابر نقل کرتی آئی ہو

(المیزان الکبریٰ ج ۱، ص 96)

۳۔حدیث (خبر واحد) کتاب اللہ کے عام احکامات اور واضح تشریحات کی مخالف نہ ہو لہذا جب کوئی حدیث قرآن سے ٹکراتی ہو تو وہ قرآن کے حکم پر عمل کرتے کیونکہ کتاب اللہ قطعی اور یقینی ہے اور خبر واحد تو ظنی ہے تو اس سلسلہ میں قوی تر دلیل پر عمل کرنے کے اصول کو اختیار کرتے ہیں لیکن حدیث قرآن کے کسی حکم کی وضاحت کرے یا کسی نئے حکم کیلئے دلیل ہو (جس سے قرآن خاموش ہو) تو اس حدیث کو خبر واحد ہونے کے باوجود قبول کر لیتے (کہ ان دونوں صورتوں میں حدیث قرآن سے متعارض نہیں)۔

۴۔حدیث خبر واحد کی مشہور سنت (حدیث مشہور) کے بھی مخالف نہ ہو کیونکہ حدیث مشہور خبر واحد سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔

۵۔کوئی خبر واحد کی حدیث اسی جیسی خبر واحد کی حدیث سے متعارض نہ ہو اگر ایسا ہوتا تو وہ کسی خاص وجہ سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتے مثلاً ان دونوں حدیث کو روایت کرنے والے صحابیوں میں سے ایک دوسرے سے زیادہ فقیہ ہو ایک صحابیؓ جو جوان ہوتا دوسرا بوڑھا یہ تمام احتیاط حتی الوسع قطعی کے احکامات سے بچنے کیلئے تھی۔

۶۔ راوی حدیث (خبر واحد) کا عمل خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو ایسی صورت میں بھی اس حدیث کو ترک کر دیتے مثلاً ابو ہریرہؓ کی حدیث ،،اگر کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیے،، خود ابو ہریرہؓ کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف تھا وہ عام نجاسات کیطرح تین مرتبہ برتن کو دھونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

۷۔ خبر واحد کی حدیث میں کوئی ایسا حکم ہے کہ جس کا تعلق عموماً لوگوں سے ہوتا ہے اور سب کو ہی اسکی ضرورت پیش آتی ہے تو ایسی صورت میں اس حدیث کو مشہور یا متواتر ہونا چاہیے اسلئے ابو حنیفہؒ اسکو ترک کرتے۔

۸۔سلف صالحین (صحابہؓ تابعینؒ) میں سے کسی نے بھی اس حدیث (خبر واحد) پر اعتراض نہ کیا ہو اعتراض کرنا اسکے معتبر نہ ہونے کی دلیل ہے۔

۹۔ جو احادیث (خبر واحد) حدود اور شرعی سزاؤں سے متعلق ہوں اور ان میں اختلاف روایات ہو تو جو روایت سب سے ہلکے حکم (سزا) والی ہوگی اس روایت کو لیتے کہ مسلمہ اصول ہے "الحدود تندرئی بالشبہات، شرعی سزائیں ذرا سی شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ عدالتی زبان میں آجکل اسی کو "شبہ کا فائدہ" کہتے ہیں"

۱۰۔ راوی حدیث کا حافظہ حدیث سننے کے وقت سے لے کر ادا کرنے یعنی دوسروں کے سامنے بیان

کرنے کے وقت یکساں برقرار رہا ہو۔

روایت حدیث میں ابو حنیفہؒ کا مقام

امام صاحبؒ اپنے زمانے کے تمام محدثین پر ادراک حدیث (حدیث کو سمجھنا) میں فائق و غالب تھے۔ امام عبداللہ بن داؤدؒ فرماتے ہیں۔ "مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں امام ابو حنیفہؒ کے لیے دعا کریں اور ذکر فرمایا کہ یہ اسلئے کہ انہوں نے سنت حدیث اور فقہ کو مسلمانوں کے لیے محفوظ فرمایا۔ (تاریخ بغداد ج 13 ص 342)

سفیان بن عبداللہ کا قول ہے "امام ابو حنیفہؒ علم حدیث و فقہ میں اعلم الناس (لوگوں میں سب سے زیادہ علم جاننے والے) ہیں عمدۃ القاری ج 3 ص 66 اور نہایہ شرح ھدایہ میں ہے "ابن حسینؒ سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا وہ ثقہ تھے۔

تہذیب الکمال ص 108 میں بھی یہ بات درج ہے۔ "ایک بات یحییٰ بن معینؒ نے فرمائی کہ امام ابو حنیفہؒ ہمارے نزدیک سچے تھے"

شعبہ بن الحجاج جن کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔ خیرات الحسان ص 34 میں فرماتے ہیں "امام ابو حنیفہؒ بہت سمجھدار اور جید الحافظ تھے۔

جب حضرت شعبہؒ سے امام صاحب کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ انکی بہت تعریف کرتے اور ہر سال نیا تحفہ انکی خدمت میں بھیجا کرتے (موفق ص 46 ج 2) اور فرماتے کہ جن لوگوں نے ان پر تشنیع کی ہے واللہ خدا کے ہاں وہ اسکا نتیجہ دیکھ لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے خوب واقف ہے۔

سفیان ثوریؒ نہایت عظیم المرتبت شخص ہیں جنکی امامت پختگی، ضبط، حفظ، زہد اور تقویٰ پر علما کا اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں اللہ کی قسم وہ علم کے بہت زیادہ حاصل کرنے والے تھے اور جس حدیث کی روایت صحیح ہوتی تو وہ صرف اسی کو اختیار فرماتے وہ ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے اور قابل اعتماد حضرات کی روایات اور آخری عمل ﷺ کے بہت زیادہ متلاشی رہتے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ جو بذات خود حنفی نہیں لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی سخت تردید کی جو امام ابو حنیفہؒ یا انکے فقہی مذہب پر اعتراضات کرتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب المیزان الکبریٰ میں کئی فصلیں امام ابو حنیفہؒ کے دفاع ہی کیلئے قائم فرمائی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

یاد رکھیے کہ ان فصلوں میں (جو میں نے امام ابوحنیفہؒ کے دفاع کیلئے قائم کیئے ہیں) میں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف کوئی جواب محض قلبی عقیدت یا حسن ظن کی بنا پر نہیں دیا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے بلکہ میں نے یہ جوابات دلائل کی کتابوں کی پوری چھان بین کے بعد دیئے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تمام مجتہدین کے مذاہب میں سب سے پہلے مدون ہونے والا مذہب ہے اور بعض اہل کشف کے قول کے مطابق سب سے آخر میں ختم ہوگا اور جب میں نے فقہی مذہب کے دلائل پر کتاب لکھی تو اُس وقت امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب کے اقوال کا متبع (Follow) کیا۔ مجھے انکے یا انکے متبعین کا کوئی قول ایسا نہیں ملا جو مندرجہ ذیل شرعی جستجوؤں میں سے کسی پر مبنی نہ ہو۔

یا تو اسکی بنیاد کوئی آیت ہوتی ہے یا کوئی حدیث یا صحابیؓ کی اصل یا ان سے مستنبط (Derive) ہونیوالا کوئی مفہوم یا کوئی ایسی ضعیف حدیث جو بہت سی اسانید اور طرق سے مروی (Narrate) ہو یا کوئی صحیح قیاس جو کسی صحیح اصل پر بنیاد رکھتا ہے جو شخص اس کی تفصیلات جاننا چاہتا ہے وہ میری اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ (المیزان الکبریٰ للشعرانی ج 1 ص 63-64)

آگے انہوں نے ان لوگوں کی تردید میں ایک پوری فصل قائم کی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے قیاس کو حدیث پر مقدم رکھا وہ اس الزام کے بارے میں فرماتے ہیں یاد رکھیئے ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھتے ہیں۔ اور اپنے دین کے معاملے میں جری اور اپنی باتوں میں غیر محتاط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہیں "بلاشبہ کان، آنکھ اور دل میں سے ہر ایک کے بارے میں محشر میں سوال ہوگا"۔

مولانا عبیداللہ سندھی "شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ" میں فرماتے ہیں۔

"شروع میں شاہ صاحب ایک طرف فقہ اور حدیث میں توافق (مطابقت) (Compatiability) اور دوسری طرف حنفی اور شافعی فقہوں میں مطابقت دینے کا خیال رکھتے تھے مگر حجاز پہنچ کر وہاں کے حالات کا مطالعہ کیا تو آپکی رائے بدل گئی حجاز سے دہلی واپس آئے تو رائے ٹھہری کہ دہلی کے مرکز میں فقہ شافعی کی مطلق ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں جب سے اسلامی حکومت قائم ہے یہاں فقہ حنفی کا رواج ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں فقہ حنفی کو خاص طور پر ضروری اور واجب مانتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان بالعموم فقہ حنفی کے سوا کسی اور فقہ کو

سر سے جانتے ہی نہیں ہمارے نزدیک حنفیت ایک طرح سے ہندوستانی مسلمانوں کا قومی مذہب بن گیا ہے۔ اب اگر یہاں کوئی مصلح اور مجدد (Reformer) پیدا ہوگا تو اسے اپنے اصلاحی اور تجدیدی کام میں حتی الوسع فقہ حنفی کی رعایت کرنا ہوگی اور فرض کیا کہ اگر وہ اسکی پرواہ نہیں کرتا تو وہ کبھی اس سرزمین میں کام نہیں کر سکے گا علاوہ ازیں ہندستان میں حنفی فقہ اسقدر وسعت اور ترقی حاصل کر چکی ہے کہ کسی صاحب تحقیق عالم کو اسکی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ حنفی فقہ سے باہر جانے پر مجبور ہو۔ شاہ ولی اللہ نے اس نقطہ کو وضاحت سے اپنی کتاب فیض الحرمین میں بیان کیا ہے وہ بار بار اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے ملک کی عوام کی فقہی مسلک میں مخالفت نہ کروں۔ بے شک ہم ہندوستان میں حنفیت کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ صدہا سال سے ہندوستانی مسلمان اسلام کو حنفی فقہ کی صورت میں دیکھتے چلے آرہے ہیں چنانچہ یہ چیز مصلحت اور ضرورت کے خلاف ہے کہ کوئی عالم جو عوام و مسلمانوں میں کام کرنا چاہتا ہے فقہ حنفیہ کو چھوڑ دے۔ درآنحالیکہ یہ فقہ بھی اسلام کی اسطرح شارح (تشریح کرنے والا) ہے جیسا کہ اور فقہی مذاہب حنفی فقہ کو نہ ماننے والے۔ ہندوستانی علما کی ایک دوسری قسم بھی ہے ان کو نہ تو حنفیت پر اعتماد ہے اور نہ یہ باقی کے تین مذاہب میں سے کسی مذہب کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں ہم اس طرز والوں کو سلسلہ ولی اللھی کے ساتھ انتساب کی اجازت نہیں دے سکتے اس خیال کے لوگوں سے شاہ صاحب نے اپنی برات کا اعلان کیا ہے۔

"فیوض الحرمین" میں ان کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تین چیزیں مجھے فیضان ہوئیں اور یہ تینوں چیزیں ایسی تھیں کہ میری طبیعت کا زیادہ میلان نہ تھا بلکہ ایک حد تک میرا رجحان انکے خلاف تھا ان میں سے ایک یہ چیز تھی کہ آپ نے مجھے فقہ کے چار مذاہب کی پابندی کا حکم فرمایا اور تاکید کی کہ میں انکے دائرہ سے باہر نہ نکلوں اور جہاں تک ممکن ہو ان مذاہب میں مطابقت اور توافق پیدا کرنے کی کوشش کروں لیکن اس معاملہ میں میری اپنی طبیعت کا یہ حال تھا کہ مجھے تقلید سے سراسر انکار تھا اور کلیتہً یہ چیز گوارا نہ تھی لیکن مجھ سے عبادت کے طور پر اس بات کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اگرچہ میری طبیعت کا ادھر میلان نہ تھا لیکن مجھے اسے قبول کرنا پڑا" "قول جمیل" میں شاہ صاحب نے اس فلسفے کی مزید وضاحت فرمائی۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں راہ حق کے طلبگار کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ جاہل صوفیہ جاہل عبادت گزار، متعصب فقہا اور ظاہر الفاظ پر چلنے والے اصحاب حدیث کی صحت سے احتراز (Avoid) کرے نیز آپ نے "تفہیمات" اور "عقد الجید" میں مذاہب اربعہ (Four School Of Thoughts) کے اختیار کرنے پر زور دیا اور انکے ترک کرنے یا انکے دائرے سے نکلنے کی سخت

ممانعت فرمائی۔
(ص179--188)

امام ابوحنیفہؒ کا قول: حقیقت میں "اتر کوا قولی بخبر الرسول" جہاں کہیں میرے قول کو خبر رسول ﷺ کے خلاف پاؤ اسکو چھوڑ دو"۔

ایسی حالت میں امام کا قول ہو یا نہ ہو وہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ حکم نبوی کے خلاف کرنا ایک مسلمان سے قطعاً بعید ہے۔ جو شخص رسول ﷺ کو برحق جانتا ہو کیا وہ ایسا کرسکتا ہے؟ مسلمانوں پر تو کلام الٰہی "ما اتاکم الرسول فخذوہ" ہی لازم اور ضروری ہے اور یہی عقیدہ اور عمل اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔

لہذا اس الزام میں سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں کہ مقلد حدیث رسول کے مقابلے میں امام کی بات کو لیتے ہیں۔ اگر مقلد عامی، ان پڑھ یا دینی علوم کا صحیح شعور نہیں رکھتا تو اس کو اسی میں تردد ہوتا ہے کہ جو حدیث مخالف نے پیش کی ہے کس درجہ کی ہے، موضوع (Febricated) غیر موضوع، ضعیف یا صحیح۔ اگر عالم ہے مگر علوم دینیہ میں کمال نہیں صرف پانچ چھ کتابیں حدیث وفقہ کی پڑھ لیں تو ایسا شخص جب امام صاحب کا کوئی مسئلہ ظاہر حدیث کے خلاف دیکھتا ہے تو اسکو یقین نہیں ہوتا کہ فی الواقع اسکو قوی کرنے والی کوئی حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ مروجہ کتابوں میں حدیث کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری کتب حدیث میں اس مسئلہ کو قوی کرنے والی احادیث نہ ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پہلے لوگوں کو لاکھوں احادیث یاد تھیں۔ اسحاق بن راہویہؒ کو ستر ہزار احادیث یاد تھیں (اتحاد النبلاء۔ نواب صدیق حسنؒ) مگر پھر بھی صحاح مروجہ میں کوئی ایک کتاب ایسی نہیں جس میں دس ہزار احادیث بھی ہوں۔ تو جب مروجہ کتب کا یہ حال ہے تو بہت ممکن ہے کہ آئمہ اربعہ بوجہ قرب نبوی اپنے مسئلہ فقہیہ کی تائید میں احادیث رکھتے ہوں جو صحاح مروجہ میں نہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو حدیث فریق ثانی نے پیش کی وہ کسی امام کے نزدیک قابل احتجاج نہ ہو۔ اسلیے اسکو قبول نہیں کیا اور یہ قبول نہ کرنا کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے صحیح حدیث کو رد کیا۔ صحیحین میں وارد ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا میں ناپاک ہوگیا ہوں غسل کے لیے پانی نہیں ملتا۔ حضرت عمرؓ نے اسکو نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ تب حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں ناپاک ہوگیا۔ پانی نہ ملا تو میں نے زمین پر لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو آپ ﷺ نے تیمم کی تعلیم فرمائی۔ حضرت عمرؓ کو یہ واقع یاد نہ رہا اسلیے حدیث کو قبول کرنے میں انہیں تردد ہوا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے سے بھی حضرت عمارؓ کو روک دیا۔

اسی طرح فاطمہ بنتِ قیسؓ نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا کہ میں مطلقہ ثلاثہ ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے میرے لیے نفقہ و سکنی کچھ مقرر نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اسکو نہیں مانا اور فرمایا کہ میں ایک عورت کے کہنے سے (خدا جانے سچ کہتی ہے یا جھوٹ بولتی ہے) کتاب اللہ کو نہ چھوڑوں گا۔

کیا اس حدیث سے یہ بات سمجھی جائے کہ حضرت عمرؓ نے فرمانِ نبوی سے انکار کرتے ہوئے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ یہ بات وہی سمجھے گا جو صحابہؓ اور حضرت عمرؓ کے مقام اور فہم دین سے ناواقف ہو گا بلکہ وجہ یہ تھی کہ یا تو حضرت عمرؓ کو صدق حدیث میں کچھ تامل (پس و پیش) تھا یا وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی مراد کچھ اور ہو گی اور یہ لوگ کچھ اور سمجھے۔

ظاہر احادیث کے صرف الفاظ لیکر ان پر عمل کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے حدیث ترمذی کے باب سحور میں ہے " کھاؤ اور پیو تم جبتک کہ پیش آئے صبح سفید " اب بظاہر اس حدیث کے مطابق سحری کا وقت کا کھانا صبح کے اس وقت تک جائز ہے کہ خوب سفیدی پھیل جائے۔ اب اگر الفاظ حدیث پر عمل کیا جائے تو روزہ فاسد ہو کر رہے گا۔ جبتک علمائے دین اسکی تشریح نہ کر دیں۔

اسی طرح ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ایک غزوہ میں ایک صحابی کے سر پر چوٹ لگی۔ سر پھوٹ گیا اسکو شب میں احتلام ہو گیا۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا۔ میں تیمم کر لوں لوگوں نے کہا " پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں " اور انہوں نے یہ فتویٰ آپ ﷺ کی حدیث کے عین مطابق دیا۔ جب انہوں نے غسل کیا وہ مر گئے۔ اور آپ ﷺ کو اسکی خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جواب دینے والوں نے اسکو قتل کیا۔ خدا تعالیٰ انکو قتل کرے کیوں نہ پوچھا اس مسئلہ کو (یعنی علماء صحابہؓ سے) اب وہ صحابہؓ جنگل کے مدعیانِ اجتہاد سے بدرجہا زیادہ عالم تھے۔ لیکن ظاہر قرآن و حدیث پر جب فتویٰ دیا تو وہ فتویٰ مردود (Reject) کیا گیا۔ تو جہاں جس موقع پر تفقہ کی ضرورت ہے۔ کسطرح پر عام شخص کو ظاہر حدیث پر فقط ترجمہ دیکھ کر عمل و فتویٰ درست ہو گا۔ بلکہ آپ ﷺ ارشاد " قتلھم اللہ " کے موجب ہوں گے۔ کیا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلوانا غلط ہے؟ جبکہ قرآن میں ارشاد ہے ھو سمکم المسلمین؟ ایسے القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ اصل میں اتباع حضرت محمد ﷺ ہے۔ سو جو حنفی ہے وہ موحد بھی ہے اور محمدی ہے۔ اور حنفی کے معنی یہ نہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کو زیادہ جاننے والا و افضل مانتا ہے (بہ نسبت بقیہ آئمہ کے) بلکہ دیگر آئمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتا ہے۔

اور علیٰ ھذا القیاس شافعی، حنبلی اور مالکی کے مقلدین کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور یہ القاب متواتر اہل حق میں عرصہ دراز سے چل رہے ہیں کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا بلکہ خیر القرون میں ایسے

القاب ثابت ہیں علوی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو حضرت علیؓ کو افضل جانتا، عثمانی اسکو کہتے تھے جو حضرت عثمانؓ کو افضل مانتا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب ان معنوں میں موجود ہے۔ ابن حجر، نووی، ذہبی، ابن کثیر، سیوطی، عجلی، مزی، ابن سعد، جیلانی رحمہم اللہ جیسے بزرگ جن سے ہماری کتب مزین ہیں اور حدیث کو صحیح اور ضعیف کہنے میں امام سمجھے جاتے ہیں۔ کیا انکے ساتھ یہ القاب نہیں لگے ہیں؟ انکو بدعت سمجھنا اہل علم کا نہیں نادان جاہلوں کا کام ہے اصل مقصد بوجہ اتباع فخر عالم ﷺ ہے۔

کیا امام ابوحنیفہؒ کے پاس زیادہ احادیث نہیں تھیں؟

یہ اعتراض مختلف اعتراضات کی طرح کم علمی اور تعصب کی پیداوار ہے ورنہ جلیل القدر محقق اور مستند علماء صرف علم فقہ میں ہی نہیں علم حدیث میں بھی ان کے عظیم مرتبے پر متفق ہیں اور صرف علماء احناف ہی نہیں دوسرے مذاہب کے علماء نے بھی علم وحدیث میں انکے بلند مقام کا اعتراف کیا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ دین کے مسلم امام اور مجتہد تھے۔ موافقین ومخالفین سب کا ان پر اجماع و اتفاق ہے پھر سوال یہ کہ جب ابوحنیفہؒ کو علم حدیث سے کوئی تعلق نہ تھا تو آئمہ مجتہدین نے انکے اجتہاد و استنباط کا اعتبار کیونکر کیا انکے فقہی مسائل کے تحصیل کا اہتمام اور انکی اشاعت کا انتظام کیوں ہوا۔ اور فقہ بھی ایسی کہ جسکی عمارت کیلئے سرے سے علم حدیث کی بنیاد ہی نہیں تھی کیونکر پروان چڑھی اور آج تک امت کے بڑے حصے کے لیے قابل قبول ہے؟۔

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے آئمہ کبار اور فقہاء عظام نے فقہ حنفی کے سینکڑوں مسائل احکام کو صحیح احادیث کے بالکل موافق پایا شارح قاموس سید مرتضیٰ زبیدیؒ نے فقہ حنفیہ کے اصل تمام احادیث احکام کو، ،الدرر المنیفہ فی ادلۃ ابی حنیفۃ، ،کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کردیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ کے علم حدیث سے نابلد اور تہی دامن ہونے کے باوجود انکے استنباط کردہ مسائل واحکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہوگئے؟

امام ابن ابی شیبہؒ نے مصنف کبیر میں ایسے مسائل کی تعداد 125 گنوائی جن میں انکے نزدیک امام صاحب صحیح احادیث کے معیار پر پورے نہیں اترتے اگر ابن ابی شیبہ کے بیان کو صحیح بھی تسلم کرلیا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ 125 کے علاوہ باقی ہزار ہا مسائل جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق /83000 (تراسی ہزار) اور دوسری روایت کے مطابق بارہ لاکھ تک پہنچتی ہے (جو ان سے منقول ہیں) صحیح اور حدیث کے موافق ہیں اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں مسائل

کے استنباط کرنے والے کے پاس احادیث بھی ہزاروں میں ہوں۔

علم اصول حدیث (کتب مصطلح حدیث وکتب اسماء الرجال) میں امام ابوحنیفہؒ کے آراء و نظریات کو مدون کیا جاتا ہے اور رد وقبول کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے یعنی جس حدیث یا راوی کو امام ابوحنیفہؒ رد کردیں اسکو مردود سمجھا جاتا ہے اور جسکی وہ تائید کریں اُسے قبول کرلیا جاتا ہے کیا ایسی عظیم علمی شخصیت کو علم حدیث سے تہی دامن قرار دینا سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں؟۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کرنے والے شاگردوں نے آپ سے سنی اور پڑھی ہوئی حدیثوں کو مستقل کتابوں اور مسندوں میں پورے اہتمام کے ساتھ لکھا اور لکھنے والے بھی کوئی معمولی شخصیات نہیں بلکہ علم حدیث، فقہ، اجتہاد اور استنباط میں مسلّم مانے ہوئے امام ہیں بلکہ امام ابویوسفؒ، امام ابوحسن بن زیاد، حماد، البخاری، الحارثی، ابن المظفر، محمد بن جعفر، ابونعیم الاصفہانی، ابن ابی العوام السعدی آسمانی علوم نبوت کے یہ روشن ماہتاب کون تھے جسے انکی ضیا پاشیوں سے انکار ہو۔ حافظ محمد بن یوسف الصالحانی نے ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے مسانید کی تعداد سترہ ہے پھر انہوں نے سترہ آدمیوں کی اسانید تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں جنہوں نے ابوحنیفہؒ کی اسانید جمع کیں۔ (العقود الجمان)

سب سے بڑھ کر یہ حقیقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ تمام آئمہ کرام میں سے امام ابوحنیفہ کو نبی کریم ﷺ کے زمانے سے قرب تھا۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے آٹھ صحابہ کا زمانہ پایا جس سے انکا تابعی ہونا بھی ثابت ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کو محدثین کے طبقہ خاصہ میں ذکر فرمایا۔ ھدیۃ المہدی جلد دوئم میں مولانا وحید الزمان جو غیر مقلدین کے پیشوا ہیں لکھتے ہیں کہ تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا لہذا امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔

حصہ پنجم

۱) ۔دینی علوم حاصل کرنے کا صحیح طریقہ

۲) خود مطالعہ کرکے یا مختصر عرصہ میں دینی علم حاصل کرکے قرآن وحدیث سے استنباط کے نقصانات۔

۳) قرآن وسنت کے فہم وابلاغ کی شرائط و وجوہات۔

۴) و لقد یسرنا القرآن فھل من مدکر کا مفہوم۔

اتباع دین میں عام لوگوں کو باآسانی تین درجات میں منقسم کرسکتے ہیں۔

1) وہ حضرات جو عربی زبان اور اسلامی علوم سے بالکل ناواقف ہیں خواہ وہ دنیاوی فنون میں کتنے ہی تعلیم یافتہ ماہر و محقق ہوں۔

2) وہ حضرات جو عربی زبان جانتے اور عربی کتابیں سمجھ سکتے ہیں لیکن انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ اور متعلقہ دینی علوم کو باقاعدہ اساتذہ سے نہیں پڑھا۔

3) وہ حضرات جو رسمی طور پر اسلامی علوم سے فارغ التحصیل ہوں لیکن تفسیر، حدیث، فقہ اور انکے اصولوں میں اچھی استعداد (Capacity) اور بصیرت، مہارت نہ ہوتی ہو۔

ان اقسام کی عوام کے اندر ذاتی استعداد و صلاحیت نہیں کہ وہ براہ راست کتاب و حکمت کو سمجھ سکیں یا انکے ایسے دلائل جو آپس میں ٹکراتے ہوں ان میں یہ خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ اس میں کس دلیل کو ترجیح دینی ہے اور کیسے دونوں کو ملانا ہے اس درجہ کے شخص کا کام یہ بھی نہیں کہ وہ دلائل کی بحث میں الجھے اور یہ دیکھنے کی کوشش کرے کہ کون سے فقیہ اور مجتہد کی دلیل قابل ترجیح ہے ایسے شخص کیلئے تقلید محض کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں بلکہ ایسے مقلد کو اگر اتفاقاً کوئی حدیث ایسی نظر آئے جو انکے امام مجتہد کے مسلک کے خلاف ہے تب بھی اسکو اپنے امام کے مسلک پر عمل کرنا ہے۔

اور یہ اعتقاد رکھے کہ انکے امام کے پاس انکے معارض کوئی قوی دلیل ہے اب بظاہر یہ بات عجیب ہی ہے اور مقلدین پر ایک الزام بھی کہ مقلدین حدیث کے مقابلے میں امام کی بات پر عمل کرتے ہیں لیکن دراصل یہی نقطہ سمجھنے کا ہے کہ یہی طریقہ دراصل قرآن و سنت کی حفاظت کا بہترین طریقہ ہے اور مستشرقین اور دشمنان اسلام نے اسکو سمجھ کر نا سمجھ مسلمانوں کے ذریعے سے اسی نقطہ پر وار کیا ہے۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ایک ایسا وسیع اور گہرا فن ہے کہ اس میں عمر کھپا کر بھی ہر شخص اس پر عبور حاصل نہیں کر سکتا۔ بسا اوقات ایک حدیث کے ظاہری الفاظ سے ایک مفہوم نکلتا ہے لیکن قرآن و سنت کے دوسرے دلائل کی روشنی میں اسکا بالکل دوسرا مفہوم ثابت ہوتا ہے اب اگر ایک عام آدمی صرف ایک حدیث کے ظاہری مفہوم کو دیکھ کر اسپر عمل کر لے تو طرح طرح کی گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ قرآن و سنت کے علوم میں گہری استعداد کے بغیر جن لوگوں نے براہ راست احادیث کا مطالعہ کر کے ان پر عمل کی کوشش کی وہ غلط فہمیوں کا شکار ہوئے پرلے درجے کی گمراہیوں میں مبتلا ہوئے۔

اس بنا پر علماء نے فرمایا کہ جس شخص نے علم دین باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو اُسے قرآن و حدیث کا مطالعہ ماہر استاذ کی مدد کے بغیر نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی ماہر مستند استاد سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو عوام کو براہ

راست خود قرآن حدیث سے احکام شریعت معلوم کرنے کی بجائے علماء فقہاء کیطرف رجوع کرنا چاہیے اور اس صورت میں کسی عام آدمی کو مفتی غلط فتویٰ دے بھی دے تو گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے وہ آدمی معذور ہے۔

خود مطالعہ کر کے قرآن وحدیث سے استنباط کے نقصانات

ایک پڑھے لکھے شخص جنکو احادیث کے مطالعے کا بڑا شوق تھا اور ساتھ ہی دماغ میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اگرچہ میں حنفی ہوں لیکن اگر حنفی مسلک کی کوئی بات صحیح حدیث کے خلاف معلوم ہوئی تو ترک کر دوں گا۔ انہوں نے خود مطالعہ کر کے ایک دوسرے صاحب کو یہ مسئلہ بتایا کہ "ریح خارج ہونے سے اسوقت تک وضو نہیں ٹوٹتا جب تک ریح کی بدبو محسوس نہ ہو یا آواز سنائی نہ دے" اب وہ ترمذی کی ایک حدیث کی بناء پر اس غلط فہمی کا شکار تھے اور ان مسائل کی تحقیق کیئے بغیر اسکو آگے پہنچا رہے تھے۔
اس حدیث کے ظاہری الفاظ میں اذا کان احدکم فی المسجد فوجد ریحا فلا یخرج حتی یسمع صوتا او یجد ریحا جامع ترمذی باب ماجاء فی الوضوء من الریح"۔ ان ظاہری الفاظ سے انکو یہی سمجھ آیا کہ وضو ٹوٹنے کا مدار آواز یا بو پر ہے حالانکہ تمام فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ان وہمی لوگوں کیلئے ہے جنہیں خواہ مخواہ وضو ٹوٹنے کا شک ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات دوسری روایات اور دوسری کتب احادیث سے ملتی ہے کہ ایسے الفاظ کی ایک حدیث ابوداؤد میں ملتی ہے اور آگے حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے واضح فرمایا کہ یہ جواب آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو دیا جو اس معاملے میں وہم و وساوس کا مریض تھا۔
اب جس عامی شخص کے مطالعے میں صرف ایک دو کتب احادیث ہوں۔ صحیح علم نہ ہو۔ کسی استاد سے رابطہ نہ ہو تو وہ تو انہی الفاظ حدیث کے مطابق عمل کرے گا اور انہی صاحب کو جب ایک جید عالم سے اس حدیث کی تفصیل معلوم ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں تو عرصہ دراز سے اس پر عمل کرتا رہا۔ اور نہ جانے کتنی نمازیں میں نے اس طرح پڑھی ہیں کہ آواز اور بو نہ ہونے کی وجہ سے میں یہ سمجھتا رہا کہ میرا وضو نہیں ٹوٹا۔

اسی طرح ایک حدیث جامع ترمذی میں ہے۔

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں کسی خوف یا بارش کی حالت کے بغیر ظہر اور عصر کو نیز مغرب اور عشاء کو اکٹھے کر کے ایک وقت میں پڑھا۔ حضرت ابن عباسؓ

سے پوچھا گیا کہ اس سے حضور ﷺ کا مقصد کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کی امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔" (جامع ترمذی ج۔ص 46)

اس حدیث کی بناء پر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ظہر کی نماز عصر کے وقت میں اور عصر کو عشاء کے وقت میں اکٹھا کر کے پڑھنا بغیر کسی سفر اور عذر کے جائز ہے۔ حالانکہ اس حدیث کا مطلب ائمہ اربعہ اور اہل حدیث میں سے کسی کے نزدیک یہ نہیں۔ بلکہ اس حدیث کو قرآن وسنت کے دوسرے دلائل کی روشنی میں صرف حنفیہ نے نہیں، بلکہ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنابلہ بلکہ اہل حدیث حضرات نے بھی جمع صوری کے معنوں میں لیا ہے (یعنی یہ کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز بالکل آخر وقت میں اور عصر کی بالکل اول وقت میں پڑھی اور اس طرح ظاہری اعتبار سے دونوں نمازوں کی ادائیگی ایک اپنے اپنے وقت میں ساتھ ہوگئی)۔

اسی طرح ایک شخص تھا۔ وہ جس سے ملتا تین بار تکرار کیساتھ کہتا السلام علیکم السلام علیکم السلام علیکم۔ لوگوں نے ایک دن پوچھا کہ آپ تین بار ایک سانس میں کیوں سلام کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے ابوداؤد شریف میں حدیث پڑھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس سے ملتے تین بار سلام کہتے۔ اگرچہ مطلب تو اسکا یہ ہے کہ ایک بار سلام دور سے ہوگا۔ اور جب وہ قریب آکر مصافحہ کریگا تو سلام کرے گا۔ اور پھر ملاقات اور بات چیت کے بعد جب جانے لگے تو تب رخصتی کا سلام کریگا۔ تو یہ تین سلام ہوجا ینگے۔ لیکن بغیر کامل استاذ کے یہ حشر ہوگا۔

یہ مثالیں محض نمونے کے طور پر پیش کی گئیں ورنہ ایسی احادیث ایک دو نہیں بیسیوں ہیں۔ جنکو قرآن وسنت کے علوم میں کافی مہارت کے بغیر انسان دیکھے گا تو لامحالہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہوگا۔

کسی امام و مجتہد کی تقلید تو ہی اس مقام پر لیجاتی ہے۔ جہاں قرآن وسنت کے دلائل میں ظاہری تعارض محسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ایک مسئلے کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے تو ان میں سے کوئی بھی دلیل سے خالی نہیں ہوتا۔ تقلید کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ جو شخص ان دلائل میں راجح کا فیصلہ کرنے کے قابل نہیں وہ ان میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے۔ اب اگر امام ابو حنیفہ کا دامن پکڑنے کے بعد کوئی ایسی حدیث نظر آجائے جس پر امام شافعیؒ نے اپنے مسلک کی بنیاد رکھی تو اس کا کام یہ نہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو چھوڑ دے کیونکہ یہ تو پہلے معلوم تھا کہ امام شافعیؒ کی بھی کوئی نہ کوئی دلیل ہوگی۔ لیکن ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس دلیل کو کسی اور دلیل کی بنیاد پر چھوڑا ہے۔

جو انکے نزدیک زیادہ مضبوط اور قوی تھی۔ اس لیے انکے مسلک کو حدیث کے خلاف نہیں کہا جا سکتا اور جس درجے کے مقلد کی بات کی جا رہی ہے۔ اسکے اندر دلائل کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں ہے اس لیے وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس کی دلیل قوی ہے؟ چنانچہ اسکا کام صرف تقلید ہے اور اگر اسے کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف نظر آئے تب بھی اسے اپنے امام کا مسلک نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ حدیث کا صحیح مفہوم یا اسکا صحیح مقام میں سمجھ نہیں سکا۔

آج کی دنیا میں بقیہ علوم سے استفادہ کی یہی صورت ہے کہ جب کسی شخص کو قانون کے بارے میں، طب کے بارے میں یا کسی اور شعبے کے بارے میں کچھ بات معلوم کرنی ہو تو وہ کسی ماہر قانون کی طرف رجوع کرتا ہے۔ براہ راست خود اس شعبے کی کتب پڑھ کر استفادہ (Benefit) کرنے سے معذور ہے اور کسی شعبے کے ماہر کے پاس جانے کا مطلب یہ ہے کہ جنکی علمی بصیرت اور تجربہ پر اعتماد ہوتو اُنکی بتائی گئی تشریح پر بھی اعتماد ہوتا ہے اور پھر اُسکے مطابق عمل کرتا ہے قانون کی کتابوں سے کوئی نتیجہ نکالنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ اُسکے بتانے کیلئے وسیع تجربہ اور فن کی مہارت درکار ہے۔ قرآن سنت کے علوم میں مسائل شرعیہ کا استنباط اور زیادہ مہارت اور علم کا تقاضہ رکھتا ہے۔ اور اسکے لیے آخرت میں جوابدہی کا مسئلہ ہے۔

لہذا مقلدین پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ اپنے امام کے قول کو حدیث نبوی پر ترجیح دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ کا قول "اترکوا قولی بخبر الرسول" جہاں کہیں میرے قول کو رسول کے خبر کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور یہ دلیل بھی لاتے ہیں "ما اتاکم الرسول فخذوہ" جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو۔ یہ ایک بڑا صریح الزام ہے کیونکہ دارومدار تو عمل بالحدیث پر ہے اور نیت بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم کو ماننے کی ہے۔ ہم اپنی کم مائیگی اور کم علمی (Limited Knowledge) کے باعث آئمہ مجتہدین کو قرآن وحدیث کی تشریح کرنے والا مان کر انکا اتباع کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالے "رفع الملام" میں کسی امام کی کسی حدیث کو چھوڑ دینے کی دس وجوہات لکھی ہیں منجملہ انکے یہ کہ امام کو حدیث پہنچی مگر انکے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ یا یہ کہ انہوں نے خبر واحد کیلئے کچھ شرائط مقرر کیں جو اس حدیث میں نہیں پائی گئیں یا یہ کہ حدیث تو پہنچی مگر انکے نزدیک دوسری حدیث معارض تھی جسکی وجہ سے اس حدیث کی تاویل کرنا لازم ہوئی (مثلاً رفع یدین اختیار کرنے اور ترک کرنے پر امام کے پاس احادیث کے حوالے سے اپنے اپنے دلائل ہیں مدونہ میں امام مالکؒ کا مقولہ مشہور ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ضعیف ہے نیز امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ

میں نے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ اٹھتے بیٹھتے میں نہیں پایا اور اوجز میں یہ طویل بحث موجود ہے)۔

نیز فتاویٰ ابن تیمیہ میں ایک مفصل مضمون اس سوال کے جواب میں ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی "افضل الاولیاء" ہیں اور امام احمد بن حنبل "افضل الائمہ" ہیں فرماتے ہیں کہ جسکے نزدیک امام شافعی کی تقلید ترجیح کے لائق ہے دوسروں کو جائز نہیں کہ انکو منع کرے اسی طرح جسکے نزدیک امام مالک، امام احمد کی تقلید ترجیح کے لائق ہے تو دوسرے مقلدین کو منع فرمایا گیا کہ کوئی شخص کسی امام کے مقلد کو اسکے امام کی تقلید سے منع کرے۔

ابن تیمیہ نے یہ بھی لکھا کہ جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یا دوسرے آئمہ عمداً (Intentionaly) احادیث کی مخالفت قیاس سے کرتے ہیں۔ اس نے ان آئمہ پر زیادتی کی اور یا اسکا محض گمان ہے یا ہوائے نفس۔ امام ابوحنیفہ ہی کو لے لیجئے کہ انہوں نے بہت سے احادیث کی وجہ سے قیاس کی مخالفت کی۔

"اگر قرآن و حدیث سے استنباط ہر شخص کا کام نہیں تو پھر اس ارشاد ربانی کا کیا مطلب ہے" ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (سورۃ قیامۃ)؟

اس آیت کے الفاظ پر غور کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم کی وہ آیات آسان ہیں جو وعظ و تذکیر اور نصیحت اور عبرت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "للذکر" کا لفظ استعمال کیا یعنی قرآن نصیحت کیلئے آسان کیا گیا۔ قرآن و حدیث کے مضامین میں اگر غور و فکر کریں تو ان مضامین کی چھ اقسام ہیں۔

قرآنی احکام کی قسمیں

(۱) عقیدہ (۲) وہ اعمال جن کا تعلق نفس کی صفائی اور اخلاق کو صحیح کرنے سے ہے مثلاً جھوٹ نہ بولنا، تجسس، غیبت، بدگمانی، حسد، کینہ، عیب جوئی، مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے۔ سچ بولنا، امانت ادا کرنا، وعدہ پورا کرنا، حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔

(۳) مختلف اقوام کی حکایات، جن سے مقصد نیک اعمال کی ترغیب ہے۔

(۴) وہ قطعی اور غیر معارض احکام جنکا تعلق طریق عبادات یا تشریح معاملات سے ہے مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی کے احکامات۔

(۵) وہ فروعی احکام جو آیات و احادیث متعارضہ سے ثابت کئے جاتے ہیں۔
(۶) وہ احکام جو آیات و احادیث سے وضاحت سے ثابت نہیں بلکہ اشارۃً و دلیل سے سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اجتہاد کو دخل ہے۔

شروع کے چاروں احکامات پر صحابہ کرامؓ سے لیکر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور یہ مضامین ایک عام انسان خود پڑھ کر سمجھ سکتا ہے۔ آخری دو اقسام اسطرح ہیں کہ ان کے بارے میں ایسی آیات آتی ہیں۔ جو بہت سے معانی پر مشتمل تھیں یا احادیث متعارضہ وارد ہوئیں تو ایسی جگہ ہمیں قرآن وحدیث کے عالم کیطرف رجوع کئے بغیر چارہ کار نہیں اور ان آیات واحادیث کے معنوں میں اختلاف صحابہ کرامؓ کے وقت سے چلا آتا ہے اور آئمہ اربعہ صحابہ کرامؓ ہی کے متبع اور پیرو ہیں صحابہ کرامؓ نے بعض مواقع پر صحیح حدیث کو کسی آیت یا کسی مشہور حدیث سے متعارض ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا۔ جس طرح کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کو رد کیا جسکا مطلب یہ تھا کہ معتدۃ الثلاث (جس کو تین طلاقیں مل جائے) کا سکنی (مکان کا خرچہ) اور نفقہ (ضروری خرچہ) واجب نہیں اسکے مقابلے میں آیت قرآنی " وللمطلقات متاع بالمعروف سے استدلال کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے حدیث "ا لمیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ" (میت کو عذاب دی جاتی ہے پیچھے رونے والوں کی وجہ سے) کو آیت قرآنی ولا تزر وازرۃ وزر اخری سے متعارض سمجھ کر رد کر دیا۔ اس طرح شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ صحابہ میں مختلف رہا پس جسطرح صحابہ کرامؓ باوجود اس رد و انکار کے عامل بالقرآن والحدیث ہیں اسی طرح ائمہ اربعہ اور محدثین بھی ہرگز ہرگز عمل بالقرآن والحدیث سے باہر نہیں۔

قرآن وسنت کے فہم و ابلاغ کی شرائط، وجوہات، خاطر خواہ دینی علم نہ ہونے کا نقصان اور خود دینی کتب پڑھکر فتویٰ دینے کے نقصانات۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ "قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔ ان میں سے ہر ایک آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں۔ اور ایک باطنی اور ہر حد کے لیئے اطلاع کا طریقہ جداگانہ ہے"۔ (مشکوۃ شریف)

اور فرمایا آپ ﷺ نے جس نے قرآن شریف میں اپنی عقل سے کچھ کہا اسکو چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" اور فرمایا "جس شخص نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور صحیح بھی تھا پھر بھی اس نے خطا کی"۔

(مشکوٰۃ، ابوداؤد، نسائی، ازاتقان 179/2)

قرآن کریم کی تفسیر (لکھنا یا زبانی لوگوں کو بتانا) ایک انتہائی نازک و مشکل کام ہے۔ جس کے لیے صرف عربی زبان جاننا یا ترجمہ قرآن کا پڑھ لینا کافی نہیں۔ بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ مفسر قرآن کیلئے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو و صرف اور بلاغت و ادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ و تفسیر اور عقائد و کلام کا وسیع اور گہرا علم رکھتا ہو۔ کہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو اور انکے حصول کیلئے کافی عمر اور وقت نہ صرف کیا ہو تو انسان قرآن کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں یہ انتہائی غیر محتاط روش عام ہو رہی ہے کہ یا تو خود کچھ عربی کتابیں پڑھ کر لوگوں کو قرآن کی تفسیر بتانی شروع کر دیتے ہیں۔ یا صرف لفظی ترجمہ سیکھ کر قرآن وسنت کی تفاسیر بتائی جارہی ہیں۔ نہ صرف من مانے طریقے پر تفسیر ہو رہی ہے بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالی جارہی ہیں۔

اچھی طرح سمجھنے کی بات ہے کہ یہ انتہائی خطرناک طرز عمل ہے جو دین کے معاملے میں نہایت مہلک گمراہی کیطرف لے جاتا ہے۔ دنیاوی علوم وفنون کے بارے میں تو ہر شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو دنیا کا کوئی صاحب عقل اسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کر سکتا۔ نہ اپنی جان اسکے حوالے کر سکتا ہے۔ جبتک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کی ہو۔ اس لیئے کہ ڈاکٹر بننے کے لیئے صرف انگریزی سیکھنا کافی نہیں بلکہ باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ معاملہ بعینہٖ دیگر تمام دنیوی علوم کے معاملے میں بھی ہے۔ جب دنیاوی علوم کیلئے باقاعدہ علم۔ استاد۔ کم از کم چار پانچ سال کا عرصہ اور دیگر شرائط مقرر ہیں۔ جنہیں پورا کیئے بغیر اس علم و فن میں اسکی رائے معتبر نہیں۔ تو قرآن و سنت اتنے لاوارث کیسے ہو سکتے ہیں کہ انکی تشریح و تفسیر کیلئے کسی علم و فن کے حاصل کرنیکی ضرورت نہ ہو۔ یا بہت مختصر عرصہ میں اسکا سرسری علم حاصل کر کے جو شخص چاہے رائے زنی شروع کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مادری زبان اگر چہ عربی تھی لیکن وہ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدت صرف کرتے۔ علامہ سیوطیؒ نے امام ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہؓ نے سرکار دو عالم ﷺ سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے۔ مثلاً حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم کی دس آیات سیکھتے تو اس وقت تک آگے نہ بڑھتے جب تک ان آیتوں کے متعلق تمام

علمی وعملی باتوں کا احاطہ نہ کریں۔

یہ وہ صحابہ کرامؓ تھے جو عربی کے شعر وادب میں مہارت رکھتے تھے۔ جنھیں لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے ازبر ہو جاتے۔ انھیں قرآن کریم کو یاد کرنے اور اسکے معنی سمجھنے کیلئے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی کہ آٹھ آٹھ سال صرف ایک سورۃ بقرہ پڑھنے میں خرچ ہو جاتے۔

(روایت موطا امام مالک)

اور سوچنے کی بات یہ کہ زبان کی مہارت کے علاوہ نزول وحی کا براہ راست مشاہدہ اور پھر حضورﷺ کی ہر وقت صحبت کے باوجود تعلیم میں اتنا وقت لگتا تو نزول قرآن کے سینکڑوں سال بعد معمولی شد بد کے ساتھ مفسر قرآن کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم ودین کے ساتھ کیسا افسوس ناک مذاق ہے؟ اور پھر اور تمام علوم قرآنی کے متعلق جو علماء نے بڑے بڑے علمی ذخیرے چھوڑے انکی آخر کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اگر قرآن وحدیث سے استنباط ہر شخص کا کام نہیں۔ تو پھر اس ارشاد ربانی کا کیا مطلب ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر؟

تفسیر قرآن کے لیئے جن سولہ علوم پر مہارت ضروری ہے۔ آج اسکو مولویوں کی سازش اور منگھڑت (Self Made) چیز بتایا جا رہا ہے۔ جب تک ان تمام علوم پر مہارت (معمولی شد بد نقصان دہ ہے۔ نیم ملا خطرہ ایمان) حاصل نہ ہو۔ کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کرے۔ یہ علوم لغت، نحو، صرف، اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرآت، علم عقائد، اصول فقہ، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، علم فقہ، علم احادیث۔ یہ سب ضروری ہیں۔ یہ مختصر صفحات اسکے متحمل نہیں کہ ان علوم کے بارے میں سرسری روشنی ڈالی جاسکے ان تمام علوم کے علاوہ اہل اصول نے لکھا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کیلئے اسکے اصول جاننا ضروری ہے۔ جو قرآن، حدیث اور اجماع ہے اور چوتھے قیاس جو ان سے مستنبط ہو۔ پھر قرآن پاک پر عمل کرنے کیلئے چار چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ پہلا نظم قرآن، صیغہ اور لغت کے اعتبار سے اسکی بھی چار اقسام ہیں (خاص، عام، مشترک، مئول) دوسری قسم وجوہ بیان اسکی بھی چار اقسام ہیں (ظاہر، نص، مفسر، محکم) اسکے مقابل خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، اور تیسری قسم نظم قرآن کے استعمال کو جاننا۔ یہ بھی چار اقسام پر ہیں (حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ) اور چوتھی قسم قرآن پاک کی مراد پر مطلع ہونا۔ یہ بھی چار ہیں۔ (عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص)۔ ان کے علاوہ بھی ایک مستقل قسم ہے۔ جو ان سب کو شامل ان ہے یہ بھی چار ہیں۔ (ماخذ اشتقاق کو جاننا،

اسکے مفہوم اصطلاح کو جاننا، ان کی ترتیب جاننا اور ان پر مرتب ہونے والے احکام کو جاننا قرآن کے متعلق یہ امر جاننا ضروری ہے کہ کہاں یہ حکم وجوب کیلئے ہے۔ کہاں جواز کے لیئے اور کہاں یہ عمل صرف مستحب (پسندیدہ) ہے اور کہاں تکرار کیلئے ہے۔ قرآن پاک میں لفظ ادا کبھی قضا کے معنی میں آتا ہے اور کبھی قضا ادا کے معنی میں۔ کہیں امر مطلق ہوتا ہے۔ کبھی مقید۔ پھر امر مقید کی چار اقسام ہیں۔ یہ تمام اصول امور فقہ کی کتابوں میں تفصیلاً درج ہیں۔ اور یہ تمام علوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ترین الہامی کتاب کیلئے ضروری تھے۔ اور ضروری رہیں گے۔ کیونکہ اس کتاب کو قیامت تک کے انسانوں کی رشد و بھلائی کیلئے نازل فرمایا گیا۔ اور اسکی حفاظت کے ذمہ دار اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہیں۔ یہ نکتہ مسلمان تو شاید نہ سمجھ سکیں۔ لیکن غیر مسلم اقوام اچھی طرح جانتی ہیں۔ کہ اس قرآن کی حفاظت کا وسیلہ فی الوقت اسلامی دنیا میں مستند مدارس اور اسکا مستند دینی نصاب اور وہاں کے علوم سے آراستہ مستند۔ باعلم و متقی علماء کرام ہیں۔ جب تک ان مدارس۔ ان میں پڑھائے جانےوالے علوم اور وہاں سے نکلنے والے علماء کا سلسلہ جاری ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کے اندر زیر وزبر کی تبدیلی کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان غیر مسلم طاقتوں کا نزلہ عموماً مدارس اور علماء کرام پر نازل ہوتا ہے۔ ان اسلام دشمنوں کی ریشہ دوانیوں (Conspiracies) کی تو کچھ سمجھ آتی ہے۔ جب اپنے مسلمان اسکے ہمنوا ہو کر ان مدارس اور ان علوم کو وقت کا زیاں قرار دیں تو حیرانی ہوتی ہیں۔

حدیث

جس طرح قرآن کی تفسیر کے لیئے کڑی شرائط ہیں۔ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ کے سمجھنے اور پھیلانے کیلئے وسیع علوم درکار ہیں۔ کیونکہ احادیث دراصل قرآن کی تفسیر ہے۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اسی طرح احادیث کی حفاظت کا بھی ذمہ ہے۔ امت میں جس طرح احادیث کی حفاظت کی گئی۔ جس طرح راویان (Narrater) حدیث پر جرح کا معیار قائم کیا گیا کہ آج کی جدید دنیا کے تحقیقی علوم بھی اس علم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ احادیث پر عمل کرنے کے لیئے حافظ ابن حجرؒ نے حدیث مقلوب، مضطرب، محرف، مرفوع، مسند، موافق وغیرہ پھر اس میں بدل، مساوات، مصافحہ، نزول، روایت مسلسل، متفق ومفترق، متوئلف ومختلف، متشابہ غیرہ علوم کا جاننا ضروری ہے۔ یہ بات کافی نہیں کہ حدیث کے ترجمہ کی کتاب دیکھی جائے اور اس سے مسائل خود سمجھ کر عمل شروع کر دیا جائے۔ اس عمل سے ایک عام شخص سخت غلطی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک صاحب کا

طریقہ تھا کہ جب بھی استنجا سے فارغ ہو کر آتے تو نماز وتر کی نیت باندھ لیتے۔ کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا پڑھتے ہو تو جواب دیا کہ حدیث میں ہے " کہ جو شخص استنجاء کرے اسکو چاہیے کہ وتر پڑھے " حالانکہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص استنجاء کرے اسکو وتر یعنی طاق عدد ڈھیلوں سے استنجا کرنا چاہیے۔ اب انہوں نے عدد وتر کو نماز وتر سمجھا۔ اگرچہ محدثین نے علم حدیث کیلئے اسکی بصیرت اور اسمیں زبان و قلم ہلانے کیلئے بڑے سخت قواعد مرتب کیئے ہیں۔ طالب حدیث کیلئے بھی کڑی قواعد و شرائط ہیں۔

﴿حصہ ششم﴾

﴿اجماع کیا ہے۔﴾

اصطلاح شریعت میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانے کے تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہونا اجماع ہے۔ (امام رازی المحصول)

﴿حجیت اجماع پر آیات قرآنی۔﴾

آنحضرت ﷺ کی وفات پر شریعت کے احکام بذریعہ وحی آنے کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے بند ہونے والا تھا اور یہ شریعت قیامت تک نافذ رہنے والی اور نت نئے مسائل امت کو پیش آنے والے تھے لہذا اسکا انتظام خود اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ قرآن و سنت میں ایسے اصول رکھ دیئے جنکی روشنی میں غور و فکر کرنے پر زمانے کے مجتہدین اس وقت کے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حکم معلوم کر سکیں اور جو فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں وہ اپنے متعلقہ اقوال و افعال سے کر دیں۔ اسکی پیروی بعد کے مسلمانوں پر خود قرآن و سنت کے ذریعے لازم اور اسکی خلاف ورزی حرام ہیں۔

قرآن کریم نے بتایا کہ آخرت میں جو سزا آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو ملے گی۔ وہی سزا ان لوگوں کو دی جائیگی جو مومنین کا متفقہ دینی راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ص۔103 ج1) (تفسیر معارف القرآن صفحہ 376 جلد 2)

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا بعد اسکے کہ حق راستہ اس پر ظاہر ہو چکا ہو اور سب مسلمانوں کے (دینی) راستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اسکو دنیا میں جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت) میں اسکو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ (سورۃ النساء۔ آیت ۱۱۵)

اور یہ ’’مومنوں کا راستہ ‘‘ جسکی آیت نے ترغیب دی یہ دراصل اجماع ہے۔

اور اسطرح ہم نے تمھیں ایسی امت بنایا جو نہایت اعتدال پر ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تمہارے قابل شہادت اور معتبر ہونے کیلئے رسول اللہ ﷺ گواہ بنیں۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

یعنی امت کے جو اقوال و اعمال متفقہ طور پر ہوں وہ سب اللہ تعالٰی کے نزدیک درست اور حق ہیں کیونکہ اگر سب کا اتفاق کسی غلط بات پر تسلیم کیا جائے تو اس ارشاد کے کوئی معنی نہیں کہ یہ امت اعتدال پر ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجماع کا حجت ہونا صرف صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع معتبر ہے۔

علاوہ ازیں مفسرین کرامؒ کے مطابق آیت آل عمران۔۱۱۰ اجماع امت کی دلیل ہے۔ ’’تم بہترین اُمت ہو۔ کہ تم لوگوں کی بہتری کے لیے نکالے گئے ہو‘‘ سورۃ آل عمران ۱۰۳ ’’اور مل کر تھامو اللہ کی رسی کو‘‘۔

اجماع اور احادیث متواترہ

اجماع کے حجت ہونے پر آئمہ۔ مجتہدین۔ علماء۔ اصول فقہ اور محدثین کرامؒ نے آنحضرت ﷺ کی جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ ’’متواتر معنوی‘‘ ہیں اور آپ ﷺ کی جو احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں وہ یقینی اور قطعی ہیں یعنی جو خبر ’’تواتر معنوی‘‘ سے ثابت ہو۔ اس سے بھی اس واقعہ کو ایسا ہی یقینی اور قطعی علم حاصل ہوتا ہے جیسا خود دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور ان احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد پچاس سے بھی اوپر ہے۔

۱)۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہمیں ایسا کوئی معاملہ پیش آئے جسکے متعلق کوئی صریح حکم یا ممانعت (قرآن وسنت) میں موجود نہ ہو تو میرے لیے آپ ﷺ کا کیا حکم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’اس معاملہ میں تم فقہاء و عابدین سے مشورہ کرو اور کسی شخصی رائے کو نافذ نہ کرو۔

(مجمع الزوائد باب فی الاجماع جلد اول)

یعنی کسی زمانے کے فقہاء و عابدین متفقہ طور پر جس چیز کا حکم دیں یا ممانعت کریں انکی مخالفت جائز نہیں کہ انکا متفقہ فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد خطبہ دیتے ہوئے مجمع عام میں سنایا۔ اس امت کی حالت قیامت تک سیدھی اور درست رہے گی (صحیح بخاری۔ کتاب العلم جلد اول) یعنی پوری امت کا

مجموعہ کبھی کسی غلطیات پر متفق نہیں ہوسکتا۔

(۳)۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ میری امت کو کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (مسلمین) پر ہے جو الگ راستہ اختیار کرے گا۔ جہنم کی طرف جائے گا"۔

(جامع ترمذی۔ ابواب الفتن جلد دوم)

(۴) آپ ﷺ نے منیٰ میں مسجد خیف میں خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا "تین خصلتیں ایسی ہیں کہ انکی موجودگی میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ عمل میں اللہ کیلئے اخلاص مسلمانوں کی خیر خواہی اور جماعت مسلمین کا اتباع۔ کیونکہ انکی دعا پیچھے سے انکا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔"

(مسند احمد۔ سنن ابن ماجہ۔ مستدرک)

(۵) فرمایا "اللہ کا ہاتھ جماعت (مسلمین) پر ہے جو شخص ان سے الگ راستہ اختیار کریگا جہنم کی طرف جائے گا۔" (جامع الترمذی ج2)

(۶)۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جس شخص نے جماعت (مسلمین) سے علیحدگی اختیار کی اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ (رواہ البخاری)

اس ممانعت کی حدیث میں اسی مضمون کی 19 احادیث مختلف صحابہ کرامؓ سے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل ہوئیں۔ جس سے اسکی ممانعت کی تاکید کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے جسمیں آتا ہے "وہ آگ میں داخل ہوگا۔ اسے قتل کر ڈالو۔ اس نے اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا۔ اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی جب تم لوگوں میں اختلاف دیکھو تو "سواد اعظم" کو لازم پکڑلو یعنی انکی اتباع کرو۔ (سنن ابن ماجہ باب الفتن 283)

یہ "الجماعت" اور "سواد اعظم" جسکے اتباع کا حکم ہے یہ کیا ہے السواد الاعظم عربی زبان میں عظیم جماعت کو کہا جاتا ہے یہاں مسلمانوں کا وہ فرقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپکے صحابہؓ کے طریقے پر ہو یہ تشریح آپ ﷺ نے صحابہ کے سواد اعظم کے بارے میں پوچھنے پر فرمائی کہ "لوگ جو اس طریقہ پر ہوں جو میرے اور میرے صحابہ کا ہے" (مجمع الزوائد کتاب العلم ص 156 جلد اول)

انکی اتباع کی تاثیر یہ ہے کہ وہ نفس اور شیاطین کی حیلہ سازیوں سے بچا رہتا ہے۔

ایک بات سمجھنے کی ہے کہ اجماع کی حجت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اجماع کرنے والوں کو شرعی احکام میں نعوذ باللہ خدائی اختیارات مل گئے کہ وہ قرآن وسنت سے آزاد ہو کر جس چیز کو چاہیں حرام حلال کردیں بلکہ فقہ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ قرآن وسنت کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا اور یہی حال اجماع کا بھی ہے تو فقہ کے جس مسئلہ پر اجماع ہوتا ہے وہ نص قرآن یا سنت رسول یا پھر کسی ایسے قیاس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسکی اصل قرآن وسنت میں موجود ہو۔

حصہ ہفتم

(۱) فتویٰ دینا (۲) فتووں کا زمانہ

حافظ ابن قیمؒ اعلام الموقعین ص 46 میں تحریر فرماتے ہیں کہ خطیبؒ نے کتاب "الفقیہ والمتفقہ" میں امام شافعیؒ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فتویٰ دے سوائے اس شخص کے جو کتاب اللہ کا عالم ہو اور اسکے ناسخ ومنسوخ محکم ومتشابہ، تاویل وتنزیل، مکی و مدنی اور اسکی مراد سے واقف ہو جسکے بعد حدیث شریف سے بھی واقف ہو اسکے ناسخ ومنسوخ اور جو علوم حدیث کو جانتا ہو اسکے بعد بعد لغت عربی سے واقف ہو اشعار عرب سے بھی واقف ہو علماء کی اختلاف اقوال سے بھی واقف ہو اور یہ سب چیزیں اسکی کثرت کی وجہ سے طبعی بن جائیں جب اسکا یہ حال ہو تو اسکے لئے جائز ہے کہ فتویٰ دے اور جو اس درجہ تک نہ پہنچے اسکو فتویٰ دینا جائز نہیں۔

صالح بن احمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ آپکا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں کہ جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ حدیث کے موافق فتویٰ دیدے اور فقہ سے ناواقف ہو تو فرمایا کہ جب کوئی شخص منصب افتاء پر بیٹھے تو اسکے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کی وجوہ سے واقف ہو احادیث سے واقف ہو اسکے بعد اوپر والا سارا کلام (امام شافعیؒ والا) ذکر کیا

امام بغویؒ نے مجتہد ومفتی کیلئے فرمایا کہ "مجتہد وہ عالم ہے کہ جو پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول علم کتاب اللہ یعنی قرآن مجید، دویم علم حدیث رسول اللہ ﷺ، سویم علم علماء سلف کے اقوال کا کہ انکا اتفاق کس قول پر ہے؟ اور اختلاف کس قول میں ہے؟ چہارم علم لغت عربی کا، پنجم علم قیاس۔ قیاس سے طریقہ حکم کے نکالنے کا قرآن وحدیث ہے اس صورت میں کہ مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں نہ پائے۔ اب پانچوں علوم کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کیلئے ہر ایک علم کا سیکھنا چاہیے تو قرآن کے علم میں اسپر ان باتوں کا جاننا واجب ہے۔ ناسخ ومنسوخ وغیرہ اور

حدیث میں سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا۔ عربی کے ان الفاظ کا جاننا جو قرآن وحدیث کے احکام امور میں واقع ہوں بہتر یہ ہے کہ لغت دانی میں اتنی محنت کرلے کہ کلام عرب کے مقصود سے واقف ہو جائے۔ اقوال صحابہؓ وتابعینؒ میں سے اسقدر جانے کہ جو احکام کے باب میں منقول ہیں۔ انمیں بڑا حصہ ان فتووں کا ہے جو امت کے فقہاء نے دیے تا کہ اسکا حکم مخالف سلف کے اقوال کے نہ ہو ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی اور جب ان پانچوں اقسام کے علوم میں سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس وقت مجتہد ہوگا۔ اور اگر ان علوم میں سے کسی ایک قسم سے بھی ناواقف ہو تو اسکو دوسروں کی تقلید کرنا چاہیے۔

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ جب علامہ سیوطیؒ نے اجتہاد کا دعویٰ کیا تو سب نے ان پر فوراً حملہ کیا اور انکو ایسے مسائل کی ایک فہرست دی جنکے کئی پہلو تھے۔ انہوں نے سوالات کا پرچہ بغیر جواب کے واپس کر دیا اور یہ عذر کیا کہ مجھے مشغولی کی وجہ سے فرصت نہیں۔ ابن صلاح (اصول حدیث کے امام) نے بعض اصولیین سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کے بعد سے کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوا۔ علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ آئمہ اربعہ کے بعد کسی نے اجتہاد مطلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ سوائے امام ابن جریر طبریؒ کے مگر اسکو قبول نہیں کیا گیا (تو ایم اے اسلامیات اور پی ایچ ڈی والا کہاں مجتہد بن سکتا ہے؟ جو چودہ سال عمل سے دور افراد سے لارڈ میکالے کی تعلیم لیکر صرف چند سال بے عمل لوگوں یا غیر مسلموں کی سرپرستی میں پی ایچ ڈی کرلے۔ نیچے مجتہد کے طبقات ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں۔

﴿فقہا کے سات طبقے﴾

علامہ ابن عابدینؒ نے اپنے رسالہ "شرح عقود رسم المفتی" میں فقہا کے سات طبقے تحریر فرمائے۔

(۱) (طبقۃ المجتہدین فی الشرع) جیسے آئمہ اربعہ جنہوں نے قواعد تجویز کئے اور شرعی مسائل کے احکام ادلہ اربعہ (چار دلائل شرعی۔ کتاب، سنت، اجماع۔ قیاس) سے مستنبط کئے اور کسی کی تقلید اصول یا فروع میں نہیں کی۔

(۲) دوسرا طبقہ (مجتہدین فی المذہب) جیسے امام ابو یوسف۔ امام محمد جنہوں نے اپنے اماموں کے قواعد کی روشنی میں احکام کی تشریح دلائل سے کی۔ انہوں نے اگرچہ بعض فروعات میں اختلاف کیا مگر اصول میں امام صاحب کے مقلد ہیں۔

(۳) (مجتہد فی المسائل) ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں آئمہ کرام سے کوئی نص منقول نہیں جیسے خصافؒ، طحاویؒ، کرخیؒ، شمس الائمہ حلوائیؒ، سرخسیؒ، بزدویؒ، قاضی خانؒ یہ امام کی مخالفت نہ اصول میں کرتے ہیں نہ فروع میں اور مسائل کے استنباط میں جہاں جہاں امام صاحبان کا قول نہیں انہیں کے اصول مقررہ سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔

(۴) (اصحاب التخریج) ابوبکر رازیؒ وغیرہ کہ یہ حضرات ایسے مختصر قول کی تفصیل (جس میں دو صورتیں ہوں) قدرت رکھتے ہیں۔

(۵) (اصحاب الترجیح) جیسے قدوریؒ اور صاحب ہدایہ بعض روایات کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں کہ یہ اول ہے یہ زیادہ صحیح یا لوگوں کے حال کے زیادہ مناسب ہے۔

(۶) چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو قوی اور ضعیف کے درمیان تمیز کرسکیں اور ظاہر مذہب اور ظاہر الروایہ، روایت نادرہ میں تمیز کرسکیں جیسے صاحب کنز صاحب الوقایہ اور صاحب المختار۔

(۷) ساتواں طبقہ ان مقلدین کا ہے جو ان مذکورہ بالا امور میں سے کسی پر قادر نہ ہوں نہ اولیٰ وغیر اولیٰ میں اور نہ راجح و مرجوح میں فرق کرسکیں۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اسطرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے سینوں سے نکال لے گا بلکہ علماء کو اٹھاتا رہے گا یہانتک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے وہ جانے بوجھے بغیر فتویٰ دیں گے اور خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

فتنوں کا زمانہ باب الفتن (احادیث مبارکہ ﷺ، آثار)

"حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ اور لوگ تو حضور ﷺ سے خیر و خوبی کے متعلق استفسار کرتے۔ لیکن میں شر و فتنہ کی نسبت دریافت کرتا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ ﷺ ہم جاہلیت کے تاریک ترین دور میں بڑے زیاں کار تھے۔ خدائے پاک نے ہمیں نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمایئے کہ اس خیر و برکت کے بعد جو ہمیں حاصل ہے کوئی فتنہ و شر رونما ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بے شک ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس فتنہ کے بعد بھی کوئی بھلائی ظہور میں آئے گی۔؟ فرمایا ہاں۔ لیکن اس میں کدورت ہوگی میں نے پوچھا کدورت کس قسم کی ہوگی فرمایا ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو میری راہ ہدایت سے منحرف ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ اختیار کریں گے۔ جو شخص انکی بات پر کان دھرے گا اور عمل پیرا ہوگا اسے جہنم

واصل کر کے چھوڑیں گے میں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ انکی علامت کیا ہے؟ فرمایا وہ ہماری ہی قوم میں سے ہوں گے۔ (یعنی مسلمان کہلائیں گے) انکا ظاہر تو علم و تقویٰ سے آراستہ ہوگا مگر باطن ایمان و ہدایت سے خالی ہوگا۔ وہ ہماری ہی زبانوں کے ساتھ کلام کریں گے۔ میں نے گزارش کی۔ یا رسول اللہ ﷺ تو پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا۔ اے حذیفہؓ جب ایسا وقت آجائے تو مسلمانوں کی جماعت میں التزامی طور پر شریک حال رہنا اور مسلمانوں کے امام و خلیفہ کی انحراف ورزی نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر ایسا وقت ہو کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت ہی نہ ہے اور انکا کوئی امام بھی نہ ہو تو پھر کیا کرنا ہوگا۔ فرمایا کہ اگر ایسی حالت رونما ہو تو گمراہ فرقوں سے الگ رہنا۔ اگر تمہیں درختوں کے پتے اور جڑیں چبا کر ہی گزر اوقات کرنا پڑے اور تادم مرگ اسپر مجبور رہو۔

(بخاری و مسلم)

ان احادیث کے الفاظ "ہماری ہی زبانوں کے ساتھ کلام کریں گے" کی مفسرین حدیث نے یہ تشریح کی کہ بظاہر تو قرآن و حدیث سے استدلال ہوگا۔ لیکن بعید تاویلیں کر کے مفہوم بدل دینگے۔

ابوداؤد شریف۔ بذل 191/5 میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا ارشاد ہے کہ تمہارے بعد فتنوں کا زمانہ آنے والا ہے کہ مال کی کثرت ہو جائے گی اور قرآن عام ہو جائے گا۔ جس سے مرد بھی دلیل پکڑے گا اور عورت بھی۔ بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔ غلام بھی اور آزاد بھی۔ بعید نہیں کہ کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ کیا بات ہے۔ میں نے قرآن پڑھ لیا۔ پھر بھی لوگ میری پیروی نہیں کرتے۔ لوگ میری پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ میں انکے سامنے کوئی نئی بات پیش نہ کروں۔ بس دین میں جدت طرازی سے بچتے رہنا کیونکہ ایسی جدت گمراہی ہے اور میں تمہیں عالم کی لغزش سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ شیطان کبھی گمراہی کی بات عالم کے منہ سے بھی نکلوا دیتا ہے اور کبھی بد باطن آدمی بھی سچی بات کہہ سکتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے کہا حضرت مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ صاحب علم نے گمراہی کی بات کہی اور بد باطن کے منہ سے کلمہ حق نکلا۔ فرمایا ہاں (میں بتاتا ہوں) صاحب علم کی ایسی ،، مشتبہ بات ،، سے پرہیز کرو جسکے بارے میں (،، عام اہل علم ،، کی جانب سے) کہا جائے یہ کیا بات ہوئی؟ (ایسی صورت میں سمجھو کہ بات غلط ہے) لیکن صرف اس غلطی کی بنا پر تمہیں اس سے برگشتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ شاید وہ اپنی غلطی سے رجوع کرے۔ (ہاں حق واضح ہونے کے بعد بھی وہ اپنی غلطی پر اصرار کرے تو ایسا شخص عالم ہی نہیں جاہل ہے) اور حق بات خواہ کسی سے سنو اسے قبول کرلو کیونکہ حق پر نور ہوتا ہے۔

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے تم پر ہر آئندہ سال پہلے سے برا آئے گا میری مراد یہ نہیں کہ پہلا سال دوسرے سال سے غلہ کی فراوانی میں اچھا ہوگا یا ایک امیر دوسرے امیر سے بہتر ہوگا بلکہ میری مراد یہ ہے کہ تمہارے علما صالحین اور فقیہ ایک ایک کرکے اٹھتے جائیں گے اور تم انکا بدل نہیں پاؤ گے اور بعض ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دینی مسائل کو محض اپنی ذاتی قیاس آرائی سے حل کریں گے۔

(دارمی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے مکار لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے.. اسلام.. کے نام سے نئے نئے نظریات اور نئی نئی باتیں پیش کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے۔ ان سے بچنا۔ ان سے بچنا۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم)

حضرت امیر المومنین عمرؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن (کی غلط تعبیر) سے (دین میں) شبہات پیدا کرینگے تم سے جھگڑا کریں گے انہیں سنن سے پکڑو کیونکہ سنت سے واقف حضرات کتاب اللہ (کے صحیح مفہوم) کو خوب جانتے ہیں۔

(سنن دارمی ورواہ نصر المقدسی فی الحجۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں علم کے اٹھ جانے سے پہلے علم حاصل کرلو عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنکا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ تمہیں قرآنی دعوت دیتے ہیں حالانکہ کتاب اللہ کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہوگا۔ اسلیے علم پر مضبوطی سے قائم رہو نئی ترویج، بے سود کی موشگافی اور لایعنی غور خوض سے بچو (سلف صالحین) پرانے راستہ پر قائم رہو۔

(سنن دارمی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ فتنہ تم میں سرایت کر جائے گا اور لوگ اسی فتنہ کو سنت قرار دے لیں گے اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو کہا جائے گا سنت چھوڑ دی گئی عرض کیا گیا ایسا کب ہوگا فرمایا جب تمہارے علماء جاتے رہیں گے اور (پڑھے لکھے) جاہلوں کی کثرت ہوگی تم میں حرف خواں زیادہ و فقیہ کم ہوں گے قرآن کے حروف کی خوب حفاظت کی جائے گی مگر اسکی حدود کو پامال کیا جائے گا لوگ اعمال سے پہلے اپنی خواہشات کو آگے رکھیں گے۔

(رواہ الدارمی)

نوٹ: مندرجہ بالا ارشاد کہنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی شخصیت صحابہؓ میں سب سے بڑی علمی شخصیت تھی۔ حضورﷺ کے ساتھ ہمہ وقتی معیت اور صحبت سے مشرف ہیں آپکو ہر وقت دربار نبوی میں آنے جانے کی اجازت تھی قرآن خوانی اور قرآن دانی سے بے حد شغف تھا تفسیر قرآن اور اسلامی تعلیمات میں امتیازی مقام حاصل تھا آپ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تفسیر بھی سکھاتے اور حضورﷺ کی احادیث بھی بیان فرماتے اور کتاب وسنت سے یا اپنے اجتہاد سے فتاویٰ جاری فرماتے۔

حصہ ہشتم

سلف پر اعتماد

اپنے پیش روؤں پر اعتماد کرنا انکے ساتھ حسن ظن رکھنا نعمت عظمیٰ اور دولت بے بہا ہے کہ ہمارے دین و دنیوی کاروبار اسکی بدولت چل رہا ہے علوم وفنون کا پھیلاؤ بڑے بڑے کارخانے و لائبریریاں جو علوم وفنون کے خزانے ہیں وہ دراصل اعتبار و اعتماد کے مخزن ہیں اگر آنے والے اپنے پچھلوں پر اعتماد نہ رکھتے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہوتا۔

آج کی دنیا میں بھی اگر آپکو اعتماد نہ رہے تو مریض ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا نہ کھائے۔ شاگرد استاد کے علم پر بھروسہ نہ کرے درس و وعظ کی محفلوں میں عوام الناس جانے سے گریز کریں کہ واعظ کی باتوں کا اعتبار ہی نہ ہو یا اگر جائیں تو واپس آکر اُنکے درس و وعظ میں بیان کی گئی قرآن و احادیث کو کنگالیں کہ کیا ہر بات اُس نے درست کہی۔ عملی طور پر یہ صورت حال بہت خوفناک ہے۔

لہٰذا اس اعتماد و اعتبار کے فطری اصول کے مطابق ہر دور کے مسلمانوں میں اللہ کے نیک و صالح بندوں اور آئمہ پر حسن ظن رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آج ہماری نظر میں جو کچھ دین اسلام کے نشانات پائے جاتے ہیں یہ کچھ بھی نہ ہوتے یہ اعتماد و اعتبار ہی تمام شریعت کی جڑ اور بنیاد ہے۔

تمام احادیث کا ذخیرہ اسی نقل کی روایات کے ذریعے تسلسل کے ساتھ اُمت میں منتقل ہوتا رہا۔ اور اُمت اس بات پر متفق ہے کہ شریعت کے جاننے میں سلف پر اعتماد کرے۔ اور شریعت نقل و استنباط ہی سے معلوم ہو سکتی ہے اور نقل اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے والوں سے اتصال کے ساتھ حاصل کرے اور استنباط میں ضروری ہے کہ پہلے جانے والوں کے مذاہب کو جانے تاکہ ان سے نکل کر اجماع کو توڑنے والا نہ بنے۔

حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"معرفت سنت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گزشتہ پر اعتماد و اعتبار کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر تبع تابعینؒ پر اسی طرح ہر طبقہ میں پچھلے علماء پہلوں پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں۔ نیز عقل سلیم بھی اسی کو تسلیم کرتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل استنباط کے معلوم نہیں ہو سکتی اور نقل اسی طرح صحیح اور درست ہو سکتی ہے کہ ہر طبقہ میں پچھلے لوگ پہلوں سے بالاتفاق لیتے رہے ہیں۔

(عقد الجید ص36)

حصہ پنجم

حنفی مسلک اور عمل بالحدیث یا ضعیف احادیث کی حقیقت۔

(۱) صحیح احادیث صرف بخاری اور مسلم ہی میں منحصر نہیں بلکہ حدیث کی صحت کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کی اسناد اصول حدیث کی شرائط پر پوری اترتی ہیں یا نہیں چنانچہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے علاوہ سینکڑوں آئمہ حدیث نے احادیث کے مجموعے مرتب فرمائے ان میں جو حدیث بھی مذکورہ شرائط پر پوری اترتی ہو وہ درست ہے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کتابوں کی کوئی حدیث سنداً صحیحین سے بھی اعلیٰ معیار کی ہو مثلاً ابن ماجہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر ہے لیکن اس میں بعض احادیث جس اعلیٰ سند کے ساتھ آئی ہیں وہ صحیحین میں بھی اتنی اعلیٰ سند کے ساتھ نہیں ہیں۔ (ملاحظہ کریں ماتمس الیہ الحاجہ)۔

لہٰذا محض یہ کہ وہ بخاری یا مسلم کی حدیث نہیں۔ یہ درست نہیں۔ تو یہ نظریہ درست نہیں۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ وہ حدیث اصول حدیث کے لحاظ سے کیا مقام رکھتی ہے۔

(۲) آئمہ مجتہدین کے درمیان سینکڑوں فقہی مسائل میں جو اختلاف واقع ہوئے اسکا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہر مجتہد کا طرز استدلال (Reasoning) اور طریقہ استنباط میں فرق ہوتا ہے مثلاً بعض مجتہدین کا طرز یہ ہے کہ اگر ایک مسئلے میں احادیث بظاہر متعارض ہوں۔ تو وہ اس حدیث کو لے لے جس کی سند سب سے زیادہ صحیح ہو خواہ دوسری احادیث بھی سنداً درست ہوں انکے برخلاف بعض حضرات ان روایات کی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جائیں اور تعارض باقی نہ رہے خواہ کم درجہ کی صحیح یا حسن حدیث کو اصل قرار دے کر صحیح حدیث کی خلاف ظاہر توجیہ کرنی پڑے اور بعض مجتہدین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں جس پر صحابہؓ و تابعینؒ کا عمل رہا ہو اور

دوسری احادیث میں تاویل کرتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے احادیث میں تطبیق کی کوشش کی اگر ضعیف احادیث کی معارض کوئی حدیث نہ ہوتو اس پر بھی عمل کرتے ہیں اگر کسی دلیل کے معارض دلیل موجود ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ دلیل مراد نہیں مثلاً عام کے مقابلے میں خاص کا ہونا مطلق کے مقابلے میں مقید کا ہونا، مثلاً قہقہہ سے وضو ٹوٹ جانا، شہد پر زکوٰۃ واجب ہونا)۔

(۳) احادیث کی تصحیح ایک اجتہادی معاملہ ہے اسی وجہ سے علمائے جرح وتعدیل کے درمیان اس بارے میں اختلاف رہتا ہے ایک حدیث ایک امام کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے جبکہ دوسرا اسے ضعیف قرار دیتا ہے بعض اوقات امام ابوحنیفہؒ اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو قابل عمل قرار دیتے ہیں اور دوسرے مجتہدین اسے ضعیف سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں امام ابوحنیفہؒ چونکہ خود مجتہد ہیں اسلئے دوسرے مجتہدین کے اقوال ان پر حجت نہیں ہیں۔

(۴) بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک حدیث امام حنیفہؒ کو صحیح سند کے ساتھ پہنچی جس پر انہوں نے عمل کیا (اس لئے کہ وہ خیر القرون کے آدمی ہیں) لیکن آگے بعد کے راویوں میں سے کوئی راوی ضعیف آ گیا اسلئے بعد کے آئمہؒ نے اسے چھوڑ دیا لیکن امام ابوحنیفہؒ نے جو حدیث روایت کی وہ بالکل درست تھی۔

(۵) اگر کوئی محدث کسی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے تو بعض اوقات اسکے پیش نظر اس حدیث کا کوئی خاص طریقہ ہوتا ہے لہذا یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقہ میں وہی حدیث صحیح سند کے ساتھ آئی ہو مثلاً من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (ترمذی) کی حدیث کو بعض محدثین نے کسی خاص طریق کی بناء پر ضعیف کہا ہے لیکن مسند احمد بن منیع اور کتاب الآثار وغیرہ میں یہی حدیث بالکل صحیح سند کے ساتھ آئی ہے۔

(۶) بسا اوقات ایک حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے لیکن وہ چونکہ متعدد طرق اور سندوں سے نقل کی گئی ہوتی ہے اور اسے مختلف راوی روایات کرتے ہیں اسلئے اسے قبول کرلیا جاتا ہے اور محدثین اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں ایسی حدیث پر عمل کرنے والے کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے مثلاً شب برأت کی رات کو جاگنے کی فضیلت ایک نہیں بلکہ متعدد احادیث ہیں جو کہ دس صحابہؓ سے منقول ہیں وارد ہوئی ہیں تو با وجود اسکے ضعف کے اس حدیث کے تحت تابعینؒ تبع تابعینؒ علماء کرام محدثینؒ اور اُمت محمدیہ میں اس رات کو جاگ کر عبادت کا اہتمام کرنا ثابت ہے۔

(۷) بعض اوقات ایک حدیث ضعیف ہوتی ہے اور حدیث کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ

اسکی سند میں کوئی راوی ضعیف آ گیا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ضعیف راوی ہمیشہ غلط ہی روایت کرے۔ لہذا اگر قوی قرائن اسکی صحت پر دلالت کرتے ہوں تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی حدیث تو ضعیف تھی لیکن تمام صحابہؓ اور تابعین نے اس پر عمل کیا۔ تو یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہاں ضعیف راوی نے صحیح روایت نقل کی۔ اس کو "تلقی بالقبول" کہا جاتا ہے۔ ایسی احادیث کو مسلمان فقہا اور محدثین نے صحیح سمجھ کر اسکی بنیاد پر قانون سازی کی۔ ایسی احادیث بسا اوقات متواتر کے حکم میں جا لگی ہیں۔

(۸) حافظ ابن قیم "تلقین وصیت" کے بارے میں ایک حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں "یہ حدیث اگرچہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں لیکن پھر بھی تمام بلاد اسلامیہ کا ہر زمانے میں بغیر کسی انکار کے اسکے مطابق عمل کرنا اس حدیث کو معمول بہ بنانے کے لیے کافی ہے۔ (کتاب الروح صفحہ 14)

علاوہ ازیں "تلقی بالقبول" کی تائید میں بہت سے فقہا نے اسی آراء کا اظہار کیا ہے۔

ساری بات کا نتیجہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف کو جب تلقی بالقبول حاصل ہو جائے اور مسلمان عوام و خواص اور فقہا و محدثین اسے معمول بہ بنالیں تو وہ صحیح سمجھی جائے گی۔ بلکہ بعض اوقات تو وہ اس تلقی بالقبول کی وجہ سے متواتر کا درجہ اختیار کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب فکر کے بانی آئمہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اس زمانے میں پیدا ہوئے۔ جسے عہد رسالت سے قریب ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اور جسوقت علوم اسلامیہ مدون ہو رہے تھے اور جس وقت مسلمانوں میں عام طور پر انہی اخلاق و عادات کا چلن تھا۔ جن پر رسول اللہ ﷺ انھیں ڈال گئے تھے۔ اس وقت علم حدیث اپنے عروج و شباب پر تھا۔ ہزاروں افراد نے اپنی زندگیاں حدیث کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھیں۔ لہذا اس دور میں کسی حدیث پر ان بزرگوں کا باتفاق اور پوری امت کا بلا اختلاف عمل کرنا اس وقت ممکن تھا جب وہ اس دور میں تواتر کی حد تک مشہور رہی ہو۔ اور ایسی صورت میں محض اتنی بات کی وجہ سے اس حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ بعد میں اس کو کسی ضعیف راوی نے روایت کر دیا۔

"اسناد اسلیئے ہوتی ہیں تا کہ دین میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہو جو در حقیقت دین میں شامل نہیں۔ نہ کہ اسلیئے کہ دین سے کوئی ایسی چیز خارج کر دے۔ جو خود سند بیان کرنے والوں کے عمل سے بھی دین میں ثابت ہے۔ (الاجوبۃ الفاضلۃ ص۔ 238)

(۹) بعض اوقات ضعیف احادیث کو صحیح سند والی روایت پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا واقعہ ہے کہ وہ حضرت ابو العاصؓ کے نکاح میں تھیں۔ وہ شروع میں کافر

تھے۔ بعد میں مسلمان ہوئے اب اس میں روایت کا اختلاف ہے کہ انکے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے انکا سابق نکاح برقرار رکھا یا نیا نکاح کرایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے نیا نکاح کرایا۔ یہ روایت ضعیف ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق سابق نکاح برقرار رکھا۔ یہ صحیح ہے لیکن امام ترمذی نے تعامل صحابہؓ کی وجہ سے پہلی ضعیف روایت کو ترجیح دی ہے۔ (جامع ترمذی۔ کتاب النکاح)

(۱۰) جب کوئی محدث کسی حدیث کو ضعیف کہتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث جس سند سے آ رہی ہے اس میں صحیح اور حسن کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اور حدیث کو بیان کرنے والے ثقہ اور قوی راوی نہیں ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے یقیناً نہیں فرمائی۔ کیونکہ کسی راوی کو ضعیف اس لیئے قرار دیا گیا کہ اسکے حافظے ضبط یا عدالت میں کوئی نقص ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسکی روایت کردہ کوئی مخصوص حدیث بھی صحیح نہ ہو۔ کیونکہ جس شخص کا حافظہ (مراد وہ حافظہ جو محدثین کے ہاں راوی کیلئے مقصود ہے اور بڑی کڑی شرائط چاہتا ہے) اچھا نہ ہو۔ اسکے لیئے یہ لازم نہیں کہ وہ جب کبھی کوئی بات بیان کرے تو اسے بھول چوک ضرور ہو یا جس شخص کا ضبط اچھا نہیں وہ اکثر غلط ملط کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے لیئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر مرتبہ غلطی کرے لہذا ضعیف حدیث کے بارے میں یہ خیال کہ وہ فی نفسہ غلط ہے۔ بہت بڑی غلط فہمی ہے حدیث ضعیف میں بھی احتمال صدق پایا جاتا ہے اور اس بات کا پورا امکان ہوتا ہے کہ بیان کرنے والے راوی نے اپنے ضعف کے باوجود حدیث نبوی کی امانت بالکل صحیح نقل کی اور خطا و نسیان اور کذب و اختلاط سے پرہیز کیا۔ اسلیئے علماء امت اور فقہا و محدثین کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف کو اسلام کے دوسرے اصول و ضوابط اور دین و شریعت کے عام مزاج کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ اگر وہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور شریعت کے عام مزاج کی کسوٹی پر پورا اترے تو اسکے بعد وہ قرائن سے اس حدیث کو جانچتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا ایسے قرائن پائے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ حدیث واقعۃً حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہوگی یا نہیں؟ چنانچہ اگر قرائن سے ضعیف حدیث کی تائید ہوتی ہو تو اسے معمول بنایا جاتا ہے۔

اسی طرح کئی ضعیف احادیث ایسی ہیں جنکا متن قرآنی آیات کی تفسیر ہے مثلاً یہ حدیث دیکھیں۔

"حضرت ابو امامہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس زمین پر آنے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔" اے پروردگار تو مجھے زمین پر بھیج رہا ہے اور راندہ درگاہ کر رہا ہے

میرے لیئے کوئی گھر بھی بنادے" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیرا گھر حمام ہے" اس نے عرض کیا "میرے لیئے کوئی بیٹھک (مجلس) بھی بنادے" فرمایا "بازار اور راستے تیری بیٹھک ہیں" عرض کیا" میرے لیئے کھانا بھی مقرر فرمادے" فرمایا" تیرا کھانا ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے" عرض کیا میرے پینے کیلئے بھی کوئی چیز مقرر کردیجئے۔فرمایا۔" ہر نشہ آور چیز تیرا مشروب ہے" عرض کیا۔ مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ بھی عنایت فرمادے۔فرمایا" باجے تاشے تیرے موذن ہیں" عرض کیا میرے لیئے قرآن بار بار پڑھی جانے والی چیز بھی بنادے۔فرمایا" شعر تیرا قرآن ہے" عرض کیا۔ مجھے کچھ لکھنے کے لیے بھی دے دے۔فرمایا" گودنا تیری لکھائی ہے"۔عرض کیا۔ میرے لیئے کلام بھی مقرر فرمادے فرمایا" جھوٹ تیرا کلام ہے" عرض کیا۔میرے لیئے جال بھی بنادے۔فرمایا" عورتیں تیرے جال ہیں"۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اسکی سند میں علی بن یزید الہانی نامی راوی ضعیف ہیں۔اس حدیث کو امام طبرانی معجم کبیر میں لائے اسکی سند میں ایک راوی یحیٰ بن صالح ایلی ضعیف ہیں۔لیکن حافظ ابن قیم نے کہا کہ انفرادی طور پر اس حدیث کا ہر ہر جزء انفرادی طور پر قرآن کریم یا احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں لکھتے ہیں "اس روایت کے شواہد کثیر ہیں اور اسکے ہر ہر جملہ کیلئے قرآن یا حدیث میں بہت سے شواہد پائے جاتے ہیں" لہٰذا یہ حجت ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ "رفع الملام" میں کسی امام کے کسی حدیث کو چھوڑ دینے کی دس وجوہ لکھی ہیں۔جن میں یہ بھی ہے کہ ایک امام کو حدیث پہنچی مگر اسکے نزدیک ثابت نہیں ہوئی یا یہ کہ انہوں نے جو خبر واحد کیلئے کچھ شرائط مقرر کی ہیں جو اس حدیث میں نہیں پائی گئی نیز یہ کہ حدیث تو پہنچی مگر اس کے نزدیک دوسری احادیث معارض تھیں۔جس وجہ سے اس حدیث کی تاویل کرنی لازم ہوئی۔دس وجوہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ "یہ وجوہ تو ظاہر ہیں اور بہت سی احادیث میں ممکن ہے کہ عالم کے نزدیک کوئی اور ایسی وجہ ہو جسکا ہمیں پتہ نہ چلا ہو اسلیئے کہ علم کی گہرائیاں بہت کشادہ ہیں ہم اسکا احاطہ نہیں کر سکتے۔بہت سے ان رموز پر جو علماء کے سینے میں پوشیدہ ہیں اور عالم بھی اپنی دلیل کو ظاہر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا۔اور جب ظاہر کرتا ہے تو کبھی ہم تک وہ پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی۔اور اگر پہنچتی بھی ہے تو اسکی وجہ استدلال (Reasoning) کو کبھی ہم ادراک کر سکتے ہیں اور کبھی نہیں۔وہ دلیل فی نفسہ خواہ درست ہو خواہ خطا۔آئمہ اربعہؒ کے پاس بہت سی ایسی صحیح و صریح حدیثیں پہنچیں لیکن

بعض دلائل قویہ کی وجہ سے انہوں نے انکو نہیں لیا۔

آئمہ مقبولین میں سے کوئی ایسا نہیں جو دیدہ و دانستہ احادیث کی مخالفت کرتا ہو۔ کہ یہ خلفاء رسول اور سنتوں کو زندہ کرنے والے سب اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع واجب ہے۔ اگر آئمہ میں سے کسی کا کوئی قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو ضرور کوئی عذر اسکے پاس اس حدیث کو چھوڑنے کا ہوگا"۔

﴿ضعیف حدیث پر ذرا اور تفصیلی بحث﴾

حدیث صحیح کی تعریف یہ ہے ھو ما اتصل سندہ بعدول الضابطین من غیر شذو ذ ولا علۃ جس کی سند متصل ہو اور راوی عادل ضابط ہوں اور نہ وہ روایت شاذ ہو اور نہ اس میں کوئی ضعف کی علت ہو۔

اب حدیث کے ضعف اور صحت کے متعلق ائمہ جرح کے اصول مختلف ہیں۔ امام بخاریؒ حدیث تب لیتے ہیں جب دونوں راویوں کے مابین ملاقات بھی ہو چکی ہو اور زمانہ بھی ایک ہو اور امام مسلمؒ اور جمہور ائمہ جرح (جس پر اتفاق ہے) کے نزدیک زمانہ تو ایک ہو لیکن ملاقات کا صرف امکان ہو بلکہ امام مسلم جو امام بخاری کے شاگرد ہیں اپنے اس استاد کو، بغیر نام محدث، وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے تو کیا اگر دو راویوں میں ملاقات نہیں ہوئی ہو تو ہم امام بخاریؒ کے اس روایت کو ضعیف کہہ کر قناعت کر کے بیٹھ جائیں؟ جسکو اس تفصیل کا علم نہ ہوگا وہ تو امام بخاریؒ کے ضعیف کہنے کو ہی حق سمجھے گا لیکن مذکورہ بات کا اس کو علم نہ ہوگا۔ اسی طرح حدیث کے صحیح اور ضعیف کہنے کے بارے میں آئمہ جرح کے اصول مختلف ہوتے ہیں۔ بعض (اصول جرح سے ناواقف) حضرات کسی اردو کی کتاب میں ضعیف کا لفظ دیکھ کر اور راوی کے بارے میں چند افراد کی آراء کو دیکھ کر ضرور غلط فہمی کا شکار ہوں گے۔ جیسا کہ امام ابوداؤدؒ ایک حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور ترمذیؒ اسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ اب اگر ایک شخص ابو داؤدؒ کی رائے لے لے تو کیا ترمذیؒ کی بات غلط ہے جب کہ دیگر آئمہ بھی صحیح ذکر کریں؟ لہذا کسی کی تقریباً اردو کتاب میں کسی حدیث کو ضعیف کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ روایت واقعی ضعیف ہے۔

سنن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ جب تک محدثین کسی حدیث کو بالاجماع ضعیف نہ کہیں وہ اس کو چھوڑتے نہیں بلکہ نسائی (جو صحاح ستہ میں ہے۔) اس کو ذکر کرتے ہیں۔ اور امام ابی داؤدؒ کا مسلک صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں لاتا ہے۔ لیکن اسی باب میں اس کے ہاں حدیث صحیح نہ ملے تو ضعیف حدیث کو

ذکر کرتے ہیں۔ اور دیگر محدثین کے اقوال و آراء سے اس کی تصحیح پیش فرماتے ہیں۔

(زھر الربی علی المجتبیٰ ۱:۳)

علامہ ابن تیمیہ" "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" میں لکھا ہے کہ کوئی امام بھی حضور اکرم ﷺ کی مخالفت قصداً ان کی سنت چھوڑ کر نہیں کرتا اس لئے کہ فلانی حدیث تو صحیح ہے جسکو اس نے چھوڑا لیکن اس کے سامنے ایسی دلیل آئی ہوگی جو پہلے سے اس کے نزدیک قوی ہو (ص ۱۵) بلکہ ابن تیمیہ کی کتاب کا مقصد بھی اس کے نام سے ظاہر ہے کہ بعض آئمہ کا موقف جو کمزور بتایا جاتا ہے غلط ہے بلکہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اجتہادی الہامی اور غالب گمان کا مسئلہ ہے کہ ایک کے نزدیک وہ حدیث صحیح اور دوسرے کے نزدیک ضعیف ہوگی ابن تیمیہ کی کتاب کا نام ہے "اور تیج ائمہ کرام سے ملامتی کو اٹھانا"۔

(۱) کبھی کبھی ایک حدیث (بالکل ضعیف حدیث۔ راوی بالکل کمزور) صحیح بن جاتی ہے جبکہ امت اور اہل علم کی عملی قبولیت اس کو حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ابن عبدالبر مالکیؒ امام ترمذیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے ہو الطہور ماءہ والحل میتہ محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن امام بخاریؒ نے اسکی تصحیح کی ہے اس لئے کہ امت نے اس کو قبول کیا ہے۔

(استذکار۔ اجوبۃ الفاضلۃ لعبد الحی لکھنوی)

(۲) ابن عباس کی حدیث ہے من جمع بین الصلوتین فقد اتی بابا من الکبائر (ترمذی ۳۰۲) ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حسینؒ نے کہا کہ امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف کہا اور آگے کہا کہ والعمل علیہ عند اھل العلم کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ تو گویا اشارہ کیا کہ اہل علم کے عمل سے یہ حدیث قوی ہوگئی۔ اور بہت ہمارے محدثین نے لکھا ہے کہ اہل علم اگر کسی حدیث پر عمل کریں تو وہ صحیح ہو جاتی ہے۔

(سیوطی کی تعقبات)

(۳) ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کا یہ کہنا کہ والعمل علیہ عند اھل العلم کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے تقاضا کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل قوی ہے طلاق الامۃ ثنتان اھل علم نے اسکو غریب کہا ہے لیکن عمل نے اسکو مضبوط بنا دیا۔

(۴) صلوۃ التسبیح کی روایت کو محدثین نے ضعیف لکھا ہے لیکن ابن المبارکؒ اسکو پڑھتے تھے اہل علم اور صالحین اسکو پڑھتے ہیں لہذا اسکو پڑھنا ٹھیک ہے اور روایت صحیح بن گئی۔ (تعقبات للسیوطی ۱۳)

(باقی اسکو جماعت کے ساتھ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں)

(۵) طلاق الامۃ اطلقتان وعدتہا حیضتان (ابوداود، ابن ماجہ)
اور اسی طرح کی اور حدیث دار قطنی میں ہے یہ ضعیف ہیں لیکن قبولیت سے صحیح بن گئی (احکام القرآن للجصاص) اور امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کسی حدیث کا مشہور معمول ہونا صحت کی علامت ہے چاہے سند صحیح نہ ہو۔

(۶) اور علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس بات پر شدید تنقید کی ہے اور فرمایا کہ، اس موقف کی تقلید بالکل جائز نہیں ہے کہ بخاری مسلم کی احادیث صحیح ہیں پھر جو صرف بخاری میں ہیں اور پھر جو جو صرف مسلم میں ہیں پھر جو انکی شرائط پر ہیں، بلکہ انکی شرائط پر اگر کسی اور کتاب میں روایت ہو یا راویوں کی ثقاہت کے ساتھ کسی بھی حدیث کی کتاب میں روایت ہو تو صحیح ہوگی۔ (۱ ۳۶۸)

(۷) اور تدریب الراوی میں ہے کہ امام حاکمؒ نے فرمایا کہ حدیث صحیح کی دس قسمیں ہیں پانچ کی صحت میں اتفاق اور پانچ کی صحت اور ضعف میں اختلاف ہے۔ (ص ۶۵ تدریب مدخل ص ۱۱)

اب جو شخص اردو کی کتاب میں ایک حدیث کو ضعیف تحریر لکھا دیکھے گا تو دینی علوم میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو لے کر بیٹھا رہے گا اور اسکو اپنی غلطی کا علم نہ ہوگا۔ کسی حدیث یا راوی کے بارے میں اگر صحیح و یا ضعیف ہونے کا اختلاف ہو اور بہت سارے حضرات اگر ضعیف کہیں اور دیگر محدثین اسکو صحیح کہیں تو وہ حسن روایت اور راوی ہوتا ہے جسطرح ابن ابی لیلیٰؒ، ابن عمارہ، ابن حکیم عن ابیہ عن جدہ، عمرو بن شعیبؒ عن ابیہؒ عن جدہ اور ابن اسحاق عن الیتمیؒ کی احادیث اور راویوں میں حارثؒ، عاصمؒ بن حمزہ اور شریک القاضیؒ شہر بن حوشبؒ وغیرہ حضرات یہ روایات اور راوی حسن ہونگے (تدریب ۱۹) الا یہ کہ بالاجماع وہ روایت یا راوی ضعیف ہو اور اہل علم کا اس پر عمل نہ ہو۔

(۸) شمس الدین حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ دو آدمی (یعنی تمام اس فن اسماء والرجال کے ماہرین میں سے) کسی ضعیف کو ثقہ کہنے یا ثقہ کو ضعیف کہنے پر جمع نہیں ہوئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بعض نے اگر ثقہ کہا اور اسی راوی کو دیگر حضرات نے ضعیف کہا ہے تو وہ حسن الحدیث ہوگا اسی وجہ سے امام نسائیؒ نے تو نسائی شریف میں ہر راوی سے روایت لی جب تک تمام آئمہ حدیث اس سے روایت نہ لینے پر متفق نہیں ہوئے ہوں۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۸۱ فتح المغیث للسخاوی ص ۴۸۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جبتک ان راوی اور حدیث کے بارے میں تفصیلی علم نہ ہو آپ کے لئے کسی طرح بھی (اپنے موقف کے خلاف) اردو میں کتاب لکھنے والے کی تحریر پر یقین کرنا درست نہیں ہے اور یہ علم عربی میں ہے اردو میں منتقل نہیں ہوا ہے۔

(۹) علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں کہ بہت سارے احادیث ضعیفہ کا (ایک مسئلہ پر جمع ہونا) قوت پیدا کرتا ہے اور کبھی وہ روایت حسن یا قوی بن جاتی ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۱)

جسطرح کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے حوالے سے ہمارے پاس سات آٹھ سے زیادہ روایات ہیں (حضور ﷺ سے صریح مرسل روایات اور صحابہؓ کے فتوے) جو ایک دوسرے کیساتھ ملکر یہ روایات حسن بن جاتی ہیں لیکن جو حضرات ان روایات کے فرق کے مطابق نماز نہیں پڑھتے انکے پاس ایک صریح روایت بھی موجود نہیں ہے بلکہ حدیث کے مقابلے میں صرف قیاس پر چلتے ہیں۔ مثلاً وہ اس فرق کو نہ مان کر اپنی دلیل میں بخاری شریف کی عام روایت لاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صلوا کما رایتمونی اصلی نماز پڑھو جسطرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اس میں عورتیں بھی شامل ہیں تو یہ تو قیاس ہے جسکو یہ مانتے ہی نہیں اس حدیث میں تو صراحت نہیں کہ یہ عورتوں کیلئے بھی ہے اور اگر یہ عام ہے تو اس حدیث کو آگے بھی پڑھو اسی حدیث میں آگے یہ الفاظ ہیں ولیؤذن لکم احدکم اور تم میں ایک اذان کہے تو کیا اس عام الفاظ سے یہ کشید (Deduct) کرنا جائز ہوگا کہ عورت بھی اذان دے سکتی ہے؟ اسطرح اس حدیث کا حوالہ دینا کہ کتے کیطرح سجدہ کی ممانعت ہے لہذا عورتیں سمٹ کر سجدہ نہ کریں بالکل درست نہیں اسلئے کہ ان دونوں صورتوں میں آپ حضرات کی دلیل قیاس ہے جو آپ کے نزدیک حجت ہی نہیں۔ دیگر یہ کہ اس حدیث میں یہ لفظ قابل غور ہے کہ کتے کیطرح اس طرح سجدہ مت کریں کہ پورا ہاتھ زمین کیساتھ کہنی سمیت لگا ہو۔ اور ہمارے پاس جو روایات ہیں وہ اپنی کثرت کی بنا پر حسن ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ قیاس پر عمل بہتر ہے یا حسن روایت پر؟

بخاری شریف میں جو یہ مروی ہے کہ ام الدرداء رحمتہ اللہ علیہا مردوں کیطرح نماز پڑھتی تھیں تو یہ تو ہماری دلیل ہوئی کہ عام عورتیں سمٹ کر نماز پڑھتی تھی اور وہ مردوں کی طرح نماز پڑھتی تھی تو یہ انکا اپنا اجتہاد تھا اسلئے تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ فقیہہ تھیں دوسری بات یہ ہے کہ یہ صحابیہؓ نہیں تھیں بلکہ تابعیہ تھیں (شرح بخاری فتح الباری لابن حجرؒ) اور تابعیہ کیا صحابی کا قول مرسل بھی ان حضرات کے ہاں قبول نہیں؟ تو یہاں مرسل روایت سے کس طرح دلیل پکڑتے ہیں؟۔

﴿اب عورت کی نماز کے متعلق ان صریح روایات﴾

حدیث (فان المرءۃ فی ذالک لیست کالرجل) عورت نماز کے معاملے میں مرد کیطرح نہیں ہے۔ اور حدیث (استر لها) عورت کیلئے سمٹ کر نماز ادا کرنا زیادہ ستر کے لائق ہے۔

ان احادیث کے مقابلے میں ان قیاسات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن بعض حضرات قیاس کو لیتے ہیں اور صریح روایات کو نظر انداز کرتے ہیں۔

(۱۰) ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف اہل حدیث کے ہاں وہ ہے جو صحیح کے درجے سے کم ہو تو کبھی وہ حدیث ضعیف متروک (Descard) ہوتی ہے جبکہ کوئی راوی جھوٹا ہو یا غلطیاں اسکی زیادہ ہوں اور کبھی کبھی حدیث ضعیف حسن بھی بن جاتی ہے (تحفہ مرضیہ ۱ ۱۰۶) (جسطرح عورت کی نماز کے فرق کی احادیث)۔

(۱۱) ایک ہوتی ہے واقعی ضعیف روایت اور ایک وہ روایت ہوتی ہے جو مضعف ہو یعنی کسی نے اسکو ضعیف کہا ہو مضعف سے دلیل لینا بالکل صحیح ہے ایسی روایات صحاح ستہ بلکہ بخاری مسلم میں بھی ہیں۔ (ارشاد الساری ۔علامہ سیوطیؒ)

لہذا معلوم ہوا کہ کسی کے ضعیف کہنے سے کوئی روایت واقعی ضعیف نہیں ہوتی بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اسکے (خاص محدث) نزدیک اسکی مخصوص شرط کی بنا پر ضعیف ہو لیکن دیگر محدثین یا دلائل یا قبولیت عام کی بنا پر وہ حسن بلکہ صحیح بن چکی ہو۔ جس روایت کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہو وہ بلاشبہ دلیل بن سکتی ہے بعض حضرات ہماری دلیل کو تو ضعیف دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ احناف کی یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ وہ مضعف ہوتا ہے نہ کہ واقعی ضعیف تاہم جو روایت واقعی ضعیف ہو وہ بھی مواعظ، قصوں اور اعمال کی فضیلت میں بالاجماع بیان کرنا بالکل درست ہے۔ (اجوبۃ الفاضلۃ)

تاہم حلال وحرام کے احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں واقعی ضعیف روات نہیں چلتی اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ واقعی ضعیف روایت احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے جبکہ شدید ضعیف نہ ہو اور قاعدہ کلیہ شرعیہ کے تحت داخل ہو اور اسکے سنت ہونے کا عقیدہ نہ ہو اور موضوع حدیث پر عمل کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ (۱۔۸۷)

(۱۲) ابن جوزیؒ نے فرمایا کہ احادیث کی چھ قسمیں ہیں (۱) بخاری مسلم کی احادیث (۲) صرف بخاری یا مسلم کی (۳) صحیح السند چاہے صحیحین میں نہ ہو (۴) جسمیں ضعف ہو لیکن اسمیں احتمال ہو تو یہ حدیث حسن ہوتی ہے (۵) شدید ضعیف (۶) موضوع (الموضوعات ۱۔۳۴ اللآلی المصنوعۃ) اب یہ چوتھی قسم والی روایت ضعیف ہوگی لیکن دیگر ادلہ کی بنا پر وہ ضعیف سے نکل کر حسن کی طرف نکلے گی لیکن اس کے لئے اسلاف کیطرح علم یا انکی بات پر اعتماد کی ضرورت ہے۔

اس تفصیلی بحث کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اھلسنت وجماعت حنفی جس پرکار بند ہیں قرآن کریم اور احادیث متواترہ، مشہورہ اور صحیحہ سے ثابت ہے کبھی کبھی اگر ہم کسی مسئلہ کے ضعیف حدیث نقل کر دیتے ہیں تو یا تو ہم اسکو تقویت (Strengthen) کے لئے نقل کرتے اگر چہ دیگر احادیث صحیحہ بھی ہوتی ہیں یا اس باب اور مسئلہ میں قیاس کے علاوہ کوئی نقلی دلیل نہ ہوتو ا نا سمجھ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو احناف کی یہ دلیل ضعیف ہے اور مذکورہ باتیں اس کے ذہن میں ہوتیں۔

ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مقبول ہے

علامہ ابن حجر، شرح اربعین،، میں فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے اور اس کو ثواب بھی ملے گا۔ جب کہ اس حدیث کا تعلق حلت اور حرمت کے ساتھ ہو۔ بلکہ علامہ سیوطیؒ تو فرماتے ہیں کہ احکام میں بھی اس پر عمل کرنا درست ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو۔ (طحاوی۔ ردالمحتار ا۔ ۸۷) ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین اور علامہ سیوطیؒ نے تقریب میں یہی کچھ مایا ہے۔ اور ضعیف پر عمل مستحب کہلایا جائے گا۔ اور حدیث کو صحیح وضعیف کہنے والے علماء ہی یہی بات کر رہے ہیں۔ جس طرح کہ شعبان کی رات کی احادیث ابن ماجہ اور ابوبکر بن ابی شیبہؒ میں ہیں۔ تو ایک طر ف بدعتی لوگوں شعبان کی رات لاؤڈ سپیکر کھول کر غیر شرعی اجتماعی اعمال اور بدعات میں مصروف ہوتے ہیں۔ تو دوسری طرف تمام مقلدین کو اندھے کہنے والے مستحب اور انفرادی اعمال کا ہی انکار کر لیتے ہیں۔ اور خواتین میں صلوٰۃ التسبیح کی باجماعت نمازوں کا اہتمام ہو رہا ہے جو قرآن وحدیث میں ثابت ہی نہیں۔ تاہم حدیث ضعیف پر اپنی طرف سے اضافہ بدعت شمار ہوگا مثلاً حضورﷺ کا شعبان کی رات ایک بار قبرستان جانا حدیث سے ثابت ہے لہٰذا جو اس کو دیکھ کر ہر شعبان جائے گا تو یہ غلط ہوگا اس لئے کہ حضورﷺ ایک بار گئے ہیں۔ (ہاں ویسے عبرت کیلئے جانا درست ہے)

مرسل روایت پر علمی بحث

مرسل اس روایت کو کہتے کہ صحابیؓ کہے کہ حضورﷺ نے یہ فرمایا لیکن حضورﷺ سے سننے کی صراحت نہ کرے یہ بالاجماع مقبول ہے اسمیں کسی کا اختلاف نہیں اور مرسل یہ بھی ہے کہ تابعی کہے کہ حضورﷺ نے یوں فرمایا جسطرح کہ مسلم شریف میں ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ حضورﷺ نے

روایت سے منع فرمایا ہے تو اسمیں اختلاف ہے کہ آیا یہ مرسل مقبول ہے یا نہیں؟ تو محدثین اسکو صحیح نہیں مانتے لیکن ائمہ ثلاثہ۔ (امام ابوحنیفہؒ مالکؒ احمدؒ) کے نزدیک یہ حجت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چند شرائط کیساتھ حجت ہے (تبع تابعی کی مرسل روایت میں بھی یہی اختلاف ہے) اب جو حضرات مرسل کو حجت نہیں مانتے اسکا مطلب آپکو سمجھاتے ہیں۔

(۱) ابن الحنبلیؒ نے ،،قفو الاثر،، میں لکھا ہے کہ مرسل روایت میں تفصیل ہے اور صحابیؓ کا مرسل بالکل اجماعا مقبول ہے اور تابعینؒ کا مرسل بھی حجت ہے اور تبع تابعین کا مرسل امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حجت ہے مطلقا اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ شرائط سے حجت ہے۔ (ص ۱۴)

(۲) علامہ آمدی شافعیؒ ،،الاحکام،، میں فرماتے ہیں کہ محدثین نے مرسل روایت کو قبول کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور مرسل اسکو کہتے ہیں کہ ایک عادل کہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمایا اور اس نے حضور ﷺ سے ملاقات نہیں کی ہو تو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی مشہور روایت اور تمام فقہاء کے ہاں ایسی روایت قبول ہے۔

(۳) ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مرسل کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور ان کے ساتھیوں نے دلیل پکڑی ہے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ نے بھی ان شرائط کے تحت مرسل کو حجت مانا ہے۔

(۱) جبکہ ایک اور مسند روایت سے اسکی مضبوطی آجائے (۲) یا اس معنی پر دوسرا مرسل آجائے (۳) یا بعض دوسرے صحابہ کا اسطرح قول آجائے جو مرسل سے ثابت ہے (۴) یا اکثر اہل علم اسی مرسل پر فتوی دیں۔ تو ان شرائط کے تحت مرسل حجت ہے۔

(۴) بعض محدثین نے جو مرسل کو صحیح نہیں کہا اسکا مطلب یہ ہے کہ انکے ہاں جو معین حدیث صحیح کی تعریف ہے وہ اس پر صحیح نہیں بیٹھتی باقی فقہاء کرام جو اسکو صحیح قرار دیتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس مرسل کا جو معنی ہے وہ صحیح ہے۔

(۵) حافظ ابن حجرؒ ،، تہذیب التہذیب،، میں فرماتے ہیں کہ دو سو سال تک کسی نے بھی مرسل روایت کا انکار نہیں کیا ہے

(۶) مندرجہ ذیل تابعین کی مرسل روایات بالاتفاق مقبول ہیں شعبیؒ (تذکرۃ الحفاظ ۱ ۷۹) نخعیؒ (نصب الرایہ ۱ ۵۲) سعید بن المسیبؒ (تدریب ۱۲۳) قاضی شریحؒ (اصابہ ۳ ۲۰۲) حسنؒ (مقاصد حسنہ للسخاویؒ ص ۱۸۳) ابن سیرینؒ (تمہید ۱ ۳۰) سعید بن جبیرؒ (تدریب ۱۲۵) مالک بن انسؒ (تدریب ۱۲۵) عطا بن ابی رباحؒ (ابن المدینی) زہریؒ (رسالہ ص ۴۶۹) قتادہؒ (بن سعیدؒ) اور ان

جیسے بڑے حضرات کی مراسیل کو مذکورہ کتب میں مقبول گردانا گیا ہے۔ جو حضرات مرسل کو نہیں مانتے وہ ان مراسیل کو بلا چوں چراں مانتے ہیں۔

(۷) امام احمدؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ تین علوم ایسے ہیں کہ جنکی سند نہیں۔ بلکہ وہ مرسل روایات پر ہیں۔ تفسیر۔۔۔ مغازی (اسلامی لڑائیاں)۔۔۔ اور ملاحم (مطلق لڑائیاں)۔۔۔ لہٰذا جو مرسل روایت کو نہیں مانتا اس نے تو ان چیزوں میں شریعت کے بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھولیا۔

(۸) اسلئے تو شام کے عالم علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے مرسل روایت کو رد کیا گویا اس نے آدھی شریعت کو رد کیا۔ (تعلیق علی الشروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی ۵۱)

تو معلوم ہوا کہ مرسل بالاجماع حجت ہے۔ صرف دو آئمہ کچھ شرائط کیساتھ اسکو حجت مانتے ہیں۔ بعض حضرات محدثین کی بات نہ سمجھنے کیوجہ سے کہتے ہیں کہ مرسل حجت نہیں اکثر لاعلم حضرات اپنے موقف کی کتب نہ پڑھنے اور علماء کرام کیساتھ نہ بیٹھنے کی بناء پر کسی الگ مکتب فکر کی اردو کتب خالی الذہن ہو کر پڑھ لیتے ہیں ان اردو کتب سے وہ پریشان یا گمراہ ہو جاتے ہیں۔

(۹) علامہ ابن تیمیہؒ اس بات پر بحث کو سمیٹتے ہیں کہ وہ منہاج السنۃ النبویہ (۴۔۱۱۸) میں فرماتے ہیں کہ آیات کے شان نزول اکثر مرسل ہیں اگر ہم مرسل کو نہ مانیں تو ابن تیمیہؒ کی اس ارشاد کی رو سے ہم آیات کی تفسیر ہرگز بیان نہیں کر سکتے۔ اگرچہ جب بھی ہم قرآن کا درس دیتے ہیں تو پورا درس صحابہؓ اور تابعینؒ کی مرسل روایات ہی سے مزین ہوتا ہے۔

(۱۰) مرسل پر تفصیلی بحث کے بعد آپ کو حقیقت سمجھ میں آگئی ہوگی۔

اسماء الرجال اور بعض حضرات کا غلط رویہ

حدیث کی کتابوں میں جو حضور اکرم ﷺ کی بات ہوتی ہے۔ اسکو "متن" (Text) کہتے ہیں۔ اور جن واسطوں سے ہم کو وہ حدیث پہنچی ہے۔ اسکو "سند" (Chain) کہتے ہیں۔ ان دونوں کو جانچنے کیلئے ،، اسماء الرجال ،، اور ،، علل الاحادیث ،، کے علوم استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ان علوم کے ذریعے کم و بیش بارہ لاکھ افراد کی زندگیوں کو محفوظ کیا گیا ہے۔ اور ان علوم کے ماہرین کو ،، ناقدین ،، کہتے ہیں۔ یہ خالص علمی عربی فن تھا۔ سینکڑوں سال سے علماء کرام ہی آپس میں فروعی اختلافات کی صورت میں ایک دوسرے کے سامنے بطور استدلال پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور کسی نے بھی دوسرے کے موقف کو بالکل غلط نہیں کہا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔ کوئی راوی کسی محدث کے ہاں صحیح ہے۔ اور

وہی راوی دوسرے محدث کے ہاں ضعیف ہے۔ اپنی اپنی شرائط کے تحت ہر محدث ایک راوی کو ترجیح دیتا ہے۔ بارہ سو سال کے اتفاق کے بعد ۱۸۸۸ء میں کچھ حضرات اس آواز کیساتھ اٹھے کہ دین پر عمل کے حوالے سے ہمارا موقف ٹھیک ہے اور باقی لوگوں کا موقف بالکل غلط ہے اور یہ نعرہ لگایا کہ چونکہ حضور اکرم ﷺ ایک دین لیکر آئے تھے لہذا صرف قرآن وحدیث کو مانو اور کسی کی تقلید کرنا چھوڑ دو لیکن جب یہ لوگ ایک دین کا نعرہ لگا کر جدا ہوئے تو بعد میں انکو احساس ہوا کہ یہ تو ہم غلطی کر بیٹھے۔ اور دس مختلف فرقوں یا مکاتب فکر میں تقسیم ہوئے۔ اگرچہ بلاتے یہ سب قرآن وحدیث ہی کیطرف ہیں۔ اسلئے کہ فروعی اختلاف تو فطری ہے جو ضرور بضرور ہوگا۔ جسطرح کہ دوائی اور کنسٹرکشن کے خالص علمی موضوعات میں ڈاکٹروں اور انجینئروں کا اختلاف ہرگز برا نہیں بلکہ قابل تعریف اور علمی ترقی کیلئے نہایت سود مند ہے۔ لہذا عوام کے سامنے اگر اس علم کے حوالے سے پوری تشریح نہیں رکھی جائے گی کہ اس قسم کے اختلاف میں دونوں برحق ہوتے ہیں تو وہ حدیث کا انکار بھی کر سکتے ہیں۔ اس خالص علمی مسئلے کو بعض نا سمجھوں نے عوام کے سامنے رکھ دیا۔ اور راوی اور روایت کے بارے یک طرفہ موقف سامنے لائے جس سے عوام خاصی پریشان ہوئی کہ یا اللہ اس راوی کو ہم صحیح کہیں یا کمزور؟ اور عوام کے سامنے یہ علم رکھنے والے ایسی غلط فہمی دیتے ہیں کہ عوام کے سامنے اپنے دل کی بات نہیں رکھتے ان کی دل کی بات یہ ہے کہ یہ جن حضرات سے بطور دلیل کسی راوی یا حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا پیش کرتے ہیں حقیقت میں انہی جید علماء کرام ناقدین کے اہم موقف کو ہی یہ نہیں مانتے مثلاً نووی شافعی، مزی شافعی، ابن حجر شافعی، ذہبی حنبلی، ابن عبد البر مالکی، ابن القطان حنفی، ابن سعید حنفی اور حافظ شمس الدین حنبلی وغیرہ اسلئے کہ یہ ہمارے اسلاف سارے کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے۔ لیکن یہی نئے اٹھنے والے لوگ تقلید کو شرک یا اندھا پن یا جمود کہکر مندرجہ بالا بزرگوں کی توہین کا شکار ہیں۔

حصہ دوم

ہم اور ہمارے علماء

آج دین سے علمی اور عملی طور پر اتنی دوری ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم جب ہمارے سامنے آتا ہے تو ہمارا دل اسے قبول نہیں کرتا کیونکہ خواہشات نفس کا دلوں پر غلبہ ہے تو ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں ہو سکتا اس طرح کے متعدد جملے بولے جاتے ہیں۔

۱۔علماء نے دین کو سخت کردیا۔
۲۔اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانیاں رکھیں اور علماء نے انہیں تکالیف میں بدل دیا۔
۳۔علماء دنیاوی تعلیم وترقی کے دشمن ہیں۔
۴۔علماء عام لوگوں کو دین سکھانا نہیں چاہتے اس لیے عوام کو قرآن کی تفسیر سے روکتے ہیں۔ یہ کڑی شرائط وہ اس لیے لگاتے ہیں تاکہ علم دین پر انکی اجارہ داری قائم رہے۔
۵۔علماء ایسے شخص کو ماہر دین تسلیم نہیں کرتے جو انکے مدرسہ سسٹم سے نہ آیا ہو۔
۶۔طالبان نے جس انداز سے دین نافذ کیا یہ حکمت کے خلاف ہے اور پوری دنیا میں انہوں نے اسلام کو ایک سخت اجامد مذہب کے طور پر روشناس کرایا وغیرہ۔

ایسے جملوں سے ذہن میں بہت سوالات اٹھتے ہیں۔(۱) کیا واقعی یہ سب سچ ہے؟(۲) ان باتوں سے متاثر ہو کر پوری علماء کی برادری سے آنکھیں پھیر لی جائیں؟(۳) علماء کی معاشرے میں کیوں ضرورت ہے؟(۴) علماء کی اہمیت ہے یا نہیں؟(۵) اگر ہے تو عالم کے مقام پر ہم کے فائز کر سکتے ہیں کن علوم اور علامات کی بنیاد پر علماء کی تحقیر وتنقید (Criticism) سے بچنا چاہیے یا نہیں؟(۶) علما کے ادب کے بارے میں ہمارا دین کیا کہتا ہے؟(۷) علماء حق اور علماء سوء کی پہچان کیسے ہو؟ وغیرہ۔

عالم کسے کہتے ہیں؟

عالم علم سے نکلا ہے جب یہ لفظ علم دین کے ضمن میں بولا جاتا ہے تو اس سے مراد علوم دینیہ کا ماہر ہے علوم دینیہ میں مختلف علوم آتے ہیں مثلاً علم التجوید، علم الصرف ونحو، فقہ اور اصول فقہ، علم الحدیث، علم العقائد، علم تفسیر، علم القرآن، تاریخ اسلام وغیرہ۔ ویسے تو ان علوم میں سے اکثر پر جسکو عبور حاصل ہو اسکو عالم کہہ سکتے ہیں مگر ایسے مسائل جن میں مشکلات ہوں یا ابہام ہو ان میں ایسے شخص کی بات کو معتبر سمجھا جائے گا جو تمام علوم دینیہ پر عبور رکھتا ہو۔ عالم کو مندرجہ ذیل درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، عالم، فقیہ، اور غیر مجتہد۔

نوٹ: عالم کی تعریف تو گذر گئی عالم فقیہ: العالم بالا حکام الشرعیۃ العملیۃ من الحل والحرمۃ والصحۃ والفساد من النصف بالفقاھۃ

فقیہ عالم اسکو کہتے ہیں کہ وہ شرعی احکام جن کا تعلق عمل کیساتھ ہو حلال حرام صحیح اور فاسد ہونے کے اعتبار سے انکو جانتا ہو اور فقاہت سے متصف ہو (بات کی تہہ تک پہنچنے کی وصف رکھتا ہو)۔

المجتهد: اسم فاعل من اجتهد فی الامر بقدر وسعه و طاقته فی طلبه ليبلغ مجهود و يصل الى نهايه يتضمن جمع الشروط التاليه العلم بالقرآن والسنته والعلم بمسائل الاجماع والعلم باللغة العربية و اسرارها و طرالقهافی التعبير و العلم با صول الفقه أی بطرق الاستنباط و العلم بالناسخ و المنسوخ والاسلام و كمال العقل والفطانة

مجتہد اسم فاعل سے ہے جسکا معنی کوشش کرنا کسی معاملے میں حتی الوسع اپنی طاقت کو خرچ کرنا اور اجتہاد تک پہنچنا اور ان شرائط کا اسمیں موجود ہونا۔

۱۔قرآن اور، ۲۔سنت کا علم، ۳۔اجماعی مسائل، ۳۔لغت عربی اور، ۴۔اسکے اسرار اور، ۵۔اسکی تعبیر کا علم، ۶۔اصول فقہ، ۷۔ناسخ منسوخ کا علم رکھتا ہو، ۸۔عاقل، ۹۔فطین، ۱۰۔مسلمان ہو۔

یہ تو ایک مختصری علمی تعریف تھی جسکے ذریعے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں آدمی عالم ہے؟

مدارس کا کردار

مدرسہ: جب ہندوستان میں مغل حکومت کا چراغ گل ہوا اور مسلمانوں کا سیاسی قلعہ اسکے ہاتھوں سے نکل گیا تو بالغ نظر اور صاحب فراست علماء نے جابجا اسلام کی شریعت وتہذیب کے قلعے تعمیر کر دیے انہیں قلعوں کا نام عربی مدارس ہیں۔آج اسلامی شریعت انہیں قلعوں میں محفوظ ہے اور اسلام کی ساری قوت واستحکام انہیں قلعوں پر موقوف ہے۔اس ایک واقعے کے ذریعہ مدارس کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ پاکستان کے ایک بہت بڑے عالم دین بغداد گئے بغداد وہ شہر ہے جو صدیوں تک عالم اسلام کا پایہ تخت رہا،علوم وفنون کے بازار گرم رہے ہیں۔۔وہاں پہنچے تو کسی سے پوچھا کہ یہاں کوئی مدرسہ ہے؟ علم دین کا کوئی مرکز ہیں؟ کسی نے بتایا یہاں مدرسے کا کوئی نام ونشان نہیں سارے مدارس اسکولوں اور کالجوں میں تبدیل ہو چکے ہیں دین کی تعلیم کے لیے فیکلٹیز ہیں ان میں دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔اسکے اساتذہ کو دیکھ کر یہ پتا چلانا مشکل ہوتا ہے کہ عالم تو کجا یہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ان اداروں میں مخلوط تعلیم رائج ہے مرد وعورتیں ایک ساتھ زیر تعلیم ہیں اور اسلام محض ایک نظریہ ہوکر رہ گیا ہے جسے تاریخی فلسفے کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔زندگیوں میں اسکا کوئی اثر نہیں جس طرح مستشرقین پڑھاتے ہیں آج امریکہ،یورپ اور کینیڈا کی یونیورسٹیوں میں بھی اسلامی تعلیم دی جارہی ہے،حدیث،

فقہ اور تفسیر کی تعلیم کا انتظام ہے اسکے مقالات پڑھیں تو ایسی کتابوں کے نام نظر آئیں گے جنکا سید ھے سادھے علما کو پتہ ہی نہیں ہوتا بظاہر بڑی تحقیق کا کام ہو رہا ہے لیکن ایمان کی دولت کہیں نظر نہیں آتی مغرب کی ان تعلیم گاہوں میں ،،کلیۃ الشریعۃ،، بھی ہے ،،کلیۃ اصول الدین،، بھی ہے لیکن اسکا کوئی اثر زندگی میں نظر نہیں آتا ان میں علوم کی روح فنا کر دی گئی۔

پھر اس عالم دین نے پوچھا کوئی مدرسہ نہ سہی کوئی عالم جو پرانے طریقوں کے ہوں تو انہوں نے بتایا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے مزار کے قریب ایک مسجد میں مکتب قائم ہے اس مکتب میں ایک قدیم استاد رہتے ہیں انکو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے دیکھ کر معلوم ہوکہ واقعۃ پرانے طرز کے بزرگ ہیں دیکھ کر احساس ہوا کہ کسی متقی اللہ والے کی زیارت کی ہے انہوں نے بھی بوریہ پر بیٹھ کر پڑھا تھا۔ روکھی سوکھی کھا کر موٹا جھوٹا پہن کر چہرے پر علوم شریعت کے انوار ظاہر تھے۔

سلام ودعا کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہیں؟ ان عالم نے جواب دیا پاکستان سے آیا ہوں ساتھ اپنے تعلیمی مدرسہ کا بھی بتایا انہوں نے نصاب پوچھا انہوں نے تفصیل بتا دی کتابوں کے نام سن کر انکی چیخ نکل گئی اور رو پڑے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور کہنے لگے کہ کیا اب تک یہ کتابیں تمہارے ہاں پڑھائی جاتی ہیں ؟ انہوں نے کہا الحمد اللہ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ان کتابوں کا نام سننے سے بھی محروم ہو چکے ہیں یہ کتابیں اللہ والے پیدا کیا کرتی تھیں ۔ صحیح علماء پیدا کیا کرتی تھیں ہمارے ملک میں انکا خاتمہ ہو گیا میں آپکو نصیحت کرتا ہوں آپ اپنے ملک کے اہل علم وعوام تک یہ بات پہنچا دیں کہ اللہ کے لئے ہر چیز کو برداشت کر لینا مگر ایسے مدرسوں کو ختم کرنے کو ہرگز برداشت نہ کرنا دشمنان اسلام اس راز سے واقف ہیں کہ جب تک یہ بوریہ نشین جماعت کسی معاشرہ میں موجود رہے اسلام کو دلوں سے کھرچا نہیں جا سکتا لہذا دشمنان اسلام نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کی پوری مشینری لگائی ہوئی ہے۔

اگر عام طرز تعلیم اور مدارس کی طرز تعلیم کا موازنہ کریں تو ایک بات واضح ہے کہ مغربی تعلیم میں عقل پر بھروسہ، دلیل سے بات کو جانچنا اور آگے سے آگے تحقیق پر زیادہ سے زیادہ زور دینا ہے اور زمانے کے موجودہ تقاضوں کے مطابق دین میں دلیل ڈھونڈنا۔ جبکہ مسلمہ مدارس کے اصول میں اسلاف کی عقل پر بھروسہ، امت کے عملی تواتر اور پیچھے سے پیچھے جاتے ہوئے حضور ﷺ کے قدموں تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اسی طرح مدارس میں علم سے زیادہ تقویٰ کو قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔

مدارس کے ذریعے دین کی حفاظت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام کا اور مسلمانوں کا

دشمن مدارس کے خلاف آواز اٹھارہا ہے اُسے وہاں سے اسلام کے نفاذ کا خطرہ محسوس ہورہا ہے اپنوں سے نہ سہی دشمن سے ہی سبق حاصل کر لینا بڑی بات ہے یعنی جو دشمن کی نظر میں خطرہ ہے وہی ہماری بقا ہے

دہشت گردی کو فروغ دینے کا ذمہ دار کون مدارس یا عصری دانش گاہیں؟

آج کل امریکہ اور مغربی قوتیں مدارس دینیہ کو نشانہ بنا کر در حقیقت قرآن، اسلام، دین اور علماء کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دین کا محافظ مالک الملک ہے۔ دین کو عام کرنے والا محمد ﷺ ہے۔ دین کو دوسروں تک پہنچانے والا مبلغ، مولوی اور مجتہد ہے۔ اور اس کی سرحدی اور علمی حفاظت مجاہد اور مدرسے نے کی۔ محراب میں اس دین کو پڑھا جاتا ہے۔ دیکھیے سب میں "میم" آتا ہے۔ تو سب کا محافظ مالک الملک اللہ ہے۔ اکبر سے لیکر شریف تک اور اکبری دین سے لیکر آج کی جدیدیت تک اور برطانیہ سے لیکر روس تک یہ مدارس ختم نہ کر سکے۔ تو اب امریکا اور یورپ کس طرح ختم کر سکے گا۔ بھارت میں چودہ ہزار، بنگلہ دیش میں دس ہزار، عرب امارات میں تیراں ہزار، جنوبی افریقہ اور برطانیہ میں دو دو سو، موزنبیق اور امریکہ کویت میں پچاس پچاس مدارس موجود ہیں۔ اور الحمد للہ یہ ترقی کر رہے ہیں۔ لہذا دشمنوں کے مخالف کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ مدرسوں کے خلاف بہت پروپیگنڈے ہوئے۔ لیکن ان کے گھر سے دو افراد ایسے اٹھے۔ پیٹر برگن اور سوائی پانڈے جوان کے گھر کے ہیں۔ اور انہوں نے تحقیق کے بعد اپنی محنت سی آئی اے اور اہم میڈیا اور اداروں کو بھیج دیا جو مندرجہ ذیل ہے۔

"دہشت گردی کے نام پر کی جانے والی جنگوں میں یہ بات بڑے پیمانے پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اسکول جنہیں مدارس کے نام سے جانا جاتا ہے جس میں پڑھنے والے زیادہ تر افراد غریب گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں، دراصل طلبہ کو دہشت گرد بناتے ہیں۔ گزشتہ سال سابق امریکی وزیر خارجہ کولن پاویل نے مدارس کی یہ کہتے ہوئے مذمت کی تھی کہ یہ مدارس دہشت گردوں اور بنیاد پرستوں کو پروان چڑھانے کے اڈے ہیں۔ گذشتہ سال ہی امریکی وزیر دفاع ڈونالڈ رمسفیلڈ نے سوالیہ انداز میں ایک پر موقع کہا تھا:

"کیا ہم اتنے زیادہ دہشت گردوں کو گرفتار، قتل یا ختم کر رہے ہیں جتنے زیادہ اہل مدارس اور انقلابی فکر رکھنے والے افراد انہیں ہمارے خلاف متحد اور تربیت دے رہے ہیں؟"

مضمون نگار ڈونالڈ رمسفیلڈ کے بیان پر طنز کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مدارس فنڈا منٹلزم کو پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ دہشت گرد قرآن کو زبانی حفظ کرتے اور یاد کرتے ہیں۔ اس طرح کے اسکول نہ تو ٹیکنیکل تعلیم دیتے ہیں اور نہ ہی Linguistic Skills پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جو ایک تجربہ کار دہشت گرد بننے کے لئے ضروری ہیں۔ بہر حال مدارس کے متعلق ایک بھی ایسا ثبوت نہیں ہے جو یہ ثابت کرتا ہو کہ یہ ایسے دہشت گردوں کی تربیت دے رہا ہے جو مغرب پر حملہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔"

امریکہ کو مشورہ دیتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے:

"جہاں تک قومی تحفظ کا مسئلہ ہے تو امریکہ کو ان مسلم فنڈا منٹلسٹ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں جو اس سے اتفاق نہیں رکھتے البتہ ان دہشت گردوں سے ضرور ڈرنے کی ضرورت ہے جو امریکہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔"

مضمون نگار نے اس موضوع پر باقاعدہ ریسرچ کیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اس نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جو لوگ حملہ کرتے ہیں ان کا بیک گراؤنڈ اور پس منظر کیا ہے؟ مضمون نگار لکھتا ہے:

"حال ہی میں مغرب کے خلاف کئے جانے والے بہت ہی بھیانک دہشت گردانہ حملوں میں تقریباً ۷۵ دہشت گردوں کی تعلیمی پس منظر کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ مجھے پتا چلا کہ ان میں اکثریت یونیورسٹی کے فارغین کی ہے اس میں بھی بیشتر کا بیک گراؤنڈ ٹیکنیکل تعلیم سے ہے جیسے انجینیرنگ۔" اب مضمون نگار ایسے ۳ خودکش حملوں میں شامل افراد کا تعلیمی پس منظر تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"۳ حملے ایسے ہیں جن کے مرتکب افراد کے خلاف پوری تفصیلات موجود ہیں اور ان کا تعلیمی پس منظر بھی موجود ہے۔"

"۱۔ ۱۹۹۳ء میں امریکی ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر کیا جانے والا حملہ۔

۲۔ ۱۹۹۸ء میں کینیا اور تنزانیہ میں امریکی سفارت خانہ پر کیا جانے والا حملہ۔

۳۔ ۲۰۰۲ء میں ۱۱ ستمبر کا اور بالی میں کیا جانے والا حملہ۔"

"اس میں ۵۳ فیصدی ایسے دہشت گرد ہیں جن کے پاس باقاعدہ یونیورسٹی کی ڈگریاں ہیں یا یونیورسٹی سے کسی نہ کسی طرح ان کا تعلق رہا ہے۔ جو بات غور کرنے کی وہ یہ کہ ۵۲ فیصدی امریکی یونیورسٹی جاتے ہیں۔ اور دہشت گردوں کا یونیورسٹی میں حصول تعلیم کا تناسب بھی یہی ہے اور وہ اسی طرح تعلیم حاصل کرتے ہیں۔"

اب مضمون نگار پر حملہ میں شامل افراد کا بہت ہی گہرائی سے جائزہ لیتا ہے اور تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ''۱۹۹۳ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کرنے والوں میں ۱۲ افراد شامل تھے اور یہ تمام کے تمام یونیورسٹی کے فارغین تھے۔''

9/11 کا پائلٹ اسی طرح Secondry Planner تھا جیسا کہ 9/11 کمیشن نے پہچان کی ہے تمام نے مغربی یونیورسٹیوں کی خاک چھانی ہے کیونکہ شرق اوسط سے کسی کے لئے بھی مغربی یونیورسٹی میں تعلیم کا حصول بڑے ہی فخر و شرف کی بات ہے۔''

''محمد عطا جو 9/11 کا قائد تھا اس کے پاس جرمن یونیورسٹی کی ڈگری تھی۔ خالد شیخ محمد 9/11 کا Operational Planner تھا اس نے نارتھ کرولینا سے انجینئرنگ کیا تھا۔''

''ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ ۲۵ ہوائی جہاز کا اغوا کرنے والوں میں اور منصوبہ سازی کرنے والوں میں سے ایک تہائی نے یونیورسٹی میں حاضری دی تھی۔''

''تقریباً ۷۵ دہشت گردوں کے متعلق میں نے چھان بین کی جس میں صرف ۹ انے مدارس میں حاضری دی تھی اور یہ تمام صرف ایک حملہ میں شامل تھے اور وہ تھا ''بالی بم دھماکہ'' اور اس میں تقریباً ۱۵ مجرم، ماسٹرمائنڈ جنھوں نے بالی حملہ کی منصوبہ سازی کی یا تعاون کیا یونیورسٹی کے فارغین تھے۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غربت کی وجہ سے دہشت گردی بڑھ رہی ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے:

''اس طرح کا تصور کہ غربت کی وجہ سے دہشت گردی پھیل رہی ہے، یہ ایسی فکر ہے اور ایسا خیال ہے جس کے متعلق گہرے مطالعہ نے اس حقیقت کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔''

مدارس کی تعلیم اور اس میں پڑھائی جانے والی تعلیم دہشت اور نفرت کو بڑھاوا دیتی ہے۔ مدارس کے خلاف بہت سے الزامات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے:

''یہ خیال کہ مدارس نئی نسل میں ایسے افکار و خیالات کو فروغ دے رہے ہیں جس کی وجہ سے سرپھرے نوجوان مغرب کے خلاف مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں حملہ کرتے ہیں جبکہ یونیورسٹی کے طلبہ ایسا نہیں کر پاتے۔ جیسا کہ بیشتر واقعات میں دیکھا جاتا ہے۔ دراصل ہمارے مطالعہ میں دو ایسے دہشت گرد ہیں جن میں سے ایک کے پاس مغربی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تھی اور دوسرا پی ایچ ڈی کر رہا تھا۔''

مضمون کا یہ حصہ اگرچہ پاکستان کے مدارس سے متعلق ہے لیکن ہندوستان اور دیگر ملکوں میں مدارس کے متعلق جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں انہیں بھی ایسی ہی صورتحال کا سامنا ہے۔

" ورلڈ بینک کے زیر نگرانی کی جانے والی رپورٹ میں جو اپریل میں شائع ہوئی ہے پاکستان میں مدارس کے بڑھتے ہوئے اثرات پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے کہ یہاں ایسے اسکول ہیں جن میں امریکی مخالف جذبات اور احساسات کو فروغ دیا جاتا ہے۔"

"9/11 کمیشن کی رپورٹ میں جو اعداد وشمار بتائے گئے ہیں اور جس میں مختلف اخبارات کی رپورٹ سے حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ پاکستان میں تقریباً ۱۰ فیصد ہی ایسے طلبا ہیں جو مدارس میں پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ رپورٹ تیار کرنے والے کالم نویس کا خیال ہے کہ اس میں ایک فیصد سے بھی کم طلبہ ایسا کرتے ہیں۔"

مسلمانوں میں اور مسلم ملکوں میں مدارس کا ایک اہم رول رہا ہے۔ خصوصاً بنیادی تعلیم کو فروغ دینے کے شعبہ میں مدارس اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ مسلمانوں میں بنیادی تعلیم کے فروغ میں مدارس کی کتنی حصہ داری ہے اور مسلمانوں کو بنیادی تعلیم کہاں سے ملتی ہے تو اس سلسلے میں مدارس کا رول کافی نمایاں ہے۔ مدارس نے مسلمانوں میں بنیادی تعلیم کے فروغ و اشاعت میں اہم رول انجام دیا ہے۔

اس موضوع پر کالم نگار لکھتا ہے کہ مدارس امریکہ کیلئے خطرہ نہیں ہوسکتے وہ لکھتا ہے:

"مسلمانوں میں اور مسلم ملکوں میں تعلیم کو فروغ دینے اور مسلمانوں کو ترقی دینے میں مدارس بہت بڑا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور یہ ایک اہم موضوع ہے یہ مدارس امریکہ کیلئے خطرہ نہیں ہیں اور امریکہ کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ یہ مدارس ملک کے لئے خطرہ ہیں۔"

"ہر سال امریکہ اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ، اور ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ وغیرہ کے تعاون سے اربوں ڈالر شرق اوسط اور جنوبی ایشیا میں تعلیم پر خرچ کرتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اس کو وہاں خرچ کرے جہاں اس پیسے کی ضرورت ہے دہشت گردی کے خاتمہ کیلئے نہیں جس کا مقصد کبھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔"

علما کی جانچ پڑتال

اب تک کے بحث کا حاصل یہ ہے کسی بھی شخص کو عالم دین کے منصب پر پہنچانے سے پہلے اسکے علم دین کی نوعیت (Depth) مہارت اور طریقہ حصول علم کو جانچنا بے حد ضروری ہے اس کے علاوہ ایک معیار اور بھی ہے جس پر پرکھنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے کہ مستند علماء کی برادری کا اس شخص پر اعتماد ہے یا نہیں؟ چونکہ علم دین اللہ کی امانت ہے جسے پوری احتیاط اور حفاظت کے ساتھ آئندہ نسلوں تک پہنچانا ضروری ہے اس لیے اہل علم کی جتنی جانچ پڑتال کی جائے کم ہے یاد رکھیں جب کسی کو دین حق کی تلاش ہوگی وہ اہل حق کو تلاش کرتا رہے گا۔ جب تک کہ وہاں پہنچ نہ جائے اسے شرح صدر نہ ہوگا۔

اور جب اسے شرح صدر ہو جائے گا تو وہ اس جماعت کے اکابرین کے قدموں کی خاک بننا پسند کریگا نہ کہ اپنی علیحدہ مسند سجانے کو۔ آج امت میں دین کے نام سے کئی جماعتیں اور فرقے وجود میں آچکے ہیں۔ ان میں اہل حق کی جماعتیں بھی ہیں اور اہل باطل کی بھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اہل حق کی ایک جماعت ہو (لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ ہوگا ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربلک ولذالک خلقہم اور یہ ہمارا امتحان ہے کیا جھوٹے انبیاء پیدا نہیں ہوئے؟) تب بھی آج کی اہم ضرورت یہ ہے کہ امت کو مزید تفریق سے بچایا جائے۔ اور جو بھی دین کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہو وہ انہی میں سے کسی کی شاخ بن جائے نہ کہ علیحدہ درخت بننے کی کوشش کرے۔ ایک نئی نظریاتی جماعت بنانے میں کئی قباحتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ

(۱)۔ موجودہ کسی جماعت پر اعتماد نہیں ہے۔

(۲)۔ اسی جماعت میں اپنی کوئی نئی بدعت ہے۔ (ان نئی بدعتوں سے بدعتیں فروغ پاتی ہیں)

(۳)۔ یہ جماعت اسلاف کے طرز پر نہیں۔ اپنے نظریات لے کر آئی ہے۔

بہرحال نئے ناموں سے نئے فرقے جنم لیتے ہیں۔ امت تقسیم ہوتی ہے انکی صلاحیت، مال، وقت تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ ساری قوتیں ایک مقصد میں صرف ہوں تو اجتماعیت کو قوت ملے گی اور امت مضبوط ہوگی۔ جو جماعتیں آج وجود میں آچکی ہیں انکا بھی یہ فرض ہے کہ جزوی اختلافات سے عوام کو دور رکھیں اور علمی مسائل علماء آپس میں مل بیٹھ کر حل کریں نہ کہ انھیں عوام میں اچھالیں۔ اس سے صرف نفرتوں میں اضافے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

علماء برادری میں داخل ہونے والے نئے شخص کی جانچ پڑتال کیوں ضروری ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی جانچ پڑتال کی ضرورت کیوں ہے؟ تو اس لیے کہ جتنی قیمتی چیزیں ہوتی ہیں سونا، چاندی، ہیرا وغیرہ ان سب کی نقل بنائی جاتی ہے۔ چونکہ اصل کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جس کو ادا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی اس لیے وہ اصل کچھ نقل ملا کر بظاہر اصل کے مشابہ ایسی چیز جو نسبتاً سستی مل جائے مارکیٹ میں آجاتی ہے۔ تاکہ وہ شخص بھی جو اصل کی قیمت نہ دے سکتا تھا۔ اسکو استعمال کر کے اس طبقہ میں خود کو شمار کر سکے جو اصل کی قیمت دے کر اسی کو خریدتا ہے۔

اسی طرح لوگوں کی اشد ضرورت کے پیشے ڈاکٹر، انجینئر بھی اصلی نقلی ہوتے ہیں۔ لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ یہ سونا نقلی ہے تو کیا وہ خریدے گا؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ نقلی چیز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو بتایا جائے کہ فلاں ڈاکٹر نقلی ہے تو کیا وہ اپنی جان کو risk میں ڈالے گا؟ یا کوئی بتا دے کہ فلاں انجینئر نقلی ہے تو کیا اس سے کوئی تعمیر کرائی جائے گی؟

یہ تو اصل اور نقل کی بات تھی۔ چلیں مان لیا کوئی ڈاکٹر (Doctor) ہے یا انجینئر (Engineer) تو کیا ماہر اور غیر ماہر کا فرق نہیں ہے؟ (Reputation) شہرت نہیں دیکھی جاتی؟ عام ڈاکٹر اور ماہر ڈاکٹر سپیشلسٹ میں فرق نہیں۔ کسی ڈاکٹر سے پوچھ کر تو دیکھیں کہ (Specialization) کا مرحلہ ہوتا کیا ہے اور پھر اسے عام ڈاکٹر سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کتنا بڑا فرق ہے۔ کئی چیزیں دیکھنے کی ہوتی ہیں۔ (۱)۔ کس ادارے سے تعلیم حاصل کی۔ (۲)۔ اساتذہ کا معیار کیا تھا۔ (۳)۔ تجربہ (ہاؤس جاب) کتنا ہے۔ (۴)۔ اس خاص فیلڈ کے لوگوں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے۔ (۵) اگر ڈاکٹر ہے تو جن لوگوں نے اس سے علاج کرایا انکی صحت کا کیا حال ہے۔ اگر انجینئر کی عمارت ہے تو اس پر ماہرین کی رائے کیا آئی؟۔ (۶) بعض لوگوں کے کام میں ایسے باریک اور کاری نقص ہوتے ہیں جو بہت بعد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اور بھی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ فوری نقص کا فوری علاج ممکن ہوتا ہے اگر دیر ہو جائے تو زیادہ لوگوں کے متاثر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اب ان مثالوں کو علم دین سے وابستہ لوگوں پر ثبت کریں تو بات واضح ہوگی کہ کسی بھی عالم کی جانچ پڑتال کیوں ضروری ہوتی ہے۔

معاشرے میں علماء کی اہمیت وضرورت

(The need & Importanc of Ulama in the Society)

علم دین کی اہمیت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ دین ایسا ارزاں ہو گیا ہے کہ ہر شخص جو ذرا بھی بولنا یا لکھنا جانتا ہو وہ واقف اسرار شریعت ہے۔ محقق ملت ہے اسکی تحقیق کے خلاف قرآن وحدیث قابل قبول نہیں جتنا بھی یہ روشن دماغ علماء کے خلاف زہر اگلیں۔ اور علماء کے خلاف جھوٹ یا سچ الزام لگا کر عوام کو ان سے دور کریں وہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ انکی غلط باتوں کی اور دین کی تحریف کی پردہ دری علماء کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ خوف تم پر اس منافق سے ہے جو زبان کا ماہر ہو" یہ لوگ اپنی شستہ تقریر وتحریر سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر گمراہ کرتے ہیں۔ علم دین کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دین کے اجزاء کے متعلق ہر فن کے خواص کو ممتاز فرما دیا۔ یعنی مختلف شعبے بنا دیئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خطبہ فرمایا۔ جس میں یہ اعلان فرمایا کہ جس شخص کو کلام اللہ کے بارے میں پوچھنا ہو وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جس کو فقہ کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے البتہ جس شخص کو مال (بیت المال میں سے) طلب کرنا ہو وہ میرے پاس آئے۔ تابعینؒ کے زمانے میں ہر شعبہ کی مستقل جماعتیں قائم ہو گئی تھیں۔ محدثین کی جماعت علیحدہ، فقہاء کی علیحدہ، مفسرین کا گروہ مستقل، واعظین کا مستقل، صوفیہ کا مستقل لیکن ہمارے زمانے میں ہر شخص اتنا جامع الاوصاف ہے کہ معمولی سی عربی عبارت لکھنے لگے، یا تقریر برجستہ کرنے لگے تو وہ دین ومذہب میں جو چاہے کہے۔ بیان کردے مجال ہے کوئی انکی گمراہی کو واضح کر سکے یا اس پر نکیر کر سکے۔ جو یہ بات کہے کہ یہ بات اسلاف کے خلاف ہے تو یہ کہتے ہیں کہ وہ نکیر کا فقیر ہے، تنگ نظر ہے۔ پست خیال ہے۔ تحقیقات جدیدہ سے عاری ہے۔ لیکن جو یہ کہے کہ آج تک جتنے اکابرؒ نے اسلافؒ نے جو کچھ کہا وہ سب غلط ہے۔ یہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس نے خطا کی" مگر یہ لوگ قرآن پاک کی ہر آیت میں سلف کے اقوال کو چھوڑ کر نئی بات پیدا کرتے ہیں۔ اور صریح ظلم یہ ہے کہ علما کو ہر شخص مشورہ دیتا ہے کہ تفریق "فرقہ واریت" نہ کریں اور تفسیق (فاسق کہنا) نہ کریں اور تکفیر (کفر کا فتویٰ) نہ لگائیں۔

لیکن دوسری طرف یہ "روشن دماغ" دین کی حدود سے نکلیں، یہ "روشن دماغ" آ تمہ

مجتہدین کو گمراہ بتاتے ہیں اور یہ فقہ کو ناقابل عمل بتاتے ہیں۔ پھر بھی وہ جدا رہتے ہیں اور جو اسکے خلاف آواز اٹھائے وہ دین کا دشمن ہے، مسلمانوں کا بدخواہ ہے وہ کافر بنانے والا ہے حالانکہ اگر غور کیا جائے تو علماء بناتے نہیں بتاتے ہیں اس لیے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرے وہ اپنی رضا و رغبت سے یا اپنی روشن خیالی سے یا اپنے جہل سے کافر تو خود بن چکا ہے خواہ کوئی عالم اسکو بتائے یا نہ بتائے۔ اگر غور کیا جائے تو بتانے والے کا تو احسان ہے کہ وہ اس پر تنبیہ کر رہا ہے متنبہ کر رہا ہے کہ جو چیز تم نے اختیار کی ہے وہ اسلام سے نکال دینے والی چیز ہے اور کفر میں داخل کرنے والی چیز ہے اگر دین کا فکر ہے تو اس تنبیہ (Caution) پر متنبہ (Concious) ہو جانا چاہیے۔ اگر کہنے والے کے قول پر اعتماد نہیں تو خود تحقیق کر لینی چاہیے کہ اسکا قول صحیح ہے یا غلط، بعض اوقات غلط بھی ہو سکتا ہے مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ غلط ہی ہو اس لیے یہ نظریہ کہ مغربی تعلیم کے زیر اثر یا دین سے ناواقفیت کے سبب کہنے والا جو چاہے کر گزرے اسکو بے دین (کافر) نہ کہا جائے۔ یہ طرز علم دین کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ناواقفوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والا طرز عمل ہے۔

ایسی صورت و حالات میں کیا ضروری نہیں کہ دین کے ضمن میں بہت احتیاط سے کام لیا جائے محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں جماعت فلاں کو بے دین کہتی ہے اور فلاں جماعت فلاں کو اس لیے اب کسی کا اعتبار نہیں رہا۔ تو ذمہ داری ساقط نہیں ہو جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے اب ہر کسی پر یہ ذمہ داری عائد ہو گئی۔ کہ جن وجوہ کی بناء پر ایک جماعت دوسری جماعت کو دین سے دور بتاتی ہے اسکی وجوہات علم دین سے تلاش کی جائیں کہ ان امور سے واقعی کفر یا بے دینی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر واقعی ایسا ہو تو اپنے آپ کو اور دوسروں کو اس سے بچانا بہت ضروری ہے۔

﴿علماء دین دوسروں پر کیوں گرفت کرتے ہیں﴾

اصل دین حضور ﷺ کی اتباع ہے اس اتباع کا نمونہ خلفاء راشدین کے دور میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے اس دور میں اس اتباع سے ذرا سا دور ہونا بھی سخت مشکل اور شاق تھا چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں جبکہ ہر طرف ارتداد کا دور تھا حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ نے استدعا کی کہ تھوڑی سی نرمی فرما دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا اور ارشاد فرمایا کہ "خدا کی قسم جو شخص ایک بکری کا بچہ زکوۃ کا حضور ﷺ کے زمانے میں دیتا تھا اب نہ دے اس سے بھی قتال کروں گا" (بخاری شریف) آج وہ وہ دانستہ کوئی نماز نہیں پڑھتا اور بہت سے پہلوؤں سے کفر کے گڑھوں میں پڑا ہوا

ہے بڑے فخر سے کہتا ہے ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے یہ مولویوں کا کام ہے۔ خیر القرن کے جیسوں
واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار کفر وارتداد ہے اور جو
لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ہیں یہ مولویوں کا کام ہے ظاہر ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ یہ
صرف علما کا کام ہے غیر عالم نہ کسی کے کام کے نقص کو سمجھ سکتا ہے نہ کفر کو ہاں یہ ضروری ہے کہ بغیر کسی
شرعی حجت کے کسی کو بے دین یا کافر کہنا ناجائز وحرام ہے اور اس بات کا تعین بہت ضروری ہے کہ کسی
شخص کی تعریف یا اسپر نکیر کس حد تک جائز اور کن قواعد کے تحت جائز ہے ؟ اور کس حد تک ناجائز؟
پھر علماء لوگوں کی گرفت اس وجہ سے بھی کرتے ہیں کہ اللہ نے دین کی حفاظت کا کام ان کے ذریعے سے
کروایا اور اسلئے بھی کہ عوام کی اصلاح اور فلاح علما کی صلاحیت پر موقوف ہے دین کی حفاظت ایسا نازک
کام ہے اور اس کی اتنی بھاری ذمہ داری ہے اسلئے کہ علماء کرام نے قرآن کی تفسیر کے کچھ اصول مرتب
کئے۔ تاکہ لوگوں تک صحیح دین پہنچ جائے۔

قرآن کی تفسیر کرنے کے آداب اور اصول

قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے جس کے لے صرف عربی جان لینا
ہی کافی نہیں بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مفسر قرآن کے لیے
ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو وصرف اور بلاغت وادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ وتفسیر او
عقائد وکلام کا وسیع علم رکھتا ہو۔ عربی کی معمولی شدبدرکھنے والے لوگ جنھیں عربی پر مکمل عبور نہ ہو۔
بعض اوقات من مانے طریقے پر تفسیر شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے
درپے ہو جاتے ہیں۔ بعض ستم ظریف صرف ترجمہ پڑھ کر اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں اور
بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔ دنیاوی علوم کی مثال سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ محض انگریزی زبان جان لینے سے کوئی ڈاکٹر نہیں بن جاتا۔ اس کے ساتھ ایک اور مثال کو سمجھنا بھی
بہت ضروری ہے کہ کوئی مجاھد جہادی ٹریننگ لے گا تو اپنوں سے لے گا۔ دشمنوں سے جہادی تربیت
لے کر آئے ہوئے شخص کو کوئی اپنی فوج میں شامل نہیں کرے گا۔ یہی مثال مغربی ممالک سے دینی تعلیم
حاصل کر کے آنے والوں کی ہے جو لوگ دین حق کو دین نہ مانتے ہوں اور حضور ﷺ کو نبی نہ مانتے ہوں
ان سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرنا مذاق نہیں تو کیا ہے؟۔
ایسا ادارہ جہاں حدیث کی تعلیم دینے والا منکر حدیث اور منکر رسول ﷺ ہو۔ چینٹ کوٹ میں

کھڑا تعلیم کے دوران قرآن پر بھی کبھی اپنا پائپ (سگار) بھی رکھ دے۔ اس ماحول اور ایسے شخص سے کیسی تعلیم آئی ہوگی اور اسکے کیا اثرات ہونگے۔ کوئی بھی مسلمان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ ہر علم وفن کو سیکھنے کا ایک خاص طریقہ اور اسکی مخصوص شرائط ہوتی ہیں۔ جنھیں پورا کیئے بغیر اس علم وفن میں اسکی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا "قرآن وحدیث کا ان معنوں پر عمل کرنا ضروری ہے جو علمائے حق نے کتاب وسنت سے سمجھے ہیں اگر بالفرض اسکے خلاف کوئی معنی کشف یا الہام سے ظاہر ہوں انکا ہرگز اعتبار نہیں اور ایسے معنی سے پناہ مانگنا چاہیے اور اللہ جل جلالہ سے دعا کرنا چاہیے کہ اس گرداب سے نکال کر علمائے حق کی صائب رائے کی موافق امور کی ظاہر فرمادے انکی رائے کے خلاف کوئی چیز بھی زبان سے ظاہر نہ کرے اور اپنے کشف کو ان معنی کی موافق بنانے کی کوشش کرے جو ان حضرات نے سمجھے ہیں اسلئے کہ جو معنی ان حضرات کے سمجھے ہوئے معنی کے خلاف دل میں آئے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ساقط ہے کیونکہ ہر گمراہ شخص اپنے معتقدات کو قرآن وسنت سے ثابت کرنا چاہتا ہے اور یہ بات کہ حضرات اسلاف نے جو معنی بیان کیے وہ صحیح اسلئے ہیں کہ ان حضرات نے ان معانی کو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اساس سے سمجھا اور ہدایت کے ستاروں کے انوار سے اخذ کیا ہے۔

درمنثور میں متعدد صحابہؓ وتابعینؒ سے ،،الحاد،، کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ قرآن پاک کی آیات کو کسی دوسرے محل پر محمول کیا جائے۔ اسلئے کہ سینکڑوں احادیث میں تو سلف کی اتباع کا حکم ہے۔

ابن ابی الدنیا کا قول ہے کہ علوم قرآن ایسا سمندر ہے کہ جسکا کنارہ نہیں جن علوم کا جاننا علم التفسیر کے لیے ضروری ہے وہ عالم کے لیے بطور آلہ ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے ہے جسکی ممانعت آئی ہے۔ ،،کیمیائے سعادت،، میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کے تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔

(۱) جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو (۲) جو شخص کسی کبیرہ پر مصر ہو یا بدعتی ہو اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے معرفت قرآن سے محروم رہتا ہے (۳) جو شخص کسی اعتقادی مسئلے میں ظاہر کا قائل ہو کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو۔

حدیث شریف: جب بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا (الحدیث)

علامہ سیوطیؒ: فرماتے ہیں شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندے کی قدرت سے

باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اسکے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جن پر حق تعالیٰ اسکو مرتب کرتے ہیں۔ مثلاً 1 علم پر عمل 2 دنیا سے بے رغبتی ایک حدیث کی شرح میں ہے کہ

بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن انکو لعنت کرتا ہے۔

(فضائل قرآن، از مولانا محمد زکریا)

اس لیے کہ اگر کسی شخص کے عقائد درست نہ ہوں۔ تو قرآن شریف پڑھنے سے اسکی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ دین کیلئے تین اشخاص آفت ہیں فاجر فقیہ، ظالم بادشاہ اور جاہل مجتہد۔

گیارھواں حصہ

موجودہ فتنے اور انکی کجروی کی وجوہات

اسوقت احیاء دین کی عصری تحریکوں (Current Movements) اور جماعتوں کے سربراہ، روح رواں (Flag-Bearer)، لیڈرز و متعلقین میں ایسے جدید (Innovative) مفکرین اور جدت پسند سکالرز شامل ہیں کہ جنہیں باضابطہ و باقاعدہ طور پر قرآن و حدیث پڑھنے اور فقہ و قانون کے ماہر علماء اُمت کے سامنے زانوئے تلمذ بچھانے کی بجائے سکول، کالجز، یونیورسٹیز اور پھر ستم بالائے ستم مغربی دنیا کی نصرانی، یہودی سکالرز سے اسلامی تعلیمات کی ناقص جھلکیاں دکھائی گئیں ایسے لیڈرز و سربراہ اپنی ذاتی محنت و مشقت، حافظے کی خوبی اور تقریری صلاحیت کی بدولت اسے جس رنگ میں چاہتے ہیں قوم کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہ ملحدین و مستشرقین (Orientalist) کی گہری چال ہے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے والے بہت سے فتنوں میں ایک نیا فتنہ ہے کہ بجائے اسکے کہ غیر مسلم اقوام میں سے کوئی قرآن و سنت میں تحریف کی کوشش کرے مسلمانوں کے اندر سے اسکے ذہین طباع خواتین و حضرات کے ذہنوں کو اس نہج پر تیار کرے کہ ان سے اُمت کے بگاڑ کا کام لیا جائے۔ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

اور ہمارے اپنے مسلمان جو تقریر و تحریر کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے انہوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکے اُمت کے اندر اس طبقے کو جو دنیاوی تعلیم سے تو خوب آراستہ تھے لیکن دینی تعلیم سے بے بہرہ تھے یا ایسا طبقہ جو دینی علوم سے خاطر خواہ آگاہ نہیں تھے ان جدت پسند سکالرز سے

خوب حمایت ہوا مذہب کے حدود سے اور دین سے آزاد، علوم قرآن وسنت سے بے خبر نو تعلیم یافتہ نوجوانوں میں "فہم قرآن" کے دلکش نعرے کے ساتھ کام ہونے لگا اور رفتہ رفتہ ان فتنوں کی خرابیاں، بگاڑ وقت کے ساتھ ساتھ ابھر کر سامنے آنے لگیں۔ "اجتہاد" (مخصوص علم رکھکر قرآن و حدیث سے مسائل کا نکالنا) کی دعوت سے "الحاد" (اجتہاد کیلئے مخصوص علم نہ رکھکر قرآن وحدیث کی من مانی تشریح) کی دعوت کو فروغ حاصل ہوا۔ سنت کو زندہ کرنے کے نام پر جاری سنتوں پر بے یقینی پھیلائی گئی اتفاق پر بولنے کے باوجود اجماعی مسائل سے اختلاف پیدا کیا گیا۔ شرعی حقائق و مسائل سے ناواقفیت کی بناء پر عوام الناس ایسی تحریکوں سے جڑ کر اسلاف سے کٹ گئے اور اخلاف (بعد میں آنے والے) کو سب کچھ سمجھا جانے لگا دین کے مزاج و روح سے بے خبر اور نا آشنا رہ کر محض الفاظ اور خوشنما نظریات کی مالا جپنے اور اُسے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور مقصد زندگی سمجھا جانے لگا وہ دین جو زمانے، قوموں اور افراد کو پلٹ دیتا تھا اس دین کو زمانے کے مطابق بنایا گیا۔ "خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں"۔

قادیانیت، پرویزیت، انکار قرآن، انکار حدیث، انکار فقہ، اسلاف پر بے اعتمادی، آئمہ امت کے اصول وضوابط اور تقلید واجماع سے آزادی اور اس نوع کی جتنی تحریکیں اور فتنے مسلمانوں میں اٹھے جنکا سرچشمہ ایک ہی ہے کہ آئمہ کرام کا قرآن وحدیث سے مستنبط کردہ اجتہادی مسائل اور انکے اصول وقواعد اس جدید دور میں اقامت دین اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کیلئے ناکافی ہیں لہٰذا آجکے دور میں بزعم خویش یہ خواتین وحضرات جب ضرورت سمجھیں اجتہاد مطلق کا دروازہ کھولکر جدید دور کیلئے جدید اسلام کا تحفہ پیش کر سکیں اور اسلامی قوانین کو بازیچہ اطفال بنا دیا جائے۔ ان خیالات و نظریات کے نعرے (ان غلط لوگوں کے ہاں) "اقرب الی السنۃ" اور "اقرب الی الصواب" (مسنون اور درست عمل کے قریب) ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکا انجام اقرب الی الھویٰ (خواہش نفس کے قریب) اور اقرب الی "حظ نفس" (نفس کا مزا اٹھانا) ہے۔

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے سب انتہائی ذہین حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے بلکہ علماء حق میں سے بہت سے صاحب عقل اپنی شدت ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کر کے غلط افکار و نظریات کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اس گمراہی کی سب سے بڑی وجہ اپنے علم وعقل پر اعتماد کر کے علمی کبر اور اپنی رائے پر غرور

ہے چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے لہذا مخلوق کا ایک بڑا حصہ انکی تحریر و تقریر سے مسحور ہو کر انکا معتقد ہو جاتا ہے۔ جو شخصیت امت کی ہدایت وارشاد کے کام آسکتی تھی وہ امت میں گمراہی کا ذریعہ بن جاتی ہے ہر دور میں انکی مثالیں موجود رہتی ہیں۔

بہر حال جب انتہائی علمی قابلیت والے انتہائی ذکاوت (Genius) والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات جو اللہ والوں کی باکمال صحبت سے محروم ہوں اور ذہین ہوں تو وہ بہت جلد اپنی رائے کے صحیح ہونے کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر امت کی تحقیر اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک و تنقید (Criticism) کر کے گہرے گڑھے میں گر کر تمام امت کیلئے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں اور بھولے بھالے مداح یہ سمجھتے ہیں کہ دین قیم کا آخری سہارا اسی سکالر کی ذات ہے۔

انکی تحریکوں، اداروں، درس و وعظ کے حلقوں میں کی جانے والی تقاریر پر نظر ثانی ڈالی جائے تو جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ ایک "نیا اسلام" مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور لوگ نیا اسلام تب ہی قبول کریں گے کہ جب پرانے اسلام کے در و دیوار منہدم کر کے دکھا دیے جائیں او مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ چودہ سو سال کا اسلام جو ہمارے ساتھ ہے وہ ناقابل عمل ہے لہذا ایسی تحریکوں، جماعتوں، اداروں کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے خواہ طالب علم ہوں خواہ درس و وعظ کی محفلوں میں شریک خواتین و حضرات ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اسکے تقاضوں کیساتھ اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا اور جو جتنا زیادہ سکالرز اور ان کی تحریکوں کے قریب اور متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال میں انتہائی راسخ اور پکا ہو جاتا ہے۔ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور فتنوں کی جڑ ہے یہ ایسا نقطہ اپنی ذات میں اتنا بڑا شر ہے کہ اسکے مقابلے میں پھر اس ،، خیر ،، میں کوئی وزن نہیں رہتا ہے جو بظاہر کچھ چیزوں میں اس کے متعلقین میں نظر آتی ہے ان نقطہ کو اگر کوئی ہلکا اور معمولی سمجھتا ہے تو دراصل وہ امت میں گزرے ہوئے گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کے تحریک سے ناآشنا ہے فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا۔

یہ تحریکیں سلف صالحین کے خلاف معتزلہ، خوارج، روافض، جہمیہ، قادیانیت، چکڑالوی، مشرقی، نیچری، مبدوی، بہائی وغیرہ کی طرح ایک نیا اسلام لانا چاہتی ہیں اور یہ ایسے اصولوں، عقائد اور اعمال پر مشتمل ہیں کہ جو اہل السنۃ والجماعۃ اور اسلاف کرام کے خلاف ہیں۔ سب سے پہلے ہی جو خوارج کا فتنہ اسلام میں پیدا ہوا۔ وہ حضرت علیؓ کی تحکیم پر پیدا کیا گیا۔ معاویہؓ کے ساتھ صلح کرنے کے لئے حضرت علیؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پر اور حضرت معاویہؓ حضرت عمرو ابن العاصؓ کے فیصلے پر راضی ہو

لیے تھے۔ خوارج نے قرآن کی آیت ان الحکم الا للہ۔ (فیصلہ صرف اللہ ہی کا چلے گا) کی تفسیر بالرائے کی۔ جس کی وجہ سے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کردی اور علیحدہ ہوگئی۔ اسکے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں کلمۃ حق ارید بھا الباطل۔ بات تو ٹھیک ہے لیکن اس سے باطل مطلب لیا گیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کو سمجھانے کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ (بہت معانی کا احتمال رکھتا) ہے۔ ان لوگوں کو سنت سے سمجھانا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کے سمجھانے پر ۸ ہزار آدمی تائب ہوگئے۔ مگر ۴ ہزار اپنی ضد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے یہی فرقہ خوارج کے نام کے ساتھ مشہور ہوا اس کے بعد تفسیر بالرائے کی وبا اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو عمل میں لایا گیا۔

کیا تعجب کی بات نہیں کہ صحابہ کرامؓ اور انکے شاگرد جنکی مادری زبان عربی تھی۔ جو آپ ﷺ کے اعمال و سنن کو دیکھنے والے، وحی خداوندی کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ تقویٰ و عمل کے اعلیٰ درجے پر تھے۔ انکی تفسیریں تو بالائے طاق رکھدی جائیں انکے مقابلہ میں ۱۴۰۰ سال بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جنکو عربی، انکے ادب، دین کے اصولوں میں کوئی مہارت تامہ (Complete Skill) کیا ناقصہ بھی نہ ہو۔ بلکہ کیمرج، آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور یا معمولی عربیت کی بنا پر انکی تفاسیر کو معتمد علیہ (جس پر اعتماد کیا جائے) قرار دیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علوم دینیہ کو پڑھتے پڑھاتے گزر گئیں انکی تفسیر کو غلط، تاریک خیال اور جامد (Rigid) قرار دے دیا جائے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین ثم آمین)

﴿بارہواں باب﴾

﴿ان تحریکوں، جماعتوں، اداروں کے ذریعہ دین حنیف میں دراڑیں﴾

جیسا کہ ایک جائزہ اور پس منظر پیش کیا گیا کہ فی الوقت وہ موجودہ تحریکیں جنکے قائدین دین کے نام پر اپنی جماعتوں کو منظم کر رہے ہیں لیکن چونکہ انکی سوچ سلف صالحین کے طریقے سے ہٹی ہوئی ہیں خودرائی (Self -Opinion) کا شکار ہیں ان کی شخصیت اور ذات پوری جماعت کا محور و منبع (Center Point) ہیں اور جن شخصیات کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہترین گفتار کی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنی ان صلاحیتوں کو کام میں لا کر دوسروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت

نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کو زندہ کرنے اور اللہ کی دن بدن بڑھتی ہوئی نافرمانیوں کے خلاف جہاد میں استعمال کرتے۔ لیکن متفق علیہ طریقے سے ہٹ کر ایک نئی روش اور جدت پسندی کے شوق میں ایک ایسی راہ اپنائی گئی جو بظاہر دیکھنے میں بہت متاثر کن ہے لیکن اسکے اثرات ونتائج جواب دیکھنے میں اور مشاہدے میں آرہے ہیں پریشان کن ہیں۔ اس سے ان تحریکوں کی فکری کجی ظاہر ہو رہی ہے۔

بظاہر ان مذہبی سکالرز نے ایک بڑے مجمعے کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے اسکے دروس وعظ کے حلقوں میں اور اسکے علمی پروگراموں میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت نظر آتی ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ ان متعلقین کے اندر ظاہری طور پر کچھ نہ کچھ دین کے حوالے سے تبدیلیاں بھی نظر آتی ہیں جیسے خواتین کی ایک بڑی جماعت ،، حجاب ،، کا استعمال کر رہی ہے ان تبدیلیوں سے عوام الناس یہ سوچنے میں حق بجانب ہوتے ہیں کہ یہ جماعتیں بہت موثر طور پر معاشرے میں دین پھیلانے کا کام کر رہی ہیں لیکن افسوس اسی بات کا ہے کہ بس زندگی کے کچھ ظاہری پہلوؤں کی اصلاح کو ہی سامنے رکھا گیا اور چونکہ ان تحریکوں کی پوری سوچ ، نظریہ اور کام صحیح بنیادوں پر نہ تھا تو انہی کے ذریعے دین قیم کی سیدھی عمارت میں شگاف پڑ گئے۔ " کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ "

﴿ان تحریکوں ، جماعتوں اداروں کے ذریعے کیا سوچ پیدا کی گئی اور کہاں دین حنیف سے انحراف کیا گیا۔﴾

(1) اجماع امت کی خلاف ورزی:

جیسا کہ ہم نے پہلے اجماع کے حوالے سے ذکر کیا کہ قرآن وحدیث میں اجماع امت کی کیا اہمیت ہے ؟ اور اسپر کتنا زور دیا گیا ہے۔ فروعی مسائل کو چھوڑ کر شریعت مطہرہ کا بیشتر حصہ جس پر چاروں امام متفق ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان چار بزرگوں کا کسی مسئلے پر اتفاق کرنا "اجماع امت" کی علامت ہے یعنی جس مسئلہ پر آئمہ اربعہ متفق ہوں سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین سے لیکر آج تک پوری امت اسپر متفق چلی آئی ہے اسلئے آئمہ اربعہ کے اتفاقی مسئلے سے باہر نکلنا جائز نہیں اسکی مثال بالکل ایسے ہے کہ پاکستان کے چاروں ہائی کورٹ قانون کی جس تشریح پر متفق ہو جائیں وہی قانون کی صحیح اور مسلمہ (Authentic) تعبیر ہوگی اور کسی ایسے شخص کو جو قانون پاکستان کا وفادار ہو اس متفقہ تشریح کے خلاف قانون کی تشریح کا اس کو حق نہیں اور اگر کوئی ایسی حماقت کر

نے تو اسکی تشریح پاکستان کے کسی شہری کیلئے لائق تسلیم نہیں ٹھیک اسی طرح آئمہ اربعامت اسلامیہ کے چار ہائی کورٹ ہیں انکی حیثیت قانون بنانے والے کے نہیں بلکہ قانون کی تشریح کی ہے اور انکی حتمی تشریح (Interpretation) سے انحراف (Diversion) کا کسی کو حق نہیں بلکہ ان فقہائے امت کی تشریحات کو چھوڑنا ایک صریحاً گمراہی ہے اس سلسلے میں ان تحریکوں کے ذریعے جو نظریات عوام میں پھیلے وہ سرسری طور پر یہ ہیں۔

(۱) تقلید شرک، بدعت، گمراہی اور اندھا پن ہے

(۲) تین طلاقیں بیک وقت منعقد نہیں ہوتیں اگر کوئی آدمی ایک نشست میں سو طلاقیں بھی دے۔ تو وہ ایک شمار ہونگی۔

(۳) نمازوں کی قضائے عمری شریعت میں ثابت نہیں۔

(۴) بیس تراویح صحیح نہیں بلکہ تراویح کی تعداد آٹھ ہیں۔

(۵) نفل نمازیں (صلوۃ التسبیح) جماعت کے ساتھ کروانے کا اہتمام۔

ان نقاط میں سے تقلید کے مسئلے پر تو ہم نے آپکے سامنے قرآن وسنت کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کے وقتوں میں تقلید کی موجودگی اور علمائے امت کا اس بارے میں اجماعی نظریہ پیش کر دیا۔ پیچھے بحث دیکھ لیجئے۔

رہ گئی آٹھ تراویح اور بیس تراویح کی بات یا تین طلاقوں کا ایک نشست میں منعقد ہونا یا نہ ہونا یہ صفحات ان طویل نقاط کے متحمل نہیں اور نہ ہی ہمارا مقصد یہاں پر انکے اثبات وانکار کو ثابت کرنا ہے بلکہ اصل بات کہ جس سے لوگوں کو شک (Doubt) میں ڈال دیا گیا کہ صحیح احادیث اور قرآن کے حوالے تو ان دو مسائل کے بارے میں یہ ہیں۔ اور ہمیں تو صرف قرآن اور صحیح حدیث کی بات ہی ثابت ہے۔ صحابہ کرامؓ کا عمل ہمارے لیے حجت نہیں۔ اور اصل گمراہی کی جڑ یہی بات ہے۔ کہ قرآن وسنت کا صحیح ترین مفہوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر حال میں اطاعت اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کا جو اہتمام صحابہ کرامؓ میں تھا کیا آج کے مسلمان ان تمام چیزوں میں صحابہ کرامؓ سے آگے بڑھ گئے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ کے مناقب (فضائل) کے اوپر تھوڑی سی احادیث پیش کر دی جائیں کیونکہ اجماع امت حضرت عمرؓ کے قول پر ثابت ہے۔ مثلاً عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کرنا۔ ایک مجلس میں تین طلاقوں کا تین شمار کرنا۔ بیس تراویحوں کا شروع کرنا۔ وغیرہ

حضرت عمرؓ نے دربار نبوی ﷺ میں کچھ معاملات پر اپنی رائے کا اظہار کیا، جس کے متعلق

ابھی واضح وحی ہدایات نہیں آئی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ (بے شک اللہ کا فیصلہ اسکے متعلق پہلے سے ایسا ہی متعین تھا) حضرت عمرؓ کی پیروی کرنے کا خود نبی کریم ﷺ نے حکم دیا۔

فرمایا کہ عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بھی بھاگ جاتا ہے۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۵) ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو جنت کی بشارت دی۔ (تاریخ الطبری ج ۳) اور ایک موقع پر فرمایا کہ عمرؓ میں نے تمہارا محل جنت میں دیکھا۔ (مشکوۃ)

کیا نعوذ باللہ یہ ممکن تھا کہ اگر حضرت عمرؓ نے دین میں کوئی ایسی بات شامل کر دی۔ جو انکی ذاتی رائے تھی۔ لیکن آپ ﷺ کی سنت اور حدیث اسکے خلاف تھی؟ یا پھر اگر ان سے ایسی غلطی ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے بھی انکی نکیر نہ کی۔ بلکہ بعد میں تمام آنے والے تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ کرامؒ، فقہاءؒ اور علماء کرام رحمہم اللہ نے صریح حدیث وسنت کے مقابلے میں کیوں حضرت عمرؓ کا ساتھ دیا؟ اور پھر سب سے بڑھ کر کیا اگر ایسا حقیقت میں بھی ہوا تو نعوذ باللہ اللہ تبارک وتعالیٰ انکے اس ہونے والے قول وفعل سے ناواقف تھے ؟ کہ ان کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی؟ اس مسئلے کو اگر کوئی صحیح طرح سمجھنا چاہتا ہے تو چاہیے کہ متعلقہ موضوع پر مستند علماء سے رجوع کر کے بات کو سمجھا جائے۔ حضرت عمرؓ کے تمام اقوال وافعال سنت وحدیث کے عین مطابق ہے۔

قضائے عمری کی ادائیگی

دوسرے جس اجماعی مسئلہ کا انکار عوام الناس نے بہت جلدی قبول کیا وہ قضائے عمری کی عدم ادائیگی ہے۔ اور جو دلیل اسپر پیش کی گئی وہ انتہائی بودی دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ سے یہ چیز ثابت نہیں۔ وہی گروہ جو صحابہؓ کے قول کو حجت نہیں مانتے۔۔ اس مسئلے پر صحابہ کرامؓ کے عمل سے دلیل لاتے ہیں۔

پہلی بات تو سمجھنے کی یہ ہے کہ حالتِ کفر میں کیے گئے اعمال اسلام لانے کے بعد صرف توبہ سے معاف کر دیے جاتے ہیں۔ تو صحابہ کرامؓ تو حالتِ کفر سے اسلام کی طرف پلٹے تھے۔ (اور نعوذ باللہ کفر کی نمازیں ادا نہیں کرنا تھیں)۔

دوسری بات یہ کہ اسلام لانے کے بعد کسی صحابیؓ کی زندگی میں یہ بات نظر نہیں آئے گی کہ انکی کئی کئی دن، ماہ یا سالوں کی نمازیں قضا ہوگئیں ہوں بلکہ آپ ﷺ کے زمانے میں اسلام کے غلبے کے بعد یہ حال تھا کہ منافقین کو بھی معلوم تھا کہ اگر چہ زبانی کلامی اسلام کا دعویٰ کیا ہے نماز تو ہر حالت میں

پڑھنی ہوگی۔ لہذا منافقین تک مساجد میں نماز کے اوقات میں حاضری دیتے۔ اگر کبھی کسی صحابی ؓ کی ایک نماز قضا تو کیا صرف تاخیر بھی ہوتی تو وہ اسکا اسقدر افسوس کرتے کہ دوسرے صحابہ ؓ انکی تعزیت کو آتے۔ یہ اُمتِ مسلمانوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک بڑا احسان تو یہی تھا کہ ان کو مسلمانوں کے گھرانوں میں پیدا فرمایا۔ اب اگر حالتِ اسلام میں اللہ کی اطاعت نہ کی جائے تو پھر اسکا تاوان ہے۔ بے شک گناہوں کو اللہ توبہ سے معاف فرماتے ہیں لیکن توبہ کی شرائط ہیں اللہ کے حقوق میں کی کوتاہی کیلئے قضا ضروری ہے جسطرح جو فرض روزے زندگی میں چھوٹے، فرض زکوۃ میں کمی بیشی ہوئی، انسانوں کے حقوق میں جو کمی کوتاہی ہوئی وہ ادا کرنی ضروری ہے اس طرح قضا نمازوں کی ادائیگی بھی لازم ہے

آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اللہ کا فرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے" (نسائی، ج 2 ص 4،3) "آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے" (بخاری شریف۔ مسلم) یہ دلیل اس کے بارے میں ہے جب وہ قاصد نہ ہو غلطی ہو جائے۔ اور اگر کوئی کسی عذر کی بناء پر قصداً نماز چھوڑ دے تب بھی اس پر قضاء لازم ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ سے غزوہ خندق کے روز چار نمازیں ایسی فوت ہوئیں کہ نہ نبی ﷺ بھول گئے تھے اور نہ سو گئے تھے بلکہ قاصد تھے پھر بھی حضور ﷺ نے ان نمازوں کو ترتیب سے قضاء فرمالیا فقضا هن مرتبة اور قضا نمازیں ترتیب سے ادا ہوگی یہ تمام کتب احادیث میں موجود ہے۔ اور نمازوں کو مکمل کرنے سے پہلے مر گیا تو سچے ارادے سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا جسطرح کہ سو آدمیوں کا قاتل صرف توبہ سے نہیں بلکہ سچے ارادے اور اس پر عمل کیلئے روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا (مسلم شریف) اس مسئلہ میں توبہ کیساتھ عملی قضاء بھی ضروری ہے اس لئے کہ حدیث میں اسی طرح ہے تاہم ایسے گناہ ہیں جو محض توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس نظریئے سے جتنی جلدی تائب ہو اجائے اتنا بہتر ہے کہ قضائے عمری کی ادائیگی ضروری نہیں انکو پھیلانے والے جتنے لوگوں کو اسپر قائل کریں گے اتنے لوگوں کی قضا نماز کی ادائیگی کے معاملے میں وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہونگے۔ کیا یہ مقام فکر نہیں؟

نوٹ۔ قضاء عمری کے حوالے سے کراچی کے قاری خلیل صاحب نے قضاء عمری کے حوالے سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ مندرجہ بالہ چند جملے اس کے جواب کیلئے کافی ہیں لیکن چونکہ انہوں نے میرے استاذ محترم کے ایک فتویٰ کے جواب میں یہ غیر علمی تعاقب تعصبانہ ذہنیت سے کی ہے اس لئے اس نے تعاقب میں ایک صحیح حدیث کا کھلا مذاق اڑایا ہے لہذا میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے

ایمان کی تجدید کرکے اللہ تعالیٰ کی دربار میں سچی توبہ کرے۔ فقہ کا یہ مسئلہ (اگر آخری قعدہ میں حدث لاحق ہو جائے یا کردے) حدیث ہی میں تو موجود ہے کہ عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ اذا احدث وقد جلس فی آخر صلاتہ قبل ان یسلم فقد جازة صلوتہ (ابوداؤد۔ ترمذی)۔ اسی طرح کی روایت علیؓ سے بیہقی میں بھی ہے) تو تشہد کے بعد حدث لاحق ہو جانے کے متعلق جو الفاظ فقہ کے ہیں بعینہ یہی الفاظ حدیث کے الفاظ سے ہی ماخوذ ہیں تو فقہ سے نفرت دل میں رکھ کر اگر احدث کا ترجمہ ، وہ عمداً کردے کیا تو حدیث نبوی کیساتھ کیا کرو گے؟ اور فقہ اور حدیث کے الفاظ میں تو حدث عام ہے پیشاب، پاخانہ، خون، پیپ اور ہوا وغیرہ سب کو شامل ہے صرف ہوا بالصوت کیساتھ اس کو خاص کرنا علمی تعاقب ہے یا علمی خیانت؟

نفل نمازوں کی با جماعت ادائیگی:

کچھ کام بظاہر بہت اچھے لگتے ہیں انکے اندر ایک اسلام کی شوکت و دبدبہ بھی محسوس ہوتا ہے اور ان کاموں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اسلام بہت پھیل رہا ہے ان کاموں میں ایک کام نوافل نمازیں خصوصاً (صلوۃ تسبیح) کی باجماعت ادائیگی ہے ویسے تو جماعت خواہ فرض کی ہو سنت کی یا نفل کی عوتوں کیلئے پسندیدہ نہیں اب یہ سوچنا کہ اسطرح عبادت کرنا آسان ہوتی ہے یا یہ ہمارا دل چاہتا ہے یا کہ شب بیداری (خصوصاً رمضان کی راتوں میں) اگر بہت لوگ مل کر کریں تو رات بھر جاگنا آسان ہے یا یہ کہ قرآن سن کر مزہ آتا ہے کہ سمجھ آ رہی ہے لیکن شریعت سنت کے اتباع کا نام ہے صرف دل چاہنے کی وجہ سے کوئی چیز دین میں داخل نہیں ہو جاتی جس بات کو آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اس کام میں کوئی خیر و برکت اور نور نہیں خواہ وہ کام بظاہر کتنا اچھا کیوں نہ لگ رہا ہو دین اپنی عقل کے مطابق کام کرنے یا شوق پورا کرانے کا نام نہیں بلکہ رسول ﷺ کی پیروی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اوقات گھنٹے شمار نہیں ہوتے وہاں اخلاص اور سنت کی پیروی کا وزن ہے ایک شخص ساری رات سنت کے خلاف جاگا اور دوسرا صرف ایک گھنٹے سنت کے مطابق جاگا تو یہ دوسرا پہلے شخص سے کئی درجے بہتر ہے۔

صلوۃ تسبیح کی جماعت نقل سے ثابت بھی نہیں بلکہ نا جائز ہے ایک اصول جو آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ (اور ان نمازوں کے علاوہ جو آپ ﷺ سے باجماعت ادا کرنا ثابت ہے مثلاً تراویح، کسوف، استسقاء کی نماز) انکے علاوہ ہر نماز کے بارے میں یہ افضل ہے کہ انسان اپنے گھر میں ادا کرے بلکہ فرض نماز کے سنت اور نفل بھی آدمی اپنے گھر میں ادا کرے اگر سنتیں چھوٹنے کا خوف ہو تو مسجد میں پڑھ لیں ان نفلوں کی جماعت مکروہ تحریمی اور نا جائز ہے یعنی جماعت سے پڑھنے پر

خوب تو کیا اتنا گناہ ملے گا۔

نفلی عبادت ایک ایسی نعمت ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے ساتھ خصوصی تعلق کیلئے بندوں کو مرحمت فرمائی اوران عبادات کا حاصل یہ ہے کہ بندہ ہو اور اسکا پروردگار ہو کوئی تیسرا شخص درمیان میں حائل نہ ہو اب کوئی شخص اس تنہائی کے موقع کو جلوس میں تبدیل کردے اور جماعت بنادے تو کیا ایسا شخص اس خاص دربار اور وہاں سے عطا ہونیوالی خاص عطیہ کی ناقدری نہیں کر رہا لہذا نفلی عبادات جتنی ہیں ان سب کے اندر یہ اصول ہے کہ تنہائی میں کرو اللہ تعالیٰ کیطرف سے تو یہ ندا ہے "الا ھل من مستغفر فاغفر لہ " (کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کو بخش لوں) یہاں لفظ، مستغفر، مفرد کا صیغہ استعمال کیا یعنی تنہائی میں مغفرت کرنے والا ہو۔ یہ فضیلت والی راتیں شور وشغب، میلے ٹھیلے، اجتماع کی راتیں نہیں بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ اپنا خصوصی تعلق استوار کرنے کی راتیں ہیں۔

عورت کی امامت

حضورﷺ کے دور سے لے کر آج تک عورت کی مطلقا امامت نہیں ہوئی اور نہ کہیں تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ حضورﷺ کا ارشاد گرامی نقل فرماتی ہیں کہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں۔ (طبرانی فی الاوسط۔ مسند احمد۔ مجمع الزوائد۔ ۱۵۵) یہ روایت بالکل صحیح ہے اس روایت میں ابن لھیعہ ہے جس کی روایت کو ترمذی اور دیگر محدثینؒ نے قابل احتجاج مانا ہے اور علیؓ نے فرمایا کہ عورت امامت نہ کرے۔ (مدونہ کبریٰ ا۔۸۶) یہ روایت صحیح ہے۔ تھذیب (۹۔۳۰۲)

باقی جن روایات میں عورتوں کی امامت کا ذکر ہے۔ وہ قاعدہ وکلیہ نہیں بلکہ جزئی واقعہ ہے جو بضرورت تعلیم اجازت کا پہلو تو دیتا ہے لیکن عام اجازت کا پہلو اس سے نہیں نکلتا ہے۔ بلکہ اس پر پچھلے صدیوں میں عمل ہی نہیں ہوا ہے۔ یہ عملی اجماع بھی اہل سنت کے موقف کی تائید ہے لہذا عورتوں کی جماعت مطلقا مکروہ تحریمی ہے (رد المختار)

اور اس کی وجہ عدم جواز کی تفصیلی روایات ہیں جن میں دو آپ کے سامنے ذکر ہوئے۔

(2) ترک تقلید کے نقصانات

تقلید کے معنی جیسا کے بیان ہوئے کسی لائق اعتبار آدمی کی بات کو بغیر مطالبہ دلیل تسلیم کرلینا جس آدمی کی بات مانی جارہی ہو اگر وہ آدمی لائق اعتماد نہیں تو ظاہر ہے کہ اسکی بات ماننا بھی غلط ہے اگر وہ

اپنے فن کا ماہر ہے تو ایک عام آدمی اس سے دلیل کا مطالبہ کرتا غلط ہے مثلاً کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر اسکے تجویز کردہ نسخے کے بارے میں آپ اس سے بحث کریں اور ایک ایک جز کیلئے دلیل کا مطالبہ کریں تو کیا عقلمندوں کے ہاں یہ درست ہوگا؟۔ دین کے وہ مسائل جو آپ ﷺ سے متواتر چلے آرہے ہیں انکے بارے میں کسی مسلمان کو نہ تو کسی عالم کے پاس جانے کو ضرورت ہے یہ ضرورت اسی وقت لاحق ہوتی ہے جب وہ مسئلہ عامی لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند ہو ایسی حالت میں اگر ہم خود قرآن وحدیث کھول کے بیٹھ جائیں اور جو ہماری عقل میں بات آئے اُسے دین سمجھ کر عمل کریں تو یہ خود رائی انسان کو گمراہی کے غار تک پہنچاتی ہے اور انسان کا اپنی عقل کا بندہ بن جاتا ہے جو عقل میں آیا مان گئے جو نہ آیا تو انکار کر بیٹھے اور شبہات کے فتنے میں جا گرفتار ہوئے۔

ان نقاط کو صحیح طور پر اور تفصیلی طور پر سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے۔

(۱) تقلید کی شرعی حیثیت (مولانا محمد تقی عثمانی) مکتبہ دارالعلوم کراچی

(۲) تقلید آئمہ (جناب مولانا محمد اسماعیل سنبھلی) ادارہ اسلامیات لاہور انارکلی

(۳) اجتہاد و تقلید (مولانا قاری محمد طیب) ادارہ اسلامیات لاہور

(۴) فقہ میں اجماع کا مقام (مفتی محمد رفیع عثمانی) ادارۃ المعارف کراچی

(۵) اختلاف امت اور صراط مستقیم (محمد یوسف لدھیانوی) جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

(3) صحابہ کرام، سلف صالحین پر بداعتمادی، لاتعلقی اور بے نیازی:

ہماری عوام دینی تعلیمات سے اسقدر دور جا چکے ہیں کہ انہیں اپنے دین کی بنیادی باتوں کا علم نہیں۔ اس لئے وہ ہر اس شخص کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ جو انکے سامنے قرآن کی کوئی آیت پڑھ دے، کوئی حدیث سنا دے یا کسی کتاب کا حوالہ دے۔

جن جماعتوں اور تحریکوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ انکے نظریات کی بدولت صحابہ کرامؓ اور علماء امت سے عوام الناس بدگمان، اور بداعتماد ہو رہے ہیں اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول وفروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں اگر امت کے یہ خزانے ناقابل اعتبار ہو گئے تو اس سے تمام ذخائر احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں۔ اور جیسا ہم نے پہلے مفصلاً ذکر کیا کہ امت کیلئے صحابہ کرامؓ کا کیا مقام ہے۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ نے انکی شان میں کیا کیا آیات نازل فرمائیں۔ محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے حق میں امت کو کیا ہدایات دیں۔ اور انکے اقوال وافعال کی پیروی ہمارے لیئے کتنی ضروری ہے۔

ملاحظہ کیجئے مزید تفصیلات اور مستند کتب کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں کارآمد ہیں۔

حیاۃ الصحابہؓ۔ حصہ اول۔ دوم۔ سوم مولانا محمد یوسف۔ (کتب خانہ فیضی۔ لاہور)

مقام صحابہؓ مولانا مفتی محمد شفیع۔ (ادارۃ المعارف، کراچی)

نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ آئمہ کرامؒ سے بھی بدظنی پیدا ہورہی ہے۔ بلکہ گذشتہ صدی کے ایسے علماء ربانی جنکے علم وتقویٰ سے ایک زمانے کو راہ ہدایت ملی انکی کتابوں کو ضعیف کا درجہ دے دیا جاتا ہیں مثلاً مولانا اشرف تھانوی کا بہشتی زیور یا مولانا محمد ذکریا کی "فضائل اعمال"

(4) تلبیس حق و باطل

حق اور باطل کی اچھائیاں اور برائیاں اسی وقت نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ جب دونوں الگ الگ ہوں۔ جب دونوں کو خلط ملط کردیا جائے تو عام ذہنیت کا شخص ان میں تمیز نہیں کرسکتا انکی بہت ہی مثالیں مل سکتی ہیں۔

ایک مثال تو بہت واضح ہے کہ قرآن کی آیات پڑھ کر لوگوں کو ثابت کیا جائے کہ تقلید شرک ہے لیکن جس تقلید کے حق میں قرآن وحدیث کے احکامات وارد ہوئے ہیں۔ انکی تشریح صحیح نہ کی جائے اور جو تقلید شرع سے ثابت ہے اسکو چھپالینا۔

اسی طرح صحیح احادیث، بخاری ومسلم کی احادیث کا صحیح ترین ہونا بھی تمام امت میں ثابت ہے۔ لیکن ضعیف احادیث کس وقت اور کن شرائط کے ساتھ قبول کی جاتی ہیں۔ یہ بھی نہیں بتایا جاتا۔ حسن احادیث سے سرے سے صرف نظر کرلیا جاتا ہے۔ جسطرح ۱۵ شعبان کو رات کو جاگنے والی احادیث حسن کے درجے میں ہیں۔ لیکن ۱۵ شعبان کو جاگنا ایک بدعت منگھڑت اور ضعیف حدیث کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح آجکل کے ایسے دور میں جب مادی خواہشات اور مادی آسائشات کا حصول ہی مطمع نظر ترین (Ultimate Objective) کیا ہے۔ تو لوگوں کی خواہشات کے مطابق لوگوں کو قرآن وحدیث سے یہ لوگ بتارہے ہیں کہ "مال اچھی چیز ہے" مال کمانا منع نہیں۔ اچھے کپڑے پہننا کس نے منع کیا؟۔ زینت کو اختیار کرنا درست ہے۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ عورت اگر باہر نکل کر کمانا چاہے تو منع نہیں۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں اور اسپر فتویٰ کیا ہے لیکن جب تک ساتھ ہی آپ ﷺ کی اپنی زندگی اور صحابہ کرامؓ کے حالات نہ بتائے جائیں تو عوام پوری بات اور دین کی روح اور فلسفہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً مال خیر تو ہے اور مال کمانا منع بھی نہیں اور زینت، آسائش اختیار کرنا منع بھی نہیں۔ لیکن مال کو کبھی آپ ﷺ نے اپنے لیے اور صحابہ کرامؓ کیلئے اور اپنے اہل وعیال کے لیئے پسند نہیں فرمایا بلکہ احادیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی صحابیؓ نے اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی کی مرمت بھی کی۔ تو آپ ﷺ نے انکو فوراً آخرت کی طرف متوجہ کیا کہ آخرت سے غافل نہ ہونا۔ کسی صحابیؓ نے دنیا کی ان نعمتوں کی کمی کا اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امت پر دنیا کی کمی کا غم نہیں بلکہ اس کا خطرہ ہے کہ اگر دنیا ان پر فراخ ہوگئی تو آخرت کو بھول جائیں گے۔ (فضائل صدقات حصہ دوم از مولانا ذکریا)

آجکل اس دنیا میں جب ہوائے نفس کا اسقدر غلبہ ہے کہ لوگ اپنی اولادوں سمیت دن رات دو اور دو چار کے چکر میں ہیں اسوقت ان غافل قلوب کو اللہ کیطرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ انکی دنیا طلبی میں انکو انکی مرضی کے فتاویٰ دیکر اس خواہش نفس کو شریعت کے مطابق بنا دینا۔

اسی طرح سے عورت کا باہر نکلنا اپنی ضرورت کے وقت ثابت ہے لیکن دین کی روح "وقرن فی بیوتکن (اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو) ہے جن تحریکوں، اداروں اور انکے رہنماؤں کی ہم اسوقت بات کر رہے ہیں انکے نظریات اسوقت تک نہیں پھیل سکتے جبتک خواتین گھروں سے نہ نکلیں لہذا خواتین کو جو دین کے نام پر باہر نکلنے کی ترغیب دی گئی انکو اس خیال سے مسحور کیا گیا کہ آپ سے اللہ جل جلالہ اپنے دین کا کام لے رہا ہے اور ایک انتہائی نفسی بات سمجھائی گئی کہ اگر خواتین بازار جا سکتی ہیں تو دین کے کام کیلئے کیوں نہ نکلیں اب یہ بات حق ہے کہ "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ" (اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو دین کی طرف بلائے) لیکن ان خواتین کی علمی قابلیت کیا ہو جو لوگوں میں بیٹھ کر درس وعظ کریں انکے لیے محرم سفر کی کیا شرائط ہیں اور سب سے بڑھ کر گھر میں شوہر کی اجازت اور بچوں کی تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو اور آپ کو یہ بخوبی نظر آئے گا کہ ان جماعتوں اور اداروں کے ساتھ منسلک خواتین میں یہ تمام نقائص یا اس میں سے کچھ چیزیں ہو نگی سب سے پہلے کم علمی کے ساتھ لوگوں میں دین پھیلانا ہی آخرت کے دن اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنا ہے دوسرے یہ خواتین رات گئے تک گھروں کو چھوڑ کر دین کی خدمت کے شوق میں گھومتی ہیں اس حقیقت سے بے خبر کہ فرض عین بچوں کی تربیت اور خاوند کی خدمت ہے معاشرے کو سدھارنا فرض کفایہ ہے اور انکی اولادوں میں دین اور تربیت سمجھ کی کمی انتہائی واضح نظر آتی ہے صرف مردوں پر سکارف

اور حماد بنے سے دین نہیں آجاتا۔ آجکل کا دور اتنا فتنہ انگیز ہے کہ گھروں میں بچوں کو ٹی وی، انٹرنیٹ، ٹیلیفون کے ساتھ چھوڑ دینا ہی خرابی کی ابتدا ہے۔ آج جسقدر ضرورت ایک ماں کو 24 گھنٹے اپنے بچوں پر نظر رکھنے کی ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔

(5) فقہی اختلافات کو ہوا دینا:

بعض اوقات قول کی حد تک ایک بات، ایک نعرہ بہت دلکش ہوتا ہے لیکن جب کہنے والے کے عمل کو دیکھا جائے اور ایسا شخص دیکھے جو صحیح علم رکھنے والا ہو اور کہنے والے کی بات میں تضاد ہو تو پھر وہ اہل علم اس قول و فعل کے تضاد کو بھانپ لیتا ہے۔ ان اداروں، تحریکوں، جماعتوں اور انکے سربراہوں کے ذریعے یہی کام ہوا اور بہت حسن و خوبی سے جو نعرہ انکے پلیٹ فارم سے بلند ہوا کہ ہم کسی فرقے یا مسلک کو نہیں مانتے ہم اپنے تمام تعصبات سے آزاد ہیں۔ تو ایسے نعرے دینے والوں کو تو چاہیئے کہ وہ صرف عوام الناس میں ''متفق علیہ'' (جس پر تمام اُمت اکٹھی ہے) چیزوں کو اپنے عمل کے ذریعے سامنے لائے لیکن اپنے نعرے کے برعکس انکے اداروں میں اور انکے اپنے عمل کے ذریعے معاشرے میں رائج عبادت کے طریقے (جو وہاں فقہ کے مطابق ہیں) اور مختلف النوع مسائل کے حوالے سے عوام الناس کو شکوک شبہات، تفرقہ بازی، بحث و مباحثہ اور التباس (مغالطہ) میں ڈال دیا گیا۔

طریقہ کار کیا اختیار کیا گیا کہ قول کی حد تک جماعتوں کے تعارف میں یہ عوام کو بتایا گیا کہ ہمارا کسی فرقے سے تعلق نہیں لیکن اپنے اداروں میں جہاں تعلیم و درس کا نظم شروع کیا گیا وہاں اہل السنت والجماعت کے عقائد کے خلاف اپنی تشریحات پیش کی گئیں۔ اس کی مثال اس طرح کے ایک ادارے میں پڑھائی جانے والی حدیث کی کلاس ہے جہاں طالبعلموں کی بخاری شریف کی تشریح اور قرآن کی تفسیر تجویز کی گئی (اور وہی تشریح اور تفسیر انکے ادارے کے مکتبہ میں بھی طالبعلموں کو بیچنے کے لیے لائی جاتی رہی) ان میں فقہ حنفی سے متعلق انتہائی دل آزار اور اس فقہ سے متنفر کرنے کیلئے چیزیں ہیں جو اس تشریح اور تفسیر کے حواشی میں شامل ہیں۔

علاوہ ازیں ان اداروں کے رہنماؤں نے عبادت میں جو طریقہ اپنایا اور خصوصاً اسکی تشہیر کا انتظام کیا گیا وہ رائج فقہ سے مختلف چیزیں ہیں جس سے لوگوں کے ذہن میں الجھاؤ پیدا ہوئے کہ کیا ہمارے اباؤ اجداد جو بلاشبہ اچھے عقیدہ و تقویٰ اور عمل میں ہم سے بہتر تھے۔ ہمارے سالوں سال پڑھنے والے اور دین کیلئے زندگیاں وقف کرنے والے جید علما کرام نے جو باتیں ہمیں بتائیں وہ صحیح نہیں تھیں تو یہ جواب دے کر بہلایا گیا کہ افضل طریقہ، بخاری، کا ہے اور ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے کہ وہ

ضرور ہمارے طریقے کو اپنائے لیکن جب ایک رہنما استاد ایک نمونہ پیش کر رہا ہے اس طریقے کے حق میں دلائل دے رہا ہے اسی کے حق میں کتابیں پڑھا رہا - تو پھر عوام کو اپنے مسلک کیطرف بلانے کا اس سے موثر طریقہ اور کیا ہوتا ہے؟؟؟ جو انہوں نے اختیار کیا اسکا انجام جو ہونا تھا سو ظاہر ہے چند احادیث پر مختصر سطحی علم کے ساتھ (جسے علم کہنا بھی زیادتی ہے) ان رہنماؤں سے متاثر حلقہ (خواہ وہ طالبعلم ہیں یا درس و وعظ میں شریک ہونے والے لوگ) ان شکوک وشبہات کو آگے ٹرانسفر کرنے لگا ہے گویا صحیح دین کا پتا آج چلا ہے اس کم علمی کے ساتھ کج بحثی بھی ساتھ آگئی۔ وہ عالم جو 8-10 سال دینی علوم قرآن وحدیث کی تفاسیر زبان اور گرامر کے ساتھ حدیث، فقہ پڑھتے پڑھاتے ہیں ان حلقوں میں "جاہل" گردانے جاتے ہیں کہ یہ وہ جاہل ملا ہیں جنہیں صحیح حدیث کا بھی علم نہیں صرف امام کے قول کو جانتے ہیں اگر خواتین کا طبقہ کسی ایسی جماعت وتحریک سے متاثر ہوا تو معاشرے میں ایک اور کھچڑی پکنے کا آغاز ہو گیا خواتین کو سمجھایا گیا کہ افضل عمل صحیح بخاری کے مطابق ہونا چاہیے اب جبکہ گھر کے مرد و حضرات کا تعلق مساجد سے ہے جہاں پر اکثریت کا فقہ حنفی کے مطابق عبادت کا طریقہ ہے اب یہ خواتین جو کہ خود مسلک کے نازک مسائل ترجیح راجح اور مرفوع اور اصطلاح کے علوم سے بے خبر ہیں جس سے اسوقت بحث نہیں۔ کہ ہم کسی فقہ کو افضل ہونا ثابت کریں اگر امام ابو حنیفہؒ نے عبادت کے کسی طریقے کو اختیار کیا اسکے حق میں دلائل دیئے تو حنیفہ کے نزدیک افضل طریقہ وہی ہے اور سنت کے مطابق بھی اختلافات کئی برسوں سے اپنی جگہ قائم تھے اور صرف علما کے درمیان تھے ہر شخص اپنے مسلک کے مطابق عمل کر رہا تھا خرابی اسی وقت آئی جب آپ نے بغیر بتائے بلکہ ایک طرح لوگوں کو لاعلمی میں رکھتے ہوئے انکو مسلک کے فقہی اور فروعی مسائل میں الجھا دیا۔ کہیں تقلید کو شرک کہا کہیں امام ابو حنیفہ کو حدیث میں کمزور ثابت کیا کہیں صحیح حدیث کو امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے خلاف افضل قرار دیا کہیں قرآن سنت کی پیروی کی آڑ میں عوام کو آئمہ کرام اور علماء سے بدظن کیا چاروں اماموں کا اختلاف حدیث کی بناء پر ہے لہذا کسی امام کے مستنبط مسائل کو کمزور اور احادیث کو ضعیف قرار دے کر انکے مقلدین کو انکے مسلک سے پھیرنا انہیں حق و باطل ہے یہ اختلافی مسائل درج ذیل ہیں عورت و مرد کی نماز کا فرق طریقہ حدیث سے ثابت نہیں، رفع یدین، قرآت خلف الامام، سورۃ فاتحہ کی بعد اونچی آواز سے آمین کہنا، جلسہ استراحت، تشہد میں بار بار انگلی کو حرکت دینا، وتر کی رکعات، وتر کا طریقہ، دعائے قنوت، آٹھ تراویح یا بیس تراویح، سنت فجر کے بعد لیٹنا، نماز میں آیات کا جواب دینا، نوافل میں چاشت اوابین کا ثبوت نہ ہونا، نماز جنازہ کا طریقہ عورتوں کی نماز گھر میں یا مسجد میں۔ (اس طرح

اعتکاف) قیام اللیل صلوۃ التسبیح کیلئے خواتین کا مسجد میں جانا، ایصال ثواب میں قرآن کا ثواب مردے کو نہ پہنچنا، زکوۃ کے مسائل، فرض نماز (خصوصاً ظہر و عصر) کا مستحب وقت، قومہ و جلسہ کی دعائیں۔

ان مسائل کیلئے صحیح اور مستند تفصیلی کتب کا مطالعہ کیجئے۔

نماز مسنون (مولانا صوفی عبدالحمید صاحب) نصرت العلوم گوجرانوالہ گھکھڑ پاڑہ گھنٹہ گھر

رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (مولانا مفتی جمیل احمد نذیری) ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

تجلیات صفدر ۲ ج (مولانا امین اکاڑوی) مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان ۵۴۳۹۶۵

(6) مدارس، نصاب مدارس، عربی زبان علماء سے بد ظنی بیزاری

موجودہ زمانے میں کفر الحاد اور یہود و ہنود کی سازشوں کے سامنے جو ایک دیوار ہے وہ یہی مدارس اور انکا نصاب ہے اور یہاں سے تیار ہونے والے علماء باقی ہیں۔ اس حقیقت کو مسلمان عوام چاہیں یا نہ چاہیں۔ غیر مسلم اقوام نے بخوبی سمجھ لیا ہے لہذا آئے دن آپ ان طاقتوں کے انکے لیڈروں کی زبان سے ایک نعرہ سنتے رہتے ہیں کہ مدارس کو بند کیا جائے۔ کہیں بنیاد پرستی کی آڑ میں۔ کہیں غیروں کا تیار کردہ، مدارس آرڈیننس،، ہمارے مسلمان حکمران کے ذریعے مدارس پر لاگو کر کے انکی آزادی کو سلب اور انکی افادیت ختم کیا جا رہا ہے۔ کہیں وحشت گردی کی آڑ اور کہیں قدامت پرستی (Fundamentalist) کی پھبتی اور کہیں فرقہ واریت (Sectarianism) کا الزام۔

جب ان غیر مسلم طاقتوں، انکی ہمنوا این۔ جی۔ اوز کے ان نعروں میں ہمارے ہاں دین سے وابستہ سمجھے جانیوالے رہنماؤں کی آواز بھی مل جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں درس نظامی کے ذریعے قرآن و حدیث کی جسطرح حفاظت ہو رہی ہے۔ وہ کسی دوسرے اسلامی ملک میں نا پید ہے۔ جب تک دین کے یہ قلعے محفوظ ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ تبلیغ۔ مہاجرین کی اعانت و نصرت اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اوامر اور نواہی کی نہ صرف صحیح صورت میں حفاظت ہوگی بلکہ انکو نافذ بھی کیا جاتا رہے گا۔ یہی بوریہ نشین اسلام کے لیے ڈھال ہیں عام مشاہدہ ہے کہ جس جگہ پر ان مدارس اور ان کے بوریہ نشین مولویوں کو ختم کرنے میں اسلام دشمن طاقتوں نے کامیابی حاصل کی۔ وہاں اسلام کا حلیہ کس طرح بگاڑا گیا۔ علامہ اقبال نے انہی دشمنان اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے افغانستان کے بارے

میں ایک شعر کہا تھا۔

افغان کی غیرت دین کا ہے یہ علاج ملا کو اسکے کوہ و دامن سے نکال دو۔

غرضیکہ آج کی دنیا کے پروپیگنڈے کے مطابق یہ مدارس 1400 سال پرانی چیزوں کو سینوں سے لگائے بیٹھے ہیں۔ دقیانوسی۔ رجعت پسند۔ دنیاوی علوم وفنون سے بے بہرہ ہیں۔ امت مسلمہ کی ترقی میں آڑ ہیں۔ تنگ نظری کی تعلیم دیتے ہیں۔

کہیں ان مدارس اور انکے مولویوں سے ہمدردی انھی تو اپنی دانست میں عصری علوم کو اور کہیں ہنر سکھانے پر زور ہے کہ ان مدارس میں ان چیزوں کو داخل کیا جائے۔ مولوی روٹی کمانے کے قابل ہو جائیں۔ اس سلسلے میں مولانا محمد زکریا مصنف ،،فضائل اعمال اور فضائل صدقات،، جو خود ایک بہت بڑے عالم محدث مبلغ تھے فرماتے ہیں کہ ''مولویوں کی روٹی کی فکر نہ کرو اس کی مثال ایسے سمجھو کہ ایک کتا آپ کے دروازے پر پڑ جائے۔ آپ کے مکان کی حفاظت کرے اور ہر آنے والے پر بھونک کر متنبہ کرے تو کیا آپ کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اس کو کوئی ٹکڑا نہ ڈالے۔ آپ مجبور ہوں گے دسترخوان کی بچی ہوئی روٹی، ہڈی اس کو ضرور ڈالیں گے۔ تو مالک الملک رب العالمین جس کے ایک لفظ ،،کن ،، میں دنیا کے سارے خزانے ہیں۔ تو انکے دروازے پر کوئی شخص انکے کام کی نیت سے (دین کی حفاظت اشاعت وتبلیغ) اخلاص سے بغیر خود غرضی کے پڑ جائے تو کیا وہ اپنے خدمت گاروں کو بھوکا رکھے گا۔ تو اللہ جل جلالہ کی غیرت اسکا تقاضہ کرتی ہے کہ اسکی دین کی خدمت کرنے والے بھوکے رہ جائیں'' (آپ بیتی نمبر 5، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

آج جسطرح مسلم ممالک میں دین پڑھایا جا رہا ہے۔ دین کے بنیادی تقاضوں کو پامال کر کے جس طرح مستشرقین پڑھتے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھی اسی طرح تاریخی فلسفے کے طور پر دین پڑھ رہے ہیں۔ اور انکے نصاب دیکھیں تو ایسی ایسی کتابوں کے نام نظر آئیں گے کہ ہمارے سیدھے سادھے مولویوں کو پتہ بھی نہیں۔ بظاہر بہت تحقیق ہے لیکن ایسے دین کی تعلیم ایمان کی دولت عطا نہیں کرتی۔ ان علوم کی روح فنا کر دی گئی۔

(7) عربی زبان کا خاتمہ۔

مدارس کو ہدف تنقید بنانے کے ساتھ ساتھ اب عربی زبان کی اہمیت کو بھی عوام الناس کے دلوں میں ختم کیا جا رہا ہے۔ اس نقطے پر بہت زور ہے کہ عوام میں قرآن کا ترجمہ پھیلایا جائے۔ تا کہ عوام براہ راست (Text) کو دیکھ کر مطلب سمجھ سکیں۔ عربی زبان۔ گرامر وغیرہ سکھانے میں وقت لگانا

دراصل ضائع کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اسوقت معاشرے میں گند بہت زیادہ ہے۔
تفصیلی صفائی کا وقت نہیں۔ صرف جھاڑو لگانے کی ضرورت ہے۔ اس نظریے کی آڑ میں قرآن وسنت کیلئے ایک ایک سالہ کورس تجویز کر کے نیم ملاؤں کو پھیلا دیا گیا۔

عربی زبان کی محبت واہمیت کو مسلمانوں کے دلوں سے خوشنما نعروں کی آڑ میں ختم کرنا ایک بہت بڑی گمراہی ہے۔ جسکی اصلاح کی ضرورت ہے۔ بے شک اس معاشرے میں اسلامی احکامات کے حوالے سے بہت نافرمانی ہے۔ قرآن وسنت سے لوگ بہت دور ہیں۔ لیکن اسی معاشرے میں بیماریاں بھی بہت ہیں۔ کئی ہزار لوگوں کیلئے صرف ایک ڈاکٹر کا تناسب ہے اور ان بیماریوں میں آئے دن اضافہ بھی ہو رہا ہے تو کیا کہیں سے اسکا یہ حل تجویز ہوتا ہے کہ چونکہ مریضوں کا تناسب اور تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا ایم بی بی ایس کا کورس 5 سال کی بجائے 6 ماہ یا ایک سال کر دیا جائے تا کہ ڈاکٹر زیادہ تعداد میں میسر آسکیں کہ ماہرین کو معلوم ہے کہ ایسی تجویز بیماریوں کی سد باب کے بجائے مریضوں کو قبرستان پہنچانے کا کام دے گی۔

(8) علماء کی تحقیر

اسی طرح علما کی تحقیر علما سے لوگوں کی بدگمانی کرنے کا کام علما پر تنگ نظری، جامد سوچ کے الزامات نے بھی اسلام دشمن طاقتوں کا کام آسان کر دیا اور یہ سوچ جسطرح پڑھے لکھے بظاہر دیندار مسلمانوں میں تیزی سے پروان چڑھی اسپر ایک لمحہ رک کر بہت فکر کرنے کی ضرورت ہے اور علماء کے بارے میں یہ ارشاد نبوی ﷺ اور جو احادیث قدسی ہیں ان کو پڑھنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان رہنماؤں کی تقلید میں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بغیر کسی تحقیق کے، بغیر علمائے حق اور علمائے سوء کو جاننے کے سب کو ایک صف میں شمار کرتے ہیں اور بجائے ان کے ساتھ جڑنے اور انکے ساتھ تعلق رکھنے کے ان سے اور لوگوں کو بھی باز رکھتے ہیں۔ علمائے حق سے ان تحریکوں، جماعتوں کے رہنماؤں کے تعصب کی وجہ یہ بھی ہے کہ علمائے حق نے عوام الناس کو ایسے لوگوں کے پاس جانے اور ان سے دین کا علم لینے اور انکے درس و وعظ میں شرکت کرنے سے متنبہ کیا ان عصری تحریکوں کے رہنماؤں نے یہ نعرہ عوام میں پھیلایا کہ "یہ مولوی ہر ایک پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں" اگر عوام الناس تھوڑی سے تکلیف گوارا کریں اور ان مولویوں کے نام پوچھ کر جو اتنے بڑے مبلغین اسلام پر کفر کا فتویٰ یا راہ ہدایت سے ہٹے ہوئے کا الزام لگاتے ہیں۔ مولویوں سے خود جا کر صورتحال کی تحقیق تو کر لیں تو شاید صورتحال کچھ بہتر ہو۔ اس موضوع پر تفصیل کیلئے پڑھیے۔

☆۔اسلامی سیاست ،الاعتدال فی مراتب الرجال(مولانا محمد ذکریا) مکتبہ الشیخ کراچی

☆۔ دینی مدارس کا نصاب (مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم) مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ کورنگی

☆۔فضیلت علم وعلما ۔ اکابر کا اخلاص (مفتی اعظم محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم)

☆۔اکابر دیوبند کیا تھے (مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

☆۔دینی مدارس (ابن الحسن عباسی مدظلہ) مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی۔

(9)کم علمی کی حوصلہ افزائی(10) تفسیر بالرائے

(11) اجتہاد کی دعوت (12) شخصیت پرستی

جیسے ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ ایسی تحریکیں، جماعتیں لوگوں کو جہاں مدارس، انکا نصاب ،مدارس اور علماء سے بدظن کرتی ہیں وہاں اپنے خیالات ،نظریات اور اپنی شخصیت کے ساتھ انکو مضبوطی سے جوڑتی ہے انکے خیالات میں جو مدارس 9,9,8,8 سال دینی علم حاصل کرتے ہیں انکے پاس تو صحیح اور مستند علم نہیں ہوتا انکے برعکس یہ ادارے جو صرف ایک سال میں آپکو قرآن و سند فہم دے دیتے ہیں۔تو آپ اس قابل ہو جاتے ہیں بلکہ آپ سے بہت زیادہ اصرار ہوتا ہے کہ اس علم کو آگے پھیلایا جائے ۔اور اس کم علمی کے ساتھ امت میں جس قدر انتشار و افتراق پیدا ہو رہا ہے۔وہ مخفی نہیں۔جو شخص انکی جماعت میں داخل ہے وہی صحیح مسلمان "ہدایت یافتہ " ہے اور جو انکے نظریات سے اختلاف کرے وہ گمراہی کا شکار ،شیطان کا ساتھی ہے۔ایسی تحریکوں کے متعلقین میں اپنے رہنما کیلئے ایسا تشدد پیدا ہوتا ہے کہ انکی بتائی ہوئی قرآن کی تفسیر اور حدیث کے پیمانے کے مطابق احادیث قابل اعتماد، اور دوسری طرف جس حدیث کو وہ چاہیں ضعیف قرار دے کر ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیں۔(اگر چہ یہی حضرات کہتے تھے کہ مقلدین ایک ہی فقہ پر سر جھکا کر بیٹھے ہوئے ہیں) انسان کے ساتھ ہر وقت نفس و شیطان ہیں۔اور انسان کے اندر مال اور جاہ کی محبت بھی موجود ہے۔ ہر انسان کے اندر یہ خواہش ہے کہ جب وہ بات کرے تو لوگ انکی بات کو توجہ دیں۔ انکو غور سے سنیں، انکی بات کی تائید کریں۔اور انکی ہاں میں ہاں ملائیں۔ اسی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اگر ایک انسان کے دل میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ آپ منبر ،محراب پر بیٹھ کر لوگوں کو قرآن و حدیث پڑھائیں۔ اس سے افضل کام نہیں کہ لوگوں کو آپکے ذریعے ہدایت ملے۔ بے شک اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس سے افضل کوئی کام نہیں۔لیکن اپنے آپکو اتنے

عظیم کام کا اہل تو بنائیں۔ اور پھر اس منبر و محراب پر بیٹھنے سے پہلے جب تزکیہ نفس کا اہتمام نہ ہو تو شیطان و نفس کے اغوا کے پورے امکانات ہوتے ہیں اور تلبیس ابلیس بھی اسی کا نام ہے۔ تو دراصل اس جگہ بیٹھ کر نفس لوگوں کی توجہ حاصل ہونے پر مسرور ہے۔ اور شیطان نے آپکو "دین کی خدمت" جیسے دلفریب خیال میں مست کیا ہوتا ہے۔

گھر گھر اپنی تحریکوں کی برانچ کھولنے کا پرزور اصرار اور "وہ جو کام نہیں کرے گا وہ ضائع ہو جائے گا" جیسے نعرے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ سنے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسی تحریکوں سے وابستہ افراد کے اندر ایک دوسرے کی ملاقات کے وقت یہی فقرہ زبان پر ہوتا ہے۔ "آجکل آپ کیا کر رہے ہیں" (تحریک کے حوالے سے) ہر شخص کی استعداد علمی قابلیت، تحریر و تقریر کی صلاحیت، عدم صلاحیت مختلف ہوتی ہے۔ کیا ہر شخص ابلاغ کی طاقت رکھتا ہے؟ اور اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ علمی قابلیت سرے سے ہے ہی نہیں کہ اسکا ابلاغ کیا جائے۔ ایسے اداروں میں جو تعلیمی سلسلے ہیں وہاں بھی یہی کوشش ہے کہ اپنے نظام اپنے طریقے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے نظریات کے اساتذہ اور یا پھر وہیں کے پڑھے ہوئے طالبعلموں کو استاد مقرر کیا جائے۔ خود کم علمی کے ساتھ جو لوگ پڑھتے ہیں۔ جب وہ اس کم علم کو آگے ٹرانسفر کریں گے تو کچھ سالوں میں جو نقشہ بنے گا۔ اسکا تصور ہر صاحب بصیرت کر سکتا ہے۔ صرف 2 ,2 ماہ کے مختصر کورس کروا کے یہ تصور ڈالا گیا کہ اب آپ کو دین کا علم آ گیا۔ اب اسے آگے پھیلائیں۔ ان 2,2 ماہ کے مختصر کورسز میں یہ دیکھا گیا کہ طالبعلموں کو قرآن کی منتخب آیات دے کر پوچھا گیا کہ اس سے آپ نے کیا سمجھا؟ اور انکی خوب حوصلہ افزائی کی گئی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ان اداروں کے جاری کردہ کورسز سے ایک طالبعلم میں صرف اتنی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ صرف اور صرف قرآن کا لفظاً لفظاً ترجمہ کسی کو پڑھا دے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ نہ ہی وہ تفسیر بتانے کے قابل ہے اور نہ ہی مسائل بتانے کا۔ بلکہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان اداروں کے اکثر فارغ التحصیل طالبعلموں کی تجوید ہی درست نہیں ہوتی۔ اسکے برعکس ہر طالبعلم ایک برانچ کھول کر تفسیر قرآن و حدیث و فقہ سب الٹے سیدھے مسائل لوگوں میں پھیلا رہا ہے اور خوش ہے کہ "دین" پھیلا رہا ہوں۔ "نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملا خطرہ ایمان" جب دین کو ناقص طریقے سے اور کم علمی کے ساتھ پڑھایا اور پھیلایا جائے تو اس جعلی کمپاؤنڈر کی مثال ذہن میں آتی ہے۔ جو ڈاکٹر ہونے کا دعویٰ کر دے اور چونکہ ڈاکٹر کی صحبت میں کچھ عرصہ گذارا تو کچھ تھوڑا بہت علاج تو سیکھ لیا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ ایک مریض کے ایک مرض کا تو علاج کر دیا۔ لیکن چار نئے امراض پیدا کر دیے۔

ان اداروں کی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت کی سب سے موکر، مقبول، محبوب، روح رواں صرف ایک شخصیت ہوتی ہے۔ جس کی اپنی ذات جماعت میں معیار اور نمونہ بن جاتی ہے۔ کہیں خواتین یہ سبق لیتی ہیں کہ اگر دینی جذبے کیلئے گھر بار، بچوں، شوہر کو چھوڑ دیا جائے تو کوئی بات نہیں کہ ایک بڑا مقصد سامنے ہے۔ (چاہے شوہر ناراض ہے۔ یا بچوں کی تربیت کا حرج ہے) کہیں انکو یہ سمجھا آتا ہے کہ دین کا کام جب تک آجکل کے میڈیا کے ذریعے نہ کیا جائے کامیابی نہیں مل سکتی۔ کہیں انکو تمام علمائے کرام جاہل اور تنگ نظر لگتے ہیں اور اپنے صرف رہنما صحیح دین کی تصویر پیش کرنے والے جب کوئی تحریک کسی شخص کیطرف منسوب ہوگی تو اس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر ضرور پڑے گا۔ اور ان تحریکوں کے پلیٹ فارم سے بھی شخصیت پرستی میں اضافہ ہوتا ہے ہر ایک کیلئے تحریک کے رہنما کی تقاریر کے کیسٹ ہر مجلس میں انکے تذکرے۔ غرضیکہ یہ ایک شخصیت پر مرکوز تحریکیں ہیں۔

﴿مدارس میں کیا پڑھایا جاتا ہے اور مقصد تدریس؟﴾

مدارس میں صرف ونحو، ادب، فلسفہ ومنطق، فلکیات، حساب، تجوید قرآن وحدیث فقہ اور انکے اصول پڑھائے جاتے ہیں اس طالب العلم کو لیا جاتا ہے جو مڈل، میٹرک پاس ہو۔ اور اگر لڑکا سکول پڑھا نہیں تو اس کو پہلے مڈل مدرسے میں ہی پاس کرایا جاتا ہے۔ پھر اسکو مدرسے میں داخل کیا جاتا ہے۔ جو مدرسہ پڑھ گیا اس کو اصطلاح میں عالم کہتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی شخص کتنا ہی ذہین اور صاحب مطالعہ ہو وہ اصطلاحی عالم نہیں بن سکتا جسطرح انجینئرنگ کالج سے پڑھا ہوا انجینئر تو ہے ڈاکٹر نہیں m.b. a پڑھا ہوا بزنس مین تو ہے لیکن کمپیوٹر نہیں جانتا اسیطرح مدرسے کا مقصد قرآن وحدیث اور انکے خادم علوم بچوں کو پڑھا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کیساتھ لگانا ہے۔ اور یہی علما کی ذمہ داری ہے۔ جو با حسن وجوہ ادا کر رہے ہیں۔

﴿سیاست اسلامیہ کیا ہے؟﴾

اسلامی سیاست کی تعریف یہ ہے اصلاح المبدء والمعاد یعنی دنیا کے تمام مادی مسائل کیلئے محنت کرنا اور آخرت کیلئے بھی تیاری کرنا۔ تو مبدء کا کام کالج اور یونیورسٹی کے افراد کی ذمہ داری ہے جو وہ سرانجام دینگے۔ اور معاد کیلئے اپنے آپکو اور تمام لوگوں میں فکر پیدا کرنا علماء کا کام ہے اسطرح یہ گاڑی چلے گی۔ اور چل رہی ہے۔ علماء تو اپنا کام کر رہے ہیں۔ اور عصری علوم کے ماہرین اپنے کام سو

ں میں لگے ہوئے ہیں۔ دونوں دین و دنیا میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور اسلامی سلطنت اسی ترتیب پر چلے گا جسطرح کنسٹرکشن کے ماہرین کو حفظ و علم میں داخلہ لینے کا مشورہ غلط ہوگا۔ اسی طرح علما کو دنیاوی علوم میں مہارت کا مشورہ دینا نا سمجھی ہوگی۔ اگر چین جرمنی اور روس وغیرہ انگلش کے بغیر ترقی کرسکتے ہیں تو علماء کیلئے انگلش پر زور کیوں دیا جاتا ہے؟؟ اگرچہ اب تو لاکھوں دینی طلباء انگلش جانتے اور سیکھتے ہیں اسیطرح تصویر اور ساز سے بچکر تمام علماء انفارمیشن ٹیکنالوجی سے مدد لے رہے ہیں بلکہ ان کے استعمال میں ہے ہم کو غیروں کے پراپیگنڈے میں آکر اپنی اصلی طاقت سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے۔

علماء ۱۲ علوم پڑھتے ہیں اور پھر یہی علوم رات کو مطالعہ کرکے پورے دن پڑھاتے ہیں صبح تا عصر اور مغرب تا رات دس بجے ہزاروں مدارس میں لاکھوں طالبعلم دن رات اسی میں مصروف ہیں ۔اب ہم اگر انکو کمپیوٹر پروگرام سیکھنے، عصری علوم پڑھنے اور مختلف فنون حاصل کرنے پر لگائیں ۔اور دفتر اور رہبر کے مقاموں پر بٹھائیں۔ تو مدارس کیلئے رات کو مطالعہ اور پورے دن پڑھانا کہاں ممکن ہوسکتا ہے۔ افسوس یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔

اسیطرح قاری صاحب کے پاس حفظ کی کلاس ہوتی ہے وہ صبح تا ظہر پھر تا عصر اور مغرب تا رات دس بجے اسی کلاس کو کنٹرول کرتے ہیں اور الحمد للہ حفاظ بن رہے ہیں اب قاری صاحب کو دفتری نظام کیساتھ منسلک کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ بارہ سو سال اسلامی خلافت نے علماء کی خدمت کی۔ دینی اور عصری علوم کے ماہرین کی آپس میں گہری ربط نے اسلامی خلافت کو مضبوط کر رکھا تھا ۔اور جبکہ اب عوام علماء کرام کی خدمت کر رہی ہے اسلئے کہ اسلامی خلافت تو نہ رہی۔

علماء کرام کو بہترین مشورے دیتے ہوئے تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھ کر ہم اپنے (بغرض اصلاح) سکول کالج کے حالت زار پر کیوں رحم نہیں کھاتے۔ ہم الحمد اللہ مسلمان ہیں۔ ہم سکولوں اور کالجوں میں اسلامی ثقافت کیوں کھو بیٹھے ہیں۔ مغربی تہذیب ہم پر چھاتی جا رہی ہے؟ کالجوں سے سورہ انفال اور سورہ توبہ نکالا جا رہا ہے؟ تجوید کا مضمون غیر اہم رہ گیا؟ عصری طلبہ کنڈیکٹروں اور اپنے ٹیچروں کی پٹائی کرتے ہیں؟ جلاؤ گھیراؤ کرتے ہیں؟

خودکشی، فائرنگ اور کالجوں میں کرفیو لگنا عام ہو چکا ہے؟ عصری طلبہ مجوزہ کلاس ادا نہیں کرتے؟ دینی طالبعلم یہ سارے کام نہیں کرتے اور پھر بھی مورد الزام ہیں۔

علماء کرام کو یہ مشورہ دینے والے حضرات عصری علوم ہی کے حامل ہیں۔ وہ علماء کرام کو مشورہ دینے کیساتھ ساتھ جلد از جلد علماء کرام کے مشوروں کو بھی عصری تعلیم گاہوں میں بروئے کار لا

کر ایسی اصلاحات کریں کہ وہاں فائرنگ کرفیو بند ہو جائے۔ ہر وقت کالج یونیورسٹی کے شیشے نہ ٹوٹنے۔ در و دیوار گندے نہ ہوں۔ روڈ بلاک نہ ہوں پروفیسروں کی قدر ہو کلاسوں میں مکمل حاضری ہو۔ وہ مسلمان نظر آئیں۔ جیسے ہی وہ حکومتی عہدوں پر فائز ہوں وہ احتساب کے وقتوں جیل میں نظر نہ آئیں۔ اور عصری طلبہ کی شروع سے ایسی تربیت ہو کہ وہ ملک کے وفادار رہیں۔ وہ ایسا ملک بنائیں کہ ہم آئی۔ ایم۔ ایف کے محتاج نہ رہیں۔ ہم کو جو کروڑوں اشیاء کا اربوں روپوں کی شکل میں ٹیکس وصول ہوتا ہے۔ یہ اصل اقتدار خود آپس میں بیٹھ کر نہ کھائیں۔ اسی طرح عصری طلبہ کو سمجھا دیا جائے۔ کہ حکومتی عہدوں پر جانے کے بعد اپنے بینک بیلنس فارن بینکوں میں نہ رکھیں۔ ڈی، کام۔ بی کام۔ ایم، کام۔ بی، بی۔ اے۔ ایم، بی اے اور تجارتی علوم کے عصری طلبہ کی ایسی تربیت کی جائے۔ کہ وہ دیانت داری کیساتھ بینک۔ اور تجارتی اداروں میں دھوکہ اور کرپشن سے بچیں۔ اور وہ سود کو جڑ سے اکھیڑ دیں۔

انکو بتا دیا جائے کہ ملک دشمن قوتوں (موساد۔ را اور مغربی N.G.O) پر نظر رکھیں۔ جو مسجدوں پر فائرنگ کر کے فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں۔ جسکے بعد مذہبی کارکن غلط فہمی کا شکار ہو کر تصادمات ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ISI کو ان باتوں کا علم ہوتا ہے۔

اور جہاں پر صحافت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہاں پر انکا ایسا تزکیہ کیا جائے۔ کہ گینگ ریپ، آبروریزی، عشق و معاشقہ، زنا، لواطت، چوری اور گندی باتوں پر مرچ مصالحہ لگانے کے بجائے انکو چھپانے کی کوشش کی جائے۔ اور اگر بتلانے کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو اس انداز سے بتلا دیا جائے کہ لوگوں کو اس سے نفرت پیدا ہو جائے اور چونکہ ہم مسلمان ہیں لہٰذا میڈیا کو اسلامی طریقے پر استعمال کر کے قرآن وحدیث کے ذریعے عوام کی تربیت کی جائے۔ اسیطرح فلمی پوسٹر ننگی تصویریں اور زرد صحافت سے پرہیز کیا جائے موجودہ دور میں معاشرہ کی بگاڑ میں اخبار کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اور عجیب تماشہ تو یہ ہے۔ کہ انہی اخباروں میں زنا اور گینگ ریپ کی خبروں پر اظہار افسوس ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف عشقی تحریرات، ننگی تصویریں اور فلمی پوسٹر دیتے ہیں گویا کہ آگ لگاتے ہیں اور شعلوں پر افسوس کرتے ہیں۔ مدارس کیلئے اچھے جذبات رکھنے والے اگر ان مندرجہ بالا باتوں پر بھی غور فرمالیں پھر دیکھیں حالات کیسے پلٹا کھاتے ہیں۔

مدارس کا کردار

ایک انگریز جان پومر اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں

میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ دارالعلوم دیو بند کے لوگ تعلیم یافتہ نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں اور کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں پڑھایا نہ جاتا ہو جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے صرف کر کے ہوتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں کر رہا ہے مسلمانوں کیلئے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں انگلستان میں اندھوں کا سکول سنا تھا مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا دو اندھے تحریری اقلیدس کی شکلیں کف دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں شاید مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم میور موجود نہیں ورنہ با کمال ذوق شوق سے مدرسے کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال دینی مدارس کے متعلق فرماتے ہیں۔

ان مکتبوں میں رہنے دو غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں اگر ہندوستانی مسلمان ان مدارسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کی سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ھندوستان میں بھی تاج محل اور لال قلعے کے سوا مسلمانو ں کی آٹھ سو سال حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

مشہور ادیب قدرت اللہ شہاب۔

برصغیر کے مسلمانوں پر ملا کے احسان کا تذکرہ ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ ..لوہے جیسی ہو ئی گرم دوپہروں میں خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی ہے؟ کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں نرم و گرم لحافوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہیں ہوئی کہ اتنی صبح منہ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس قدر پابندی سے کون دے رہا ہے؟ دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک ملا کے دم سے آباد ہیں۔ جو خیرات کے ٹکڑوں پہ مدرسوں میں پڑھا تھا اور دربدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر سے دور کوئی اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھا رہا تھا اسکی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی نہ کوئی فنڈ تھا، نہ کوئی تحریک تھی، اپنوں کی بے التفاتی

، بے گانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرت کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کا شعلہ کہیں دین کی شمع کہیں دین کی چنگاری روشن کی رکھی، یہ ملا ہی کا فیض تھا کہ کہیں مسلمان کہیں نام کے مسلمان کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت وسالم و برقرار رہے برصغیر کے مسلمان ملا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے جس نے کسی نہ کسی طرح ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا روزنامہ جنگ کے مشہور کالم نگار عبدالقادر حسن لکھتے ہیں پاکستان کی مسلمان حکومت امریکہ کی عالمی خواہشات کے سامنے سپر انداز ہو جانے کے بعد ان مدرسوں کو ان کے اصل مزاج، مقصد اور روح سے خالی کرنے پر تل گئی ہے اس مقصد کیلئے وہ ان مدرسوں کو ختم کرنا چاہتی ہے کیونکہ یہ تعلیمی نصاب و نظام دہشت گرد پیدا کرتا ہے حالانکہ کوئی قسم کھا سکتا کہ ان مدرسوں میں اسلحہ تو دور کی بات ہے شاید کوئی عام سا غیر آتشیں آلہ بھی موجود نہ ہو۔

(13) دین میں ایسی آسانیاں داخل کرنا جسکی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

پھر وقتی طور پر ان تحریکوں کا تیزی سے بڑھتا ہوا اثر و نفوذ ان جنگلی جڑی بوٹیوں کا سا ہے۔ جو آناً فاناً راتوں رات اُگ آتی ہیں اور تیزی سے پھیل جاتی ہیں۔ جبکہ ایک اصل پودے کو پروان چڑھانے میں کتنا لہو دینا پڑتا ہے۔ "باطل ایک سیلاب کی جھاگ کی طرح ہے لیکن وہ کناروں پر رہ جاتی ہے "انکی عوام میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی میں انکے گفتار کی صلاحیت، حافظے کی تیزی علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس کو ایک "آسان دین" کی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ مثلاً" کسی امام سے کوئی مسئلہ لے لو۔ ایک امام کی پیروی ضروری نہیں ہے" (تفصیل کیلئے انہی صفحات میں ملاحظہ کیجئے کہ ایک امام کی تقلید کیوں ضروری ہے)

روزانہ یٰسین پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ نوافل کی اصل حقیقت صرف اشراق اور تہجد ہیں۔ چاشت و اوابین ((اگرچہ اوابین مغرب کے بعد چھ رکعت نوافل کو بھی کہتے ہیں جسطرح کہ ابن عمرؓ سے مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں مروی ہے (ج ۲ ص ۱۳۹) اور بارہ سال قبول شدہ ثواب ملتا ہے (ترمذی ص ۸۹) نماز کے نوافل سرے سے ساقط کر دیئے۔ دین میں عورتوں کیلئے بال کٹوانے کی کوئی ممانعت نہیں۔ "زینت کو کس نے حرام کیا"؟ سو دین کی تعلیم کے ساتھ طالبعلم لڑکیوں میں

اچھے لباس، زیورات، ہائنگ پارٹیوں کے شوق بھی پیدا ہو گئے۔ اور بتا دیا گیا کہ اس دوران صرف حجاب ضروری ہے۔ اس معاملے میں جو افراط و تفریط معاشرے میں پائی جارہی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کہیں خواتین آدھی آستینوں کے ساتھ صرف چہرہ ڈھک کر نکل رہی ہیں۔ کہیں تنگ لباس پہن کر سکارف سے چہرے کو چھپا دیا جاتا ہے۔ کہیں کوئی نقشہ ہے کہیں کوئی۔

(14) آداب و مستحباب کو مکمل نظر انداز کرنا

ان اداروں تحریکوں اور جماعتوں نے کام تو شروع کیا قرآن وسنت کو پھیلانے کا۔ لیکن جتنی زیادہ ادب کی خلاف ورزی انہوں نے کی۔ اور یہ بے ادبی کا عنصر جتنی زیادہ انکی جماعتوں میں نمایاں ہے۔ شاید کہیں اور نہیں۔ انکے طالبعلموں اور درس و وعظ سننے والوں کے دلوں اور اجسام سے سب سے پہلے جو چیز نچوڑ کر باہر نکال دی جاتی ہے۔ وہ قرآن کا ادب ہے۔ ناپاکی کے ایام میں قرآن کو ہاتھ لگانا انتہائی گناہ ہے۔ حتیٰ کہ عورت اپنے منہ سے متواتر قرآن کے الفاظ ادا نہیں کر سکتی لیکن انکے ہاں ناپاکی کے ایام میں ہر عورت قرآن کھول کر بیٹھتی ہے اور پڑھتی ہے۔ انکی تجوید کی کلاس اور قرآن کی کلاس میں ہر روز ہر طالبعلم کو قرآن تجوید سے پڑھنا ہوتا ہے۔ اور اس پر انتہائی زور دیا جاتا ہے۔ طالبعلموں کا اوپر نیچے بیٹھنا اور اکثر طالبعلموں کے قرآن شریف زمین کی سطح پر رکھے ہوتے ہیں۔ گھروں میں بھی انکے سیپاروں اور قرآن حکیم سے لاپرواہی۔ بے ادبی کی حدود کو پامال کرتے ہوئے جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کے اندر اور حاشیوں پر پنسل اور پین سے پڑھانے والے اساتذہ کیطرف سے لکھا ہوتا ہے کہ طالب علم غیر حاضر ہے آج اسکو بخار ہے۔ اور دماغوں میں کیا بٹھایا جارہا ہے کہ "ہم جو طاق میں اوپر قرآن سجا کر رکھ دیتے ہیں تو وہ ہمارے دلوں میں کیسے اترے گا کہ نہ ہم اسکو کھولتے ہیں۔ نہ پڑھتے ہیں۔ اس کا فائدہ نہیں بلکہ تو یہ ہر وقت ہمارے ساتھ رہے تو ٹھیک ہے"۔ کسی بھی علم کو سیکھنے کیلئے جب تک اس کا ادب نہیں ہوگا۔ وہ علم آپکے سینے میں نہیں اتر سکتا۔

علامہ زرنوجیؒ نے تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ میں بہت سے طلبہ کو دیکھتا ہوں کہ وہ علم کے منافع سے بہرہ یاب نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے شرائط و آداب کا لحاظ نہیں رکھتے اسی وجہ سے محروم محروم رہتے ہیں۔ جس کسی نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ احترام سے کیا ہے اور جو گرا ہے بےحرمتی سے گرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا دین کے کسی جزء کی بے حرمتی سے کافر ہو جاتا۔

باادب بانصیب — بےادب بےنصیب
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف سمجھتا ہے اسکو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے اسکو فرائض کی محرومی سے سزا دی جاتی ہے۔ اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے۔ وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور یہ بات سخت تشویش ناک بات ہے۔ کہ شریعت کے معمولی آداب کو بھی فضول سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔ جو لوگ معمولی آداب کو ہلکا سمجھ کر لاپرواہی کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ دین کا ہر جز اور ہر کڑی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہے یہ ادارے۔ تحریکیں۔ جماعتیں بظاہر کامیاب کیوں ہیں؟ عوام الناس کیلئے تجاویز، اصلاح کے امکانات یہ ادارے، تحریکیں، جماعتیں اور انکے رہنما بظاہر کیوں کامیاب ہوئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ ایک وجہ انکا لوگوں کے سامنے آسان دین تحریک کا پیش کرنا تھا۔ جس کی وجہ سے شہری آبادی کا ایک بڑا طبقہ انکی طرف متوجہ ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طبقہ دین حاصل کرنے کیلئے مستند علمائے کرام کو نہ جانتا تھا۔ اور اگر جانتا بھی تھا تو مدارس کی طرف رخ کرنا انکے لیئے کڑوی گولی تھا۔ ایسا نہیں ہوا کہ دین سیکھنے سکھانے کا کام بند ہو گیا۔ یا محدود ہو گیا۔ نہیں، بلکہ ہم نے جس طرح کا دین، جس طرح کی ہدایت لینی چاہی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی طرح کی ہدایت کا ہمارے لیئے انتظام فرما دیا۔ اگر ہم دین کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کو اور سنت نبوی ﷺ کے علم کو ان لوگوں سے لیکر زیادہ مطمئن ہیں۔ جن کو پڑھانے والے یہود و نصرانی تھے۔ تو ایسے لوگ ہمیں مل گئے۔ اگر ہمیں ٹاٹ پر بیٹھ کر دین حاصل کرنے، سیدھے سادھے، باشرع، متبع سنت، متقی، پرہیزگار علماء کرام سے دین سیکھنا مشکل تھا تو جس راہ کو ہم نے اپنے لیئے پسند کیا، وہی ہمارے لیئے آسان کر دی گئی۔ پھر ان رہنماؤں سے جڑ کر وابستہ ہو کر بھی کسی شک وشبہ، کسی التباس کا ہم شکار بھی ہوئے۔ تو ہم نے کسی مستند عالم، کسی مستند دینی کتب کے حاصل کرنے کی کیا سعی کی؟ خصوصاً عورتوں کے طبقے میں تو یہ کام اسلیئے کامیاب رہا کہ خواتین کے پاس اپنے طور پر کسی عالم سے رابطہ کرنا۔ یا مستند دینی کتب کا حصول ایک مشکل مرحلہ ہے۔ لہذا انکو جو کچھ، جس طرح اور جس کے ذریعے قرآن وسنت کے نام پر ملتا گیا۔ وہ اسکو اسی طرح اپناتی چلی گئیں۔

حالانکہ آخرت میں عوام الناس سے یہ سوال ضرور ہوگا کہ مستند ذریعے تک پہنچنے کی کوشش کی گئی یا نہیں؟

آجکے دور میں جب ہم اپنے لیے کپڑے، جوتے، اشیائے صرف، بچوں کے سکول، کالج، ڈاکٹر، وکیل، استاد سب میں اچھا، اعلیٰ، اور قابل اعتماد معیار ڈھونڈنے کیلئے کوشش کرتے ہیں تو کیا دین ایسا لاوارث رہ گیا کہ جو بھی یہودیوں، عیسائیوں سے دین پڑھ کر آئے، وہ مسلمانوں کو دین پڑھانا شروع کر دے اور دین کی حالت بگاڑ دے۔

اسلامیات میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی حقیقت

پیاری ماں جیسو عالم بننے کے لئے مدرسے ہیں جس طرح صحیح کامل ڈاکٹر اور انجینئر بغیر میڈیکل کالج اور انجینئرنگ یونیورسٹی کے ممکن نہیں۔ اسی طرح عالم بننے کا مسئلہ ہے۔ اور علم کا کورس آٹھ دس سال ہے۔ جس میں کل وقت دینی چودہ علوم کی پڑھائی ہوتی ہے۔ لیکن ایم اے اور پی ایچ ڈی وغیرہ میں نہ چودہ علوم ہوتے ہیں نہ اہل اللہ سے پڑھتے ہیں بلکہ فارن یونیورسٹیوں میں تو کافروں سے دین پڑھا جاتا ہے نہ کل وقت پڑھائی ہوتی ہے۔ جبکہ ہمارے مدرسے کے درجہ اولی اور درجہ ثانیہ کا استعداد والا طالبعلم اچھے طریقے سے ان کے پرچوں کو حل کر سکتا ہے۔ میں نے یہ سب دنیاوی ڈگریاں لی ہیں بغیر کتابوں کے خریدے پیپر دے کر فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اور اس لئے پرائیویٹ کیں کہ میرے والد محترم نے فرمایا کہ یہ ڈگریاں کر لو یہ دنیاوی تعلیم یافتہ بے چارے دینی سمجھ نہ رکھنے کی وجہ سے دنیاوی ڈگریوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ تو ان ڈگریوں کے کرنے کی بنا پر دنیاوی طبقہ آپ کی بات غور سے سنے گا۔ لیکن عوام میں مصیبت یہ ہوئی کہ جس نے بغیر کسی مستند دینی مدرسے میں پڑھے اسلامیات میں پی ایچ ڈی کر لی اسی کو لاعلمی کی بنا پر کامل سمجھ لیا۔ اور اس کو مجتہد تک کا درجہ دے دیا۔ اور علماء حق جس کو عالم کہے وہ عالم ہوگا نہ کہ عوام حضرات جس کو عالم کہیں۔

کرنے کا کام کیا ہے؟ اللہ سے انتہائی عاجزی سے ہدایت کی دعا:

اصل میں تو یہ پورا نقشہ اسی لیے بنا۔ کہ ہمارے اپنے اعمال خراب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی جب کسی قوم کے اندر بگاڑ پاتے ہیں تو سزا کے طور پر دینی و دنیاوی حاکم ان پر ایسے مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ جو بالترتیب انکی آخرت و دنیا کی رسوائی اور خرابی کا ذریعہ ہوں۔ لیکن ہدایت کی دعا کرنا ایک ایسی دعا ہے جو تاثیر سے خالی نہیں۔ اگر کوئی شخص دنیاوی چیزوں کی اللہ سے دعا کرتا ہے تو بعض اوقات وہ دعا اسکے حق میں قبول ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی کہ اس چیز کے حصول میں اس کے لیے خیر نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ سے اسکی رضا والے اعمال کی دعا مانگنا۔

اور ہدایت طلب کرنا ایک ایسی دعا ہے۔ جس میں دو رائے ممکن نہیں (کہ ہدایت کے نہ ملنے میں کوئی بہتری ہو) لہذا جب کوئی شخص خالی ذہن اور اپنے قلب کو صرف اللہ کیلئے خالص کر کے ہدایت کی دعا کرے تو اللہ تبارک وتعالی ضرور بالضرور قبول فرماتے ہیں۔ اور ایسے شخص کیلئے غیب سے ہدایت کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہاں خالی دل ہونا ضروری ہے۔ اگر دل میں پہلے سے کسی خاص

شخصیت یا جماعت سے وابستگی اور محبت جیسی ہوئی ہے تو پھر بھی کم سے کم یہ دعا تو کی جا سکتی ہے کہ یا اللہ اگر یہ جماعت جس سے میں جڑا ہوا ہوں۔ یہ آپکی رضا والی جماعت ہے تو میری قدموں کو اور دل کو انکے ساتھ مضبوطی سے جوڑ دے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میرے دل کو اور قدموں کو ان سے پھیر دے۔ اصل فکر ہمیں آخرت کی کامیابی اور مواخذے کی ہونی چاہیے۔ روزانہ دو نفل حاجت پڑھ کر ہدایت والی دعائیں مانگیں۔

جن کتب سے مدد لی گئی۔ (Refernces)

☆۔ تقلید کی شرعی حیثیت (مولانا محمد تقی عثمانی) مکتبہ دار العلوم کراچی
☆۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم (محمد یوسف لدھیانوی) بنوری ٹاؤن کراچی
☆۔ اجتہاد اور تقلید (مولانا قاری محمد طیب) ادارہ اسلامیات لاھور
☆۔ شریعت و طریقت کا تلازم (مولانا محمد زکریا) دار الاشاعت۔ کراچی
☆۔ الاعتدال فی مراتب الرجال (مولانا محمد زکریا) مکتبہ الشیخ کراچی
☆۔ مقام صحابہ (مولانا محمد مفتی شفیع) ادارۃ المعارف کراچی کورنگی
☆۔ فقہ میں اجماع کا مقام (مفتی محمد رفیع عثمانی) ادارۃ المعارف، کراچی کورنگی
☆۔ تقلید آئمہ (مولانا محمد اسمعیل سنبھلی) ادارہ اسلامیات لاھور
☆۔ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (مفتی جمیل احمدؒ) ادارہ اسلامیات لاھور
☆۔ دفاع امام ابو حنیفہؒ (عبد القیوم حقانی) اکوڑہ خٹک نوشہرہ
☆۔ معارف القرآن (مفتی محمد شفیعؒ)
☆۔ اصلاحی خطبات (محمد تقی عثمانی) دار العلوم۔ کراچی کورنگی
☆۔ قرآن کا مطالعہ کیسے؟ (محمد اویس) مجلس نشریات اسلام کراچی
☆۔ اصلاحی خطبات (مولانا محمد تقی عثمانی) میمن پبلشرز کراچی

عوام الناس پر حیرت

عوام الناس جب آپس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ تو انکے گفتگو کے موضوعات میں سے ایک موضوع یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ بھائی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن دن رات یہ کہنے کے باوجود ایسے لوگوں کے اردگرد جمع نظر آتے ہیں۔ جو اختلاف ہی کا بیج بوتے ہیں۔

اے پیاری عوام الناس! کیا آپ حضرات نہیں کہتے تھے کہ اختلاف نہیں ہونا چاہیئے؟
کیا آپ گذری ہوئی مضبوط سلطنتوں (خلافت عثمانیہ، مغل، سادات وغیرہ) پر فخر نہیں کرتے؟
کیا گذرے ہوئے کمانڈروں (سوری، غوری، ٹیپو، غزنوی، ابدالی، ایوبی وغیرہ) پر آپ فخر نہیں کرتے؟
کیا آپ حرمین شریفین پر سینکڑوں سال حکومت کرتے نہیں آرہے ہیں؟
کیا آپ نہیں کہتے ہیں کہ حیض اور جنابت کی حالت میں قرآن کا چھونا بے ادبی ہے؟
کیا اسلام میں عورت کیلئے بال کاٹنا اور بغیر محرم کے دور دراز کا سفر کرنا گناہ نہیں ہے؟
کیا اسپر اتفاق نہیں ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اسپر اپنی بیوی حرام ہوگئی؟
تراویح جب سے شروع ہوئی ہیں بیس رکعات ہیں؟
کیا پوری دنیا کا مسلم بلاک (الا قلیلا) حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے طریق پرکاربند نہیں؟
کیا حرمین شریفین سمیت پوری دنیا میں جمعہ کی آذانیں دو نہیں ہیں؟
جنازہ کی نماز آہستہ آواز سے نہیں ہے؟
امام کی تقلید کرنا رحمت ہے اور اسی پر ہمارے اکابر اور خاندان کے خاندان عمل پیرا ہیں؟

ان مندرجہ بالا پچھلی اتفاقی باتوں کو ایک بار پڑھ کر متوجہ ہو جائیں۔ کہ ان تمام اتفاقی اہم باتوں میں یہ حضرات باوجود اتفاق کی آواز لگا لگا کر پوری امت سے کٹ چکے ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ غلطی پر کون ہیں۔ ہم یا وہ جو اجماعی باتوں سے بھی منحرف ہو چکے ہیں۔

سمجھ میں آنے والی بات

اگر ،،الہدیٰ،، والے ساتھیوں نے ان سوالوں کے جوابات پر غور فرما دیا تو میری دونوں کتابوں کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں ان کو خود بخود شریعت کے اصول، تقلید اور ہماری باتیں سمجھ میں آجائیگی۔ ان سوالوں کے جوابات پر غور فرمانے سے جو آپ کو سمجھ میں آئیگا لمبی لمبی تقریروں اور بڑی بڑی

کتابوں کو پڑھنے سے آپکو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ انسان کا دماغ گوندے ہوئے آٹے کی طرح ہے خالی الذہن ہونے یا اپنے موقف کا مطالعہ نہ کرنے کی صورت میں جو بھی آپ کے سامنے اپنا مسئلہ اور اسکے دلائل پیش کرے گا آپ اس کے ہی ہو جائینگے۔ اگر الہدیٰ کی طالبات از خود یا اپنی استانیوں سے ان سوالوں کے جوابات کا مطالبہ کریں تو خود بخود ان کو بات سمجھ میں آجائیگی۔

بلکہ پیارے بھائیو اور بہنو! میں آپ کو تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور اس پر غور فرمائیں تو بحث خود بخود ختم ہو جائے گی۔

۱۔ نماز کے اندر کتنے فرائض (اگر اس میں فرق آئے تو نماز ٹوٹ جائے) کتنے واجبات (اگر وہ چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو لازم آئے گا) اور کتنی سنتیں ہیں تعداد بتائیں؟ کیا ابھی تک ہم کو بتایا گیا ہے یا اگر آپکے نصاب میں ہوں تو نشاندہی فرمائیں؟ اور جواب پہلے قرآن و حدیث صحاح ستہ سے دیں؟ اس سوال کو ہم اسطرح بھی کر سکتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کو آپ فرض خیال کرتے ہیں۔

لیکن سورۃ فاتحہ کی طرح جب ہم آپ سے اسی طرح کی اور فرائض کی تعداد کی نشاندہی کا سوال کرتے ہیں تو پھر آپ کے پاس جواب نہیں ہوتا۔

۲۔ فرض واجب اور سنت کی قرآن و حدیث سے تعریف بھی فرمائیں؟

۳۔ دادی، نانی کیساتھ نکاح حرام ہے؟ قرآن و حدیث سے دلیل پیش فرمائیں؟ قیاس نہ کریں کہ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ ماں کی طرح ہیں اس لئے کہ یہ بات تو نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث؟

۴۔ بھینس کا دودھ اور گوشت حلال ہے یا حرام؟ اور کسی کی اگر سو بھینسیں ہوں تو سال گذرنے پر محمد ﷺ نے کتنی زکوٰۃ ارشاد فرمائی ہے؟

۵۔ دادا کی میراث اور بیٹے کی عدم موجودگی میں پوتے کی کیا میراث ہے؟

۶۔ اکیلا نمازی (مرد یا عورت) دو پیروں کے درمیان کتنی جگہ چھوڑے گا؟

۷۔ تقلید شخصی کیا ہے (شرک یا جمود یا اندھا پن یا غلط یا نہیں ہونا چاہیئے)؟

۸۔ وہ بڑے بڑے علمائے کرام جن کے ہم حدیث کے صحیح اور ضعیف کہنے میں محتاج ہوتے ہیں اور ہماری تمام لکھی ہوئی کتب انہی علمائے کرام (ابن حجرؒ، نوویؒ، ذھبیؒ، مزیؒ، سیوطیؒ اور القطانؒ) کے ناموں اور حوالوں سے مزین ہوتی ہیں کیوں تقلید شخصی پر کاربند تھے؟

۹۔ اجتہاد کی ضرورت جسطرح آج ہے کل بھی تھی (اور اجتہاد ہو رہا تھا اور ہو رہا ہے جسکے اپنے لوگ ہیں) تو ہم سوال یہ کرتے ہیں کہ اجتہاد پچھلے اصولوں کے مطابق فروع (مسائل) کا نکالنا (استخراج) ہوگا؟

یا نئے سرے سے اصول بنانے کی ضرورت ہے؟

۱۰۔ محترمہ مسز صاحبہ! آپ کی فروعی اختلافات پر کتب کے علاوہ کتنی جلدوں میں یا کوئی ایک کتابچہ یا کوئی کاپی یا چلو ایک چھوٹا سا اشتہار موجودہ جدید مسائل (بزنس، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، برتھ کنٹرول، کلوننگ، انشورنس، شیئرز، منی چینجرز، لاؤڈ سپیکر، ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ) پر ہے؟ اور جن کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اجتہاد کا دروازہ بند کر چکے ہیں وغیرہ ان علمائے کرام (مفتی محمد شفیع، مفتی رشید احمد لدھیانوی، مولانا یوسف لدھیانوی، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا خالد، مفتی نظام الدین اعظمی، علامہ وحید الزماں حنفی وغیرہ کے فقہی کونسلوں (جدہ فقہی کونسل، کراچی فقہی کونسل، مرکز الاقتصاد کراچی اور فیصل آباد جامعہ امدادیہ، فقہی کونسل جنوبی وغیرہ) کے سینکڑوں کتب ہزاروں کی صفحات میں لاکھوں کی تعداد میں بار بار چھپ کر عوام اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ (اور پروپیگنڈہ کرنے والوں کو اپنے بارے میں اور ہمارے ان خدمات کا پورا کا پورا علم ہے لیکن جن دنیا میں معروف یا قربت سے بعض غیر عالم عوام کو علم نہیں انکی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر پروپیگنڈہ کرتے ہیں)۔

۱۱۔ جن کے حصے قرآن میں مقرر ہیں اگر ان سے مال بچے اور کوئی عصبہ یا ذوالارحام نہ ہو تو مال قرآن وحدیث کی رو سے کس کو ملے گا؟

۱۲۔ ابو داؤد اور ترمذی مترجم اپنے سامنے رکھیں پڑھتے جائیں ایک ہی مسئلہ پر دو باب دو مختلف احادیث دو آراء۔ دونوں طرف صحابہؓ تابعینؒ ہونگے آپ (تقلید چھوڑ کر) کس طرف جائینگے؟ جو آسان لگے یا آپ اجتہاد کرینگے تو کیا آپ عالم ہیں اور آپ میں اجتہاد کی صلاحیت ہے؟

۱۳۔ اجتہاد کیلئے بڑے آئمہ دین نے کیا شرائط طے کی ہیں؟

۱۴۔ ایک جیدنا قد عالم دین (مثلاً ابن حجرؒ) نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ہم نے کہا ٹھیک ہے اور ہم کو اس عالم کی دلیل کا علم نہیں ہوتا ہے کیا یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۵۔ ہم نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل پر عمل کر رہے ہیں ہم کو نہ ہر مسئلہ کی دلیل معلوم ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ہاں اتنا یاد ہے کہ فلانے (یا فلانی نے) نے یہ کہا تھا کہ اس طرح عمل کرو اسکی فلانی دلیل ہے اور (بقول انکے) یہ صحیح ہے تو کیا یہ آجکل کے مولوی کی اندھی تقلید نہیں ہے؟ (اور کیا تابعی کی تقلید سے یہ بہتر ہے جس نے صحابہؓ کو دیکھا؟)

۱۶۔ ۱۸۸۸ء سے پہلے ہزار سال سے زائد کوئی مسجد موجود ہے جس میں آٹھ رکعات تراویح پڑھی گئی ہوں؟ یا پاک و ہند کی چند مشہور مساجد (بادشاہی مسجد لاہور، سندھ کی سینکڑوں سال پرانی مساجد، دہلی

گڑھ، کشمیر، مغل دور کی تمام مساجد) ہیں۔ کیا ان میں آٹھ رکعات تراویح کبھی بھی پڑھی گئی ہیں؟

۱۷۔ اگر ایک شخص سبحانک اللھم کی جگہ التحیات یا التحیات کی جگہ سبحانک اللھم پڑھے تو قرآن وحدیث کی رو سے یہ شخص کیا کرے؟ سجدہ سہو کرے یا نہ؟ جواب کیساتھ دلیل بھی دیں؟

۱۸۔ نیت دل کی چیز ہے (فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ زبان سے نیت کا اعتبار نہیں اصل اعتبار دل کا ہے) تو سوال یہ ہے کہ نماز کی مختلف (فرض، واجب، سنت، نفل، مختلف اوقات میں، امام کے پیچھے اکیلے، مختلف رکعات) صورتیں ہیں تو دلیل کیساتھ فرمائیں کہ دل میں کون کونسی چیزوں کی نیت ضروری ہے؟ اور کونسی کی نہیں؟

۱۹۔ آپکی کوئی ایسی آسان کتاب موجود ہے جس میں وضو، تیمم، غسل، نماز، زکوۃ، وغیرہ کے فرائض واجبات اور سنتیں ہوں؟ یا آپکی کوئی کتاب اسطرح مرتب نہیں؟ تا کہ لوگوں کیلئے آسانی ہو؟

۲۰۔ فرض، واجب، سنت، حرام اور مکروہ کی تعریف قرآن وحدیث سے فرمائیں؟

۲۱۔ قرآن پر اعراب، رکوع اور پارے حضورﷺ اور صحابہؓ نے نہیں لگائے؟ انکی تقلید درست ہے؟ کیا یہ زیر زبر پیش بالکل درست ہے؟ دلیل قرآن وحدیث سے؟

۲۲۔ جنازہ کی تکبیروں میں ہاتھ اٹھانے کی دلیل صحیح مرفوع روایت سے دیں؟ جنازہ کی چار تکبیروں میں مرفوع حدیث کے مطابق کیا کیا پڑھینگے؟

۲۳۔ پورا مہینہ تراویح کی جماعت کا ثبوت صحیح مرفوع دلیل سے دیں؟ اور کیا کسی صحابیؓ نے تراویح یا صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرائی ہے؟ یا قیاس پر عمل کر کے یہ جماعتیں ہو رہی ہیں؟

۲۴۔ جتنے مطالبے میں نے الہدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟ تا ہی کتاب میں کیے ہیں (مثلاً ان سے حدیث کی سند کا مطالبہ کیا تھا جسکے موقف پر یہ کاربند ہوں۔ ایسے تقریباً دس مفتی یا علمائے کرام جو کسی دینی ادارے سے فاضل ہوں اور ان پر اعتماد کریں۔

﴿لطیفہ ذرا دوبارہ﴾

ایک گھر میں چوری ہو گئی۔ اور چور بھاگ گیا۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ چور ہے چور ہے تو چور نے بھی شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ چور ہے چور ہے۔ اس مجمع میں ایک آدمی نے آواز لگا دی کہ یہی چور ہے۔ تو چور نے غصے میں آ کر کہا۔ کہ میں چور کا تعاقب کر رہا ہوں اور آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں تو چور رویا اور سنجیدہ ہوا اور اپنی ہوشیاری اور چرب لسانی سے ان لوگوں کو بھی اپنا شریک بنا لیا

جو چور کے پکڑنے میں مخلص تھے۔ اور وہ شخص جس نے چور کی نشاندہی کرائی تھی۔ وہ چور کیلئے دشمن اور اسکے ہمنواؤں کیلئے معتوب بن جاتا ہے۔

بالکل اسیطرح خود اختلاف پیدا کرنے والے اختلاف پیدا کرتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں کہ اتفاق پیدا کرو جب انکی غلطی کو سمجھنے والا ان پر رد کرتا ہے تو اختلاف پیدا کرنے والا فوراً لوگوں کو متوجہ کرکے کہتا ہے کہ دیکھو یہ اختلاف پیدا کرتا ہے۔ اور چند مخلص ساتھی بھی انکے ساتھ ہو کر اس آدمی کو کوسنا شروع کر دیتے ہیں جو اتفاق کے بارے میں مخلص ہے۔ جسطرح امریکہ انصاف کی آواز لگا کر پوری امت مسلمہ پر چڑھ دوڑنے والا جھوٹا ہے اور گانا گانے والے جسطرح عشق و وفا کی بہت زیادہ بول بولنے میں یقیناً جھوٹے ہیں (جسکا ہر ایک کو علم ہے) اسیطرح قرآن و حدیث کے نام پر اتفاق کی آواز لگانے والے اور ۱۸۸۸ء سے پہلے تمام امت (کبار محدثین، مفسرین، مقلدین، اسماء الرجال کے ماہرین، آئمہ حرمین بلکہ اپنے خاندان) سے کٹے ہوئے ہیں۔

الہدیٰ کی ایک طالبہ کی طرف سے سوال اور اسکا جواب

محترم و مکرم جناب مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ "اتباع سنت کے مسائل" جسکا مصنف محمد اقبال کیلانی ہے اور اس کتاب کو "الہدیٰ انٹرنیشنل" میں شامل درس کیا گیا ہے۔

۱۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۴ پر چوتھی سطر میں لکھا ہے کہ ہم سب اسی رسول محترم ﷺ کی امت سے ہیں ہم سب نے اسی رسول محترم ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے ہماری نسبت اسی رسول محترم ﷺ کے ساتھ ہے تو پھر یہ کیا ہم نے علیحدہ علیحدہ نام رکھ لئے ہیں اور پھر اپنی اپنی نسبت اپنے اپنے فرقے اپنے اپنے مسلک اور اپنے اپنے نام سے فخر جتانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اے لوگو: جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا دعوٰی رکھتے ہو کیا ہمارے دل اپنے اپنے پسندیدہ مسلکوں اور طور طریقوں پر پتھروں سے بھی زیادہ سختی سے جمے ہوئے ہیں کہ سنت رسول ﷺ کے جان لینے کے باوجود ہم ان کو چھوڑنے کو تیار نہیں۔

۲۔ اور صفحہ نمبر ۱ پر رقم طراز ہیں۔

"عقائد اور اعمال میں تمام تر بگاڑ کتاب و سنت کو نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے وحدت الشہود، حلول، تصور شیخ، اطاعت شیخ، مقام ولایت، باطنی اور ظاہری علم، مرنے کے بعد بزرگوں کا تصرف، وسیلہ، علم غیب، جیسے غیر اسلامی عقائد اور اعمال انہیں حلقوں میں مقبول ہوتے ہیں جہاں کتاب و سنت کی

تعلیم مفقود ہوتی ہے۔"

اور ص نمبر ۳ اور نمبر ۹ پر قمطراز ہیں کہ

"دین اسلام کے نفاذ کیلئے کی جانے والی تمام کوششیں اسوقت تک بیکار ثابت ہونگی جب تک دین کی علمبردار جماعتوں کے درمیان خالص کتاب وسنت کی بنیاد پر ایک حقیقی اور پائیدار اتحاد قائم نہیں ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں فرقہ واریت اور گروہ بندی سے منع فرمایا ہے وہاں دین خالص یعنی کتاب وسنت پر متحد ہونے کا حکم بھی دیا ہے سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جسکا ترجمہ یہ ہے، "سب ملکر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

ص نمبر ۳ اور ص نمبر ۱۰ دوسرے پیراگراف میں لکھتے ہیں

"وہ راستہ کونسا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ دین اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہی ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ کی وفات مبارک سے قبل دین کے حوالے سے ہمیں جو بھی ملتا ہے اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا تمام امت مسلمہ پر فرض ہے۔"

۵۔ اسی پیراگراف میں ہے کہ "امت محمدیہ ﷺ کے افضل ترین افراد یعنی صحابہ کرام مروجہ چاروں فقہوں میں سے کسی ایک فقہ پر عمل نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے۔"

۶۔ صفحہ نمبر ۱۱ پر، "اتباع سنت اور فروعی مسائل" کے تحت لکھتے ہیں کہ "رسول اکرم ﷺ کی بعض سنتوں کو فروعی کہہ کر نظر انداز کرنا یا انکی اہمیت کم کرنا یقینا سنت رسول ﷺ کی توہین ہے۔"

۷۔ صفحہ نمبر ۱۲ پر "اتباع سنت اور موضوع یا ضعیف احادیث کا بہانہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں، "صحیح احادیث کے ساتھ ضعیف یا موضوع احادیث کا وجود بھی صحیح احادیث کو ترک کرنے کا جواز نہیں بن سکتا کرنے کا کام یہ ہے کہ دنیاوی معاملات کیطرح دینی معاملات میں بھی تحقیق کیجائے۔

۸۔ صفحہ نمبر ۱۳ پر، "احادیث کا معیار انتخاب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں "اسی معیار انتخاب کیوجہ سے مروجہ فقہی کتب میں ضعیف احادیث سے مستنبط کیے گئے بعض مسائل شامل اشاعت نہیں ہو پاتے۔ تو کیا ہم حنفی اپنے احناف ہونے پر خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔

مصنف کی مذکورہ بالا تحریریں درست ہیں یا نہیں؟

۹۔ مذکور کتاب کے صفحہ ۱۰۹ پر عنوان "الاحادیث الضعیفة والموضوعة" کے تحت ایک حدیث بیان کی ہے مختصراً یہ کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ سے پوچھا کہ تمہارے سامنے جب مقدمے آئیں گے تو تم اسکا فیصلہ کیسے کرو گے؟ تو حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تو حضور ﷺ

نے پوچھا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر کیا کرو گے تو حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول ﷺ میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

وضاحت میں مصنف نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مذکورہ کتاب کے ص ۱۰ پر لکھا ہے کہ یہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم حدیث موضوع (من گھڑت ہے) برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ کہ آیا یہ احادیث موضوع (من گھڑت) ہیں یا نہیں اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری اور مسلم کے مطابق ہے۔ اور کیا عوام الناس ان کی کتب کا مطالعہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

"الھدیٰ انٹرنیشنل" کے نصاب میں شامل، محمد اقبال کیلانی،، کی کتب میں تقلید اور حنفیت پر تنقید کے حوالے سے مختلف سوالات آچکے ہیں۔ اور "کیلانی" صاحب کی ہر کتاب کے آخری دو تین صفحات میں "الاحادیث الموضوعہ والضعیفہ" کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ لہذا اس پر تفصیل سے بحث کی ضرورت ہے۔ تاکہ علم کے طالب تصویر کے دونوں رخوں کا مطالعہ کریں اور اس پر حقیقت واضح ہو جائے۔ اور صرف کیلانی صاحب کی کتابوں کو پڑھنے سے کسی کے ذہن پر انہی کی بات مضبوط معلوم ہو سکتی ہے۔ لہذا انہیں قرآن وسنت اور ان سے نکلے ہوئے اجماعی اور اجتہادی مسائل کے بارے میں درست موقف بھی سمجھنا چاہیے۔ تاکہ کوئی مسلمان ،، نئی بات،، سے متاثر نہ ہو اب ہم اس جواب کو چند شقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ اہل السنت والجماعت والے کون ہیں؟ ۲۔ الھدیٰ والے اور کیلانی صاحب کون ہیں؟ ۳۔ فرقہ واریت اور فروعی مسائل میں کیا فرق ہے؟ ۴۔ اگر حنفی، مالکی، شافعی، کہنا فرقہ واریت اور غلط نسبتیں ہیں تو ہمیں ان سوالوں کا جواب دیں؟ ۵۔ حدیث کو صحیح اور ضعیف کہنے والے کون لوگ ہیں؟ جن کو ناقدین حدیث کہتے ہیں۔ ۶۔ الاحادیث الموضوعہ والضعیفہ علامہ البانی کی کتاب ہے۔ اس کتاب اور البانی پر تبصرہ؟ ۷۔ مسلمانوں کو نصیحت۔ ۸۔ ایک فقہ کی حفاظت کون کر رہا ہے؟ ۹۔ اہل دین کا کام کیا ہے؟ ۱۰۔ صرف قرآن وحدیث میں ظاہراً اگر سب کچھ ہے تو ان مسائل میں تصفیہ فرمائیں۔ اور اجتہادی مسائل میں مختلف ائمہ کے مختلف اقوال ہوتے ہیں۔ ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال ہونے پر آپ کس

قول کو لیجئے؟ اور کس قول کو ترجیحاً لینے کیلئے کیا شرائط ہیں؟ کتنا علم چاہیے۔

۱۔ پہلی بات ہم اہل سنت والجماعت کون ہیں؟

اسکے لیے بندہ کی کتاب الہدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟ حصہ اول کا صفحہ نمبر ۱۸ دیکھیں۔

۲۔ الہدیٰ اور کیلانی صاحب کون ہیں؟

تو "الہدیٰ" والے تو آپ جان گئے۔ یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث نہیں تو ہمارا ان سے سوال ہے کہ آپ اگر اہل حدیث غیر مقلد نہیں ہیں تو آئمہ اربعہ میں سے آپ کس کے مقلد ہیں؟ اسلئے کہ آدمی یا مقلد ہوتا ہے یا پھر مجتہد۔ مجتہد خود قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرتا ہے۔ اور مقلد اسکی پیروی کرتا ہے۔

اب کیلانی صاحب کو جانیں کہ یہ غیر مقلد (برائے نام اہلحدیث) ہے اور لوگوں کو صرف اپنی پیروی کا کہتا ہے۔ جو چودہ سو سال بعد پیدا ہوا ہے۔ کہ میں جس حدیث کو اپنے یا البانی کے حوالے سے صحیح کہوں وہ صحیح ہے۔ اور باقی غلط۔ لوگوں کو حدیث کے صحیح اور ضعیف کہنے کے اجتہادی مسئلہ میں اپنے اجتہاد اور پیروی پر کاربند کرتا ہے۔ اور تابعینؒ اور مجتہدینؒ کی تقلید اور پیروی سے زبان قال وحال سے روکتا ہے۔۔۔۔۔۔ تو کیا یہ "شدت" نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ جسکا ہمارے اوپر الزام ہے۔ کہ یہ مدارس والے ایک ہی فقہ پڑھاتے ہیں۔ اگرچہ ہم تو چاروں فقہیں اور انکے دلائل پڑھاتے ہیں۔ اور ہمارے مدرسوں میں آئمہ اربعہ کے مقلدین محبت سے پڑھتے ہیں۔ میں نے بنوری ٹاون کراچی میں پڑھا ہے جسمیں (اسکی شاخوں سمیت) کل سات ہزار طالبعلم پڑھتے ہیں۔ اور آئمہ اربعہ کے مقلدین ہم اکٹھے چاروں فقہیں پڑھتے ہیں جب کہ تقلید نہ کرنے والے حضرات ایک ہی بات کرتے ہیں۔

"کیلانی صاحب" اتباع سنت اور فروعی مسائل کے تحت ص اپر لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کو فروعی کہہ کر نظر انداز کرنا یا اسکی اہمیت کم کرنا یقیناً سنت رسول ﷺ کی توہین ہے۔

اگرچہ اس کی زد میں کیلانی صاحب خود ہی آتے ہیں کہ ایک چیز کو پکڑ لیا اور باقی جو لوگ اس کے برخلاف عمل کرتے ہیں اور انکے پاس قرآن وسنت کے صحیح دلائل بھی ہوتے ہیں ان کو غلط کہتے ہیں تو سنت کی توہین تو کیلانی صاحب خود کرتے ہیں۔ اور ہمارے ہاں تو آئمہ اربعہ کے مقلدین اپنے اپنے موقف پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کو غلط نہیں کہتے۔ فروعی اختلاف تو حق ہے۔ ہمارے ہاں کوئی حنفی بنے، شافعی بنے، مالکی بنے یا حنبلی بنے اور انکے مطابق چلے تو درست ہے۔ ہم اسکو غلط نہیں کہتے۔ لیکن غیر مقلدین نے صرف قرآن وحدیث کا نعرہ لگایا۔ پھر اسکے بعد وہ دس مکاتب فکر میں تقسیم

ہو چکے ہیں۔ اور ہر ایک کا فروعی مسلک الگ ہے۔ یہ ایک دوسرے کو کلیۃً غلط کہتے ہیں (ان کے ذیلی مکاتب فکر کی تفصیل میں بتا چکا ہوں)۔ تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ اختلاف (جو در حقیقت کوئی اختلاف نہیں تھا) سے بھاگے تھے۔ پھر آپ کا وہ اتفاق کہاں گیا؟ جسکی طرف آپ گئے تھے۔ یہ اثریہ اہل حدیث۔ غزنویہ اہل حدیث۔ جماعت المسلمین۔ غرباء اہل حدیث۔ انتخاب محی الدین۔ عطائیہ اہل حدیث کیا ہیں؟

اور فروعی مسائل کا مطلب یہ ہے کہ جنکا تعلق عقائد اور ضروریات دین کے ساتھ نہ ہو۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور وضو کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات میں وہ اختلاف جو احادیث میں ہے چنانچہ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں دونوں طرح کی احادیث موجود ہیں۔ یعنی جہری نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے، رفع یدین اور ترک رفع یدین۔ آمین اونچی آواز سے یا آہستہ آواز سے۔ دونوں طرف احادیث کی ان کتب میں ابواب ہیں۔ دونوں طرف صحابہؓ وتابعینؒ ہیں۔ اس کیلئے آپ حضرات خود مترجم ترمذی اور ابوداؤد اٹھائیں تو آپکو اندازہ ہو جائے گا کہ دونوں موقف ٹھیک ہیں۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ بات کہے کہ ان میں صرف وہ بات ٹھیک ہے جس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ تو یہ ایسی بات ہے جو تیرہ سو سال تک کسی نے نہیں کہی۔ بلکہ اس پر اتفاق رہا کہ اجتہادی فروعی اختلاف حق اور فطری ہے۔ اور غیر مقلد حضرات تیرہ سو سال بعد اجماع کے خلاف نئی بات کر رہے ہیں۔ اسلاف ان فروعی مسائل پر پیار و محبت سے بحثیں کر کے تھک چکے اور اب مسائل واضح اور منقح ہو چکے ہیں اور سب ان پر محبت سے عمل پیرا ہیں۔ اب نئے سرے سے شدید فتوے لگا کر اس مسئلہ کو اٹھانا فتنہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ اب عوام کے سامنے فروعی مسائل کو پیش کر کے اسکو فرقہ واریت کہنا اور لوگوں کو ذہنی میں مبتلا کرنا فساد کے علاوہ کچھ نہیں؟

۳۔ فرقہ واریت اور فروعی مسائل میں فرق؟ کے لئے شق نمبر ۸ پڑھیں۔

۴۔ اگر حنفی، مالکی کہنا فرقہ واریت ہے اور غلط نسبتیں ہیں تو ہمیں ان سوالوں کا جواب دیں۔ جن کا اس شق کی سے پہلے ذکر ہے۔

۵۔ حدیث کو صحیح اور ضعیف کہنے والے کون ہیں جنکو ناقدین کہتے ہیں؟

جواب۔ جو حضرات ناقدین حدیث کو صحیح اور ضعیف کہتے ہیں وہ علماء کرام یہ ہیں۔ ابن حجرؒ شافعی، نووی شافعی، سیوطیؒ شافعی، ابن جوزی شافعی، عراقیؒ شافعی، القطانؒ حنفی، ابن معینؒ حنفی، ابن قطلو بغا حنفی، زیلعی حنفی، ابن عبدالبرؒ مالکی، شمس الدین حنبلی۔ تو پیارے بھائیو اور بہنو.... جو حضرات حدیث کو صحیح اور ضعیف

کہتے ہیں وہ تو کسی نہ کسی امام کے مقلد شخصی تھے۔ اگر وہ غلط نہیں تھے۔ وہ احادیث کے امام اور بڑے بڑے علماء تھے۔ انکی تقلید اگر شرک نہیں تو آجکل کے علماء اور عوام تقلید کی وجہ سے کیوں غلط ہوئے؟ اور اگر وہ غلط ہیں اور تقلید شرک ہے تو پھر ان سے دلیل کیوں لی جاتی ہے؟ جس پلیٹ میں ہمیشہ کھاتے رہے نادانستہ اسی کے مخالف کیوں ہو گئے؟ جن کی تشریحات سے ہماری کتب مزین ہیں انہی سے ہم خفا ہیں۔ جنکے ناموں سے ہی ہماری کتب مزین ہیں۔ انہی کے ہم مخالف کیوں؟

۶۔ الاحادیث الموضوعہ والضعیفہ نامی کتاب اور البانی پر تبصرہ۔

کیا یہ کتاب درست ہے؟ کیا وہ تمام احادیث جنکو انہوں نے ضعیف یا موضوع یا صحیح کہا ہے تو وہ درست ہے؟ ملاحظہ فرمائیں کہ اس کتاب کے مصنف (ناصر الدین البانی جنکو مدینہ یونیورسٹی سے نکالا گیا تھا اور وہ امریکہ چلے گئے تھے) نے صحاح ستہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسکو بھی درست ماننا پڑے گا۔ صحاح ستہ کی اکثر احادیث کو ہم سب صحیح، حسن اور قابل حجت کہتے ہیں۔

ترمذیؒ نے تین لاکھ احادیث سے چن کر ۳۱۱۵ احادیث لکھیں۔

ابوداوٗدؒ نے ۵ لاکھ احادیث سے چن کر ۴۸۰۰ احادیث لکھیں۔

ابن ماجہؒ نے ۴ لاکھ احادیث سے چن کر ۴۰۰۰ احادیث لکھیں۔

نسائیؒ نے دو لاکھ احادیث سے چن کر ۴۳۵۱ احادیث لکھیں۔

لیکن البانی نے ترمذی کی ۲۲۸۳ احادیث کو صحیح اور ۸۴۲ کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابوداوٗد کی ۳۶۷۳ احادیث کو صحیح اور ۱۱۲۷ کو ضعیف کہہ دیا۔ ابن ماجہ کی ۳۰۵۲ احادیث کو صحیح اور ۹۴۸ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور نسائی ۳۸۷۴ کو صحیح اور ۴۴۷ کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ کی چار کتابوں میں سے ۳۳۵۴ احادیث کو ضعیف قرار دیا۔ بلکہ ضعیف احادیث کے متعلق پانچ جلدوں میں کتاب لکھی لیکن البانی کے شاگردوں (علی حسن علی۔ ابراہیم طہ۔ احمد مراد) نے آکر اس پر اضافہ کیا اور مزید ۱۵۷۷ احادیث کو ضعیف قرار دیا تو کیا وہ احادیث جن پر خیر القرون میں عمل تھا اور اسلاف کی نظر میں صحیح تھیں انکو ضعیف قرار دینا دین کی خدمت ہے؟

فقہ اور تصوف کو یہ غلط کہتے ہیں لیکن ان میں بھی یہ لوگ ساڑھے اکتیس ہزار غلطیاں نہیں نکال سکے۔ اگر کوئی کافر اعتراض کرے کہ تمہارے مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ پر اتنے زیادہ جھوٹ بولے

ہیں تو البانی اور اس کے شاگرد کیا جواب دیں گے؟

تو ہماری بجو : آپ حقیقت سے بے خبر ہیں اور یکطرفہ ،، موقف ،، آپ کے ذہنوں میں ابھارا جا رہا ہے اسی البانی نے رفع یدین نہ کرنے والی حدیث کو صحیح مسلم شریف کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے (حاشیہ مشکوۃ ج ۱) لیکن یہاں پر آ کر کتابوں کو چھاپنے والے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ البانی کا موقف ایک ذاتی نظریہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ البانی جو ذاتی رائے اسلاف اور آئمہ مجتہدین کے برخلاف دلائل دے کر اختیار کرے اور ہم اس کو مانیں: ہرگز نہیں:

اگر کوئی طالب کہے کہ ہم کہاں جائیں؟ کس کی مانیں؟ ہم فرقہ واریت سے پریشان ہیں تو جواب یہ ہے کہ جو آپ کا قرآن و حدیث اور آئمہ مجتہدین کا راستہ تھا اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ پہلے اس کا کیوں مطالعہ نہیں کیا؟ آپ نے دشمن کا خیر خواہانہ ہاتھ کیوں پکڑا؟ اس نے آپ کو خالی الذہن پا کر آپ کو اسلاف سے جدا کیا اور کہا یہ کہ ہم اسلاف کو فالو کرتے ہیں۔

(۷) مسلمانوں کو نصیحت

اس کیلئے بندے کی کتاب ،، الہدیٰ ،، کا دوسرا حصہ مطالعہ فرمائیں۔

البانی پر تبصرہ

البانی نے اسماء الرجال کا فن با قاعدہ کسی سے نہیں پڑھا (تاہم مطالعہ بہت زیادہ تھا) جس کی وجہ سے بہت ہی غلطیوں کا شکار ہوئے ہیں اور اپنی ذہانت اور تحقیق سے دھوکہ کھا گیا اسلامی عظیم شخصیات کی بڑی بے عزتیاں کی ہیں۔ چنانچہ حدیث کے امام علامہ جلال الدین سیوطیؒ پر غصہ کھاتے ہوئے ان کے بارے میں نہایت گستاخانہ جملہ استعمال کر کے اپنی کتاب ،، سلسلۃ الضعیفۃ ،، ج ۳ ص ۱۸۷ میں خامہ فرسا ہیں کہ ،، سیوطی کو شرم نہیں آئی کہ اپنی کتاب میں اسی حدیث کو لا کر اپنی جامع الصغیر کو کالا کیا ،،۔

فیا عجبا للسیوطی کیف لم یخجل من تسوید کتابہ ،، الجامع الصغیر ،، بھذا الحدیث اور اسی کتاب ج ۳ ص ۱۸۹ پر ان کے بارے میں نہایت ہی توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں لکھتے ہیں۔ وجعجع حولہ السیوطی ھیجہ کا معنی آتا ہے اونٹ کو بٹھانے کیلئے آواز یں نکالنا۔

امام منذریؒ، امام حاکمؒ، اور علامہ الدہر شمس الدین ذھبیؒ کے بارے میں اپنی کتاب ،، سلسلۃ

الضعیفہ،، ج ۳ ص ۲۱۶ میں فرماتے ہیں کہ انکی تحقیق میں کمی تھی اور یہ لوگ خالص تقلید کے شکار ہوئے۔

وکل ذالک من اھمال التحقیق والاستسلام للتقلید اور ابن القطان کے

بارے میں لکھتا ہے کہ یہ تناقض کا شکار ہوئے مرۃ تحسن حدیثہ مرۃ تضعف ایک حدیث کو کبھی حسن اور

کبھی ضعیف قرار دیتا ہے۔ (سلسلۃ الضعیفہ ج ۳ ص ۲۱۹)

اسی طرح ابن جوزیؒ، ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ کی بھی بڑی بے عزتی کی ہے۔ اگرچہ البانی خود

تناقض کا شکار ہوئے ہیں۔

ایک جگہ ایک اور دوسری جگہ دوسری بات لکھی ہے اب ،، البانی ،، کی غلطیوں کی چند مثالیں

ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ السلام قبل الکلام والی حدیث کو انہوں نے ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے اور اسی روایت کو اپنی

کتاب ضعیف الجامع وزیادتہ ج ۳ ص ۱۷۹ میں موضوع قرار دیا۔

۲۔ القاتل لا یورث والی حدیث کو مشکوۃ کی تخریج میں ضعیف قرار دیا ج ۳ ص ۹۱۸ اور امام احمدؒ کے

حوالے سے اس کو موضوع کہا لیکن اسی حدیث کو ترمذی شریف پر احادیث کے تبصرہ میں صحیح قرار دیا

ج ۲ ص ۲۱۵ (بچیوں کو ان کی کتابیں پڑھانے والے ذرا سوچیں کہ البانی کس پائے کا آدمی ہے۔)

۳۔ حماد ابن سلمہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے اور جو ان پر تنقید کرے اس کے اسلام میں

شک ہے (سلسلۃ الضعیفہ ۲۔۔۱۹۰) اور اس کتاب کے ص ۳۳۳ ج ۲ پر لکھتے ہیں کہ اس روایت میں حما

د ابن سلمہ ہے اور اس کے لئے اوھام ہیں لہٰذا اس کی روایت معلل ہے۔

۴۔ امام ابو یوسفؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کثیر الخطاء ہیں اور امام بخاریؒ نے ان کو ضعیف قرار دیا

ہے۔ (سلسلۃ الضعیفہ ص ۲ ص ۳۰) اور یہ تنقید اس وقت کی جب ابو یوسفؒ ایسی روایت لیکر آئے جو

فقہ حنفی کی تائید میں تھی۔ اور جب دوسری جگہ پر امام ابو یوسفؒ ایسی روایت لے کر آئے جو فقہ حنفی کی تائید

میں نہیں تھی تو ادھر البانی نے کہا کہ بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ایک جماعت نے ان کو ثقہ کہا ہے

لیکن میرے نزدیک ابو یوسفؒ کا ضعف واضح نہیں ہوا

۵۔ فضیل ابن سلیمان کے بارے میں لکھا اس کی غلطیاں زیادہ ہیں لہ خطاء کثیر (ارواء الغلیل

للالبانی) لیکن اسی راوی کے بارے میں سلسلۃ الصحیحہ ج ۳ ص ۲۱۵ میں لکھتے ہیں کہ فضیل بن سلیمان

پر کلام ہے۔

لیکن کوئی خبر روالی بات نہیں اس کی سند جید ہے۔

۷۔ایک حدیث ہے اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار (بڑی جماعت (زیادہ اھل علم جس جماعت میں ہوں جاہل مراد نہیں) کی اتباع کرو جو جدا ہوا وہ جدا ہو کر آگ میں جا ئے گا۔۔) اس حدیث کے بارے میں البانی لکھتا ہے کہ لم اجده فی شیء من الکتب السنة المعروفة حتی الامالی والفوائد والاجزاء الامررت علیها وهی تبلغ المئات. (مشکوۃ ج ا ص ۲۲)

کہ میں نے یہ حدیث سنت کی مشہور کتب میں نہیں پائی یہاں تک کہ میں نے اس حدیث کے لئے امالی، فوائد اور اجزاء وغیرہ کی سینکڑوں کتابیں دیکھیں لیکن مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

اگر چہ یہ حدیث مستدرک حاکم ج ا ص ۱۱۵ پر موجود ہے یہ ہے محقق کا حال؟؟

اسی طرح کے تین سو سے زائد حوالے میرے پاس موجود ہیں کہ ایک کتاب میں ایک روایت یا ایک راوی کو صحیح لکھا ہے اور دوسری کتاب میں اسی روایت یا راوی کو ضعیف کہا ہے یہ چند مثالیں کافی ہیں۔

(۸) ایک فقہ کی حفاظت کون کر رہا ہے؟

ہم پوری دنیا کے اہل سنت و جماعت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ایک ہی دین کامل،، اسلام،، کے محافظ ہیں۔(ان چند گنے چنے افراد کے چھوڑ کر جو شرک و بدعت میں مبتلا ہیں) کوئی بھی اصولی اور عقائد کا اختلاف نہیں۔صرف فروعی اختلاف ہے جو میں آپ کو سمجھا چکا ہوں کہ یہ فطری ہے اور صحابہؓ کے دور سے چلا آرہا ہے اور ہم چاروں مکاتب فکر کو درست کہتے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔میں نے بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ میں پڑھا ہے جس میں شاخوں سمیت ساتھ ہزار طالب علم پڑھتے ہیں اور شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی اکٹھے پڑھتے ہیں اور چاروں فقہوں پر محبت سے بحث ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف تقلید کے منکر دس مکاتب فکر میں تقسیم ہو چکے ہیں۔اور اپنی اپنی جماعت پر ایسے پکے ہیں کہ بعض نے بعض پر کفر تک کا فتویٰ بھی لگا دیا ہے۔اور آئمہ اربعہ کی وہ تحقیقات جس پر سینکڑوں سال سے عمل ہو رہا ہے ان کو بالکل غلط کہتے ہیں چنانچہ،، الہدیٰ،، کا،، البلاغ منشر،، والے وہ ہی تفاسیر، شروحات حدیث، تجوید، کتابیں اور کیسٹ رکھتے ہیں جو ناصر الدین البانی، اقبال کیلانی، وحید الزمان، قاری خلیل اور اور لیس زبیر غیر مقلدین صاحبان کی ہوں۔لیکن جس چیز کیوجہ سے دوسروں پر تنقید کی جارہی ہے۔اس میں وہ حضرت خود مبتلا ہیں ہم چاروں فقہ پڑھاتے ہیں جبکہ یہ خود اپنے ان افراد کی

کتب کو اپنی طالبات کو نہیں پڑھاتے ہیں اور نہ بیچتے ہیں جو افراد (غربائے اہل حدیث، جماعت المسلمین وغیرہ) یہی نظریہ رکھتے جو ان کا ہے کہ کسی کی تقلید شخصی غلط ہے صرف قرآن وحدیث کو مانو۔ ۹ اور ۱۰ کے جوابات پیچھے آرہے ہیں۔

اب استفتاء میں موجود سوالات کے جوابات

ا۔ ہماری نسبت الحمدللہ اسی رسول کی طرف ہے اس لئے تو ہم اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتے ہیں

(حضور اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہؓ کی جماعت کو ماننے والے) باقی حنفی شافعی کی نسبت اس طرح لے لیں جس طرح کہ کہتے ہیں کہ یہ بخاری کی حدیث ہے یا یہ مسلم کی حدیث ہے یا جیسے بخاری شریف (ج ۱ص ۳۲۳) میں ابن عطیہؒ راوی کے بارے میں ہے کہ وکان علویا او ابوعبدالرحمٰنؒ راوی کے بارے میں ہے وکان عثمانیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ جلیل القدر محدثین ان نسبتوں کی وجہ سے مسلمان ہی نہیں تھے۔ صحاح ستہ والے سارے ائمہ مجتہدین کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ان آئمہ کے دلائل ہی کو ان حضرات نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں۔

وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود

۲۔ وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود قرآن کی اس آیت ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ کی صوفیانہ تعبیر ہے۔ چنانچہ غیر مقلد قرآن وحدیث کے داعی عالم دین نواب صدیق حسن خان کا نظریہ ،،مآثر صدیقی،، ج ۱ص ۷۷ میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ ،، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود تصوف کی اصطلاحات ہیں لوگ اس کو نہیں سمجھتے ہم پر اعتقاد لازم ہے کہ ہم کسی طرف ضلالت اور گمراہی کی نسبت نہ کریں۔ پھر تو اس کی زد میں بہت علماء آجائینگے،،۔

اور بخاری شریف کے آپ کے شارح علامہ وحید الزمان غیر مقلد عالم دین ،،ھدی المھدی،، ص ۵۰ میں وحدۃ الوجود وغیرہ کو درست کہتے ہیں۔

باقی تصور شیخ کوئی گناہ نہیں۔ اس کا مطلب اس طرح لے لیں کہ جیسے کوئی بیٹا باپ کو خط لکھے کہ ہاسٹل میں آپ مجھے یاد آگئے آپ کی نصیحتیں یاد آگئیں (تصور آگیا) تو میں نے محنت شروع کی اور سستی چھوڑ دی۔ یہی ہے کہ مرشد کی نصیحت اور ذات کو یاد کر کے نیکیوں پر عمل کرنا اور برائی سے بچنا

۔اطاعت شیخ اطاعت والدین اطاعت استاذ کیطرح ہے۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ مقام ولایت اور باطنی اور ظاھری علوم کا ذکر تو نفس احادیث میں موجود ہے۔ باقی مرنے کے بعد کوئی بزرگ اچھائی یا برائی کا تصرف نہیں کرسکتا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ باقی جس تصرف کا آپ کہہ رہے ہیں۔ اس کیلئے تصرف کی کتب پڑھیں۔

اور حلول کو آپ حضرات نے ازخود وحدت الوجود وغیرہ سے کشید کیا ہے جو القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔ بڑے بڑے صوفی علماء نے حلول پر رد کیا ہے۔ اور اس کو کفر قرار دیا ہے۔ (تفصیل کیلئے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب ،،طریق السداد فی اثبات الوحدۃ و نفی الاتحاد،، پڑھیں اس میں حلول کے کفر ہونے اور وحدۃ الوجود کے صحیح مطلب کو بیان کیا ہے۔

علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور اللہ رب العزت نے انبیاء کو غیب کی خبریں دیتا ہے۔ تو انبیاء کو بھی تب پتا چلتا ہے ازخود انبیاء کو پتہ نہیں چل سکتا۔

اسیطرح صاحب قبر سے کوئی چیز مانگنا شرک ہے۔ لیکن بزرگ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

اس لیے کہ اسمیں تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا جاتا ہے۔ اور زندہ بزرگ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مانگنا سب کے نزدیک جائز ہے آپکے نزدیک بھی۔ لہذا یہ غیر اسلامی نہیں اسلامی نظریہ ہے۔

اور باقی ان سب چیزوں کو صحیح مانتے ہوئے بھی ضروری نہیں کہ سب کا اس پر عمل بھی ہے۔ بلکہ اگر کوئی اس پر عمل کرے یا ہم نے کبھی اس پر عمل کیا تو یہ غلط نہیں ہوگا۔ جس طرح کہ میں عالم ہوں اور بیعت بھی کی ہے لیکن وحدت الوجود، تصور شیخ اور وسیلہ سے متعلق نہ سوچا ہے نہ اس پر بولا ہے۔ اور نہ کبھی مردے بزرگ کے وسیلے سے دعا مانگی ہے۔ یہ چیزوں درست ہیں۔ لیکن فکر فکر میں فرق ہے۔

وکم من عائب قولا صحیحا   وآفتہ من الفھم السقیم

لطیفہ

ایک آدمی نے شیر ببر پر بیٹھے آدمی کی تصویر کو دیکھا کہ آدمی نے شیر ببر کو کان سے پکڑا ہے اسکی پٹائی کررھا ہے۔ تو اس آدمی نے ایک شیر ببر کو کہا، دیکھو انسان کتنا تگڑا ہوتا ہے۔ دیکھو شیر ببر کی پٹائی کررھا ہے تو شیر نے کہا کہ ذرا میدان میں آکر دیکھو۔ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔ یہ تو قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے۔

اسطرح مذکورہ باتوں میں قلم آپکے ہاتھ میں ہے ورنہ تصور شیخ کونسا شرک ہے۔ شیخ یعنی استاد، بزرگ، معلم اور والد کی نصیحتوں کو یاد کرنے کے ساتھ لازم ہے۔ کہ استاد، بزرگ، معلم اور والد کا تصور لازم ہے۔ تو یہ کونسی قسم ہے شرک کی۔

۳۔ کیلانی صاحب لکھتے ہیں۔ دین اسلام کے نفاذ کیلئے تمام کوششیں بیکار ہونگی۔ جب تک دین کے علمبردار جماعتوں کے درمیان خالص کتاب وسنت کی بنیاد پر ایک حقیقی اتحاد قائم نہیں ہو جاتا۔ اللہ نے فرقہ واریت اور گروہ بندی سے منع فرمایا ہے۔

جواب: کیلانی صاحب آئمہ اربعہ کے مقلدین نے ہزار سال سے زائد حکومتیں کیں۔ دین کی حفاظت کی وہاں قرآن وسنت اور فقہ آئمہ اربعہ مجتہدین کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ جیسا کہ ترکی، مغل، سلجوقی، سادات، غلامان (جیسے سوری، غوری، ٹیپو، غزنوی، محمد الفاتح، سلطان عبدالحمید کمانڈروں پر ہم آج بھی فخر کرتے ہیں سارے حنفی تھے۔ انہوں نے تو سینکڑوں سال حکومت چلائی) جسکو آپ فرقہ واریت کہہ رہے ہیں وہ فرقہ واریت نہیں انہوں نے تو الحمدللہ حکومتیں چلائی ہیں۔ وہ تقلید شخصی کے ماننے والے تھے۔ اور جنکا (تقلید کے منکر) وجود ۱۸۸۸ء سے پہلے نہیں انکی تاریخ صفر ہے۔ صرف باتوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ درحقیقت صحیح ہیں انکے اندر اختلاف پیدا کرنا کونسی دین کی خدمت ہے جن بچیوں کے ہاتھ میں کیلانی صاحب کی (دل کو تکلیف دینے والی باتوں پر مشتمل) کتاب ہے۔ ان ابتدائی بچیوں کو ان حنفی کمانڈروں کا بھی پتہ نہیں انکو میٹھی باتوں سے کیوں گمراہ کیا جارہا ہے؟ باقی جو حضرات خالص قرآن وحدیث کیطرف بلاکر حقیقت سے کاٹ کر اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں۔ تو پہلے اپنی گریبان میں جھانکیں۔ کہ جو لوگ تقلید شخصی کے منکر ہیں صرف قرآن وحدیث کی بات کرتے ہیں وہ آج دس گروہوں میں کیوں تقسیم ہو گئے؟ غرباء، اہل حدیث، لشکر طیبہ، اہل حدیث یوتھ فورس، انتخاب کمی الدین، غزنویہ الحدیث، عطائیہ اہل حدیث، اثریہ اہل حدیث، جماعت المسلمین وغیرہ یہ سب ان باتوں پر متفق ہیں کہ ((تقلید شرک ہے اور جو وہ بیس تراویح آٹھ رکعت ہیں، صرف قرآن وحدیث کو ماننا چاہئے، آئمہ اربعہ کی تقلید فرقہ واریت ہے)) لیکن آپس میں ایسا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے پر کفر تک کے فتوے لگا لیتے ہیں۔ دیکھئے فتاویٰ اہل حدیث، فتاویٰ غزنویہ، فتاویٰ ستاریہ اور ،، بارود ،، نامی کتاب

۴۔ کیلانی صاحب فرماتے ہیں کہ بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے قرآن وحدیث تو کیلانی سے گذارش ہے کہ ان سوالوں کا جواب دے دیں جو پیچھے صفحہ نمبر 271 پر موجود ہیں۔

۵۔ کیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ ان مروجہ چاروں فقہوں میں کسی فقہ کے پابند نہیں تھے بلکہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہتر زمانہ صحابہؓ کا ہے۔ گیلانی صاحب کے دل میں تقلید سے بغض ہے تو آدھی حدیث کو چھپا دیا اور آدھی حدیث کو نقل کر دیا۔ کیا یہ حدیث کی خدمت ہے؟ اور الہدیٰ میں پڑھنے والی طالبات تو بے چاری لاعلم ہوتی ہیں۔ پوری حدیث یہ ہے کہ بہتر زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور اس کے بعد بہتر زمانہ تابعین کا ہے اور اس کے بعد بہتر زمانہ تبع تابعین کا ہے۔

(مشکوۃ ج ا ص ۵۵۴ بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ نسائی شریف)

تو تابعین میں ابوحنیفہؒ ہیں اور باقی آئمہ تبع تابعین ہیں۔ باقی صحابہؓ میں فقہی اختلاف تھا جس کے لئے الہدیٰ کی طالبات سے گذارش ہے کہ وہ ترمذی شریف مترجم اٹھائیں تو ان کو اکثر مسائل میں دو ابواب ملینگے اور دونوں طرف آپ کو صحابہؓ اور تابعینؒ ملے نگے۔ تو کیا ایک باب پر عمل کر کے دوسرے باب میں موجود صحابہؓ اور تابعینؒ کے موقف کو غلط اور خلاف شریعت کہو گے؟ اور کیا صحابہؓ کے زمانے میں مروجہ علمی فنون تھے؟ حدیث کے راویوں کے طبقات تھے؟ حدیث کی اقسام مختلفہ تھے؟

۶۔۔ فروعی اختلاف کے حوالے سے میرے فتویٰ کے شق نمبر ۸ کو پڑھیں۔

۷۔۔ حدیث کے صحیح اور ضعیف کے حوالے سے میرے فتویٰ کا شق نمبر ۵ اور ۷ پڑھیں۔ ۸۔۔ گیلانی ایک تکلیف دینے والا جملہ لکھ رہے ہیں کہ مروجہ فقہی کتب ضعیف احادیث سے مستنبط کئے گئے۔ بعض مسائل شائع اشاعت نہیں ہو پارہے۔ تو کیا ہم حنفی اپنے احناف ہونے پر خوشی محسوس کر سکتے ہیں؟ گیلانی صاحب اللہ آپ کو ہدایت دے آپ لاعلموں سے حقیقت چھپا رہے ہیں قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ کیا حنفی کتب پوری دنیا میں نہیں چھپ رہی ہیں؟ کیا مکہ مدینہ ہی کی پریسوں میں عرب ہی ان حنفی کتب کو نہیں چھپوا رہے؟ کیا خلافت عثمانیہ ۹۰۰ سال فقہ حنفی پر نہیں چلی؟ کیا مغل، سلجوق، سادات، غلامان وغیرہ حکومتیں اسی فقہ پر نہ چلیں؟ کیا حرم کے سامنے بڑی لائبریری میں تمام فقہوں کے ساتھ فقہ حنفی کی کتب سب سے زیادہ تعداد میں موجود نہیں؟ ان ساری باتوں کا آپ کو علم ہے لیکن فقہ حنفی سے بغض نے گیلانی صاحب کو اندھا کیا ہوا ہے۔ اور کیا فقہ حنفی کا کوئی بھی ایسا ناقابل اشاعت مسئلہ موجود ہے جس پر فتویٰ اور احناف کا عمل ہو؟ اور ضعیف حدیث سے مستنبط ہو؟ ((جب ہم کہتے ہیں کہ الہدیٰ والے حنفیت اور تقلید کے مخالف ہیں تو لوگ نہیں سمجھتے اور الہدیٰ والے بھی اپنے اوپر پردہ ڈال کر کہتے ہیں کہ ہم ایسے نہیں ہیں۔ یہ کیا ہے؟؟))

۹۔۔ اصل دین کا کام کیا ہے؟ اس کے جواب کیلئے اس کتاب کے شروع کے دو صفحات دیکھ لیں۔

۱۰۔۔ اگر قرآن و حدیث میں سب کچھ صراحت سے موجود ہے۔ تو میرے ان سوالوں کے جوابات

دے دیں جو اس کتاب کے آخر میں موجود ہیں ؟؟ الہدیٰ والے اور غیر مقلدین بھی اس طرح بات کرتے ہیں لیکن صحابہؓ کا یہ موقف نہیں تھا بلکہ وہ قرآن وحدیث کے بعد بڑے صحابہؓ کے اقوال وافعال کو لیتے تھے۔اور کبھی کبھی اجتہاد اور اپنی رائے سے بھی فتویٰ دیتے تھے۔

ا۔۔ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا تھا اگر چہ حضور ﷺ نے کسی کو اپنی موت کے بعد خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔اور اس پر قرآن وحدیث کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۲۔۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے موت کے وقت فرمایا کہ اگر میں خلیفہ نہ بناوں تب بھی درست ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے خلیفہ نہیں بنایا تھا۔اور گر میں خلیفہ بناوں تب بھی درست ہے اس لیئے کہ ابو بکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا۔(تو غور فرمائیں کہ نبی ﷺ کے عمل اور ابو بکرؓ کے اجتہاد دونوں کو صحیح کہا اور یہی تقلید شخصی ہے)

۳۔۔میزان کبریٰ للشعرانی ج اص ۳۹ دارمی ج اص ۴۹ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ مکہ میں قرآن وسنت پر فیصلہ دیتے اس کے بعد ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال پر فتویٰ دیتے اور ان سے نہ ملتا تو قال فیہ اس میں خود رائے دیتے۔

۴۔۔جامع العلم ج ۲ ص ۵۸ میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کوفہ میں اور ابو الدرداءؓ دمشق میں فرماتے اقول فیہ برءای کہ یہ میری رائے ہے۔

۵۔۔مشکوۃ ص ۲۷۷ ابو داؤد ص ۲۸۸ ترمذی ،نسائی میں ہے کہ ابن مسعودؓ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کا خاوند مرجائے نہ مہر مقرر ہوا ہو اور نہ ہمبستری ہوئی ہو۔تو ایک مہینہ سوچنے کے بعد اپنی رائے سے فتویٰ دیا فالی اقول فیہا کہ اس کے لئے رشتہ دار عورتوں جتنا مہر ہوگا اور چونکہ اجتہاد سے فتویٰ دیا تھا اس لئے فرمایا کہ اگر میری رائے صحیح ہوئی تو اللہ کی طرف سے ہوگا اور اگر میری رائے غلط ہوئی تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگا اور اللہ اور رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔تو معقل ابن یسارؓ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ نبی ﷺ نے بروع رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا تو ابن مسعودؓ اتنے خوش ہوئے کہ پہلے اتنے خوش نہیں ہوئے تھے۔فنفرح بہا ابن مسعودؓ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے فتویٰ دیتے تھے۔

نوٹ۔بلکہ حضرت علیؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت کی یہ رائے تھی کہ اس قسم کی عورت کیلئے مہر نہیں ہے۔اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔(حاشیہ مشکوۃ ص ۲۷۷ از لمعات)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔صحابہؓ اجتہاد سے فتوے بھی دیتے تھے اور ان میں اجتہادی

اختلاف بھی تھا۔

دو روایات پر بحث

جہاں تک اس روایت اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا تعلق ہے تو ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھا کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ جس کی
تائید مسلم شریف کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔

اور جہاں تک حضرت معاذؓ کی حدیث پر البانی یا ان حضرات کی تنقید ہے تو یہ تعصب کے علاوہ کچھ نہیں۔

اس حدیث پر سب سے پہلے ابن حزم نے تنقید شدید کی ہے۔ اس لئے کہ وہ ،،ظاہری،، فرقے سے تھا اور قیاس شرعی کا منکر تھا لیکن تعصب کی اس تنقید کا بڑے بڑے مجتہدین ناقدین علماء نے سخت نوٹس لیا۔ ابن حزم نے یہ بات کی تھی اور آج بھی قیاس شرعی کے منکر یہی اعتراض کرتے ہیں کہ
۱۔ یہ روایت مجہول راویوں پر مشتمل ہے۔ اس میں معاذؓ کے اصحاب اس سے روایت کرتے ہیں اور وہ مجہول ہیں۔
۲۔ اس روایت میں حارث بن عمروؓ ہے اور یہ بھی مجہول ہے۔ (کتاب الاحکام۔ ۶۔ ۳۵)
ان دو اعتراضات کے علاوہ کوئی اور قابل ذکر اعتراض نہیں ہے

جوابات

۱۔ یہ روایت مسند احمد، ابن عدی، طبرانی، بیہقی، تلخیص الخبیر اور صحاح ستہ کی دو کتب ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔
۲۔ خطیب بغدادیؒ نے اس کو متصل عبادہ بن نسی سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن غنم اور انہوں نے معاذؓ سے روایت کیا ہے اور راویوں کے قوی اور ثقہ ہونے کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔
۳۔ ابن القیمؒ ،،اعلام الموقعین،، میں فرماتے ہیں کہ جب گروہ کے گروہوں نے اس کو روایت کیا (اور تمام فقہاء نے اس سے دلیل پکڑی) تو اس کی صحت اور مشہور روایت ہونے میں شبہ نہیں ہے (۱۔ ۲۰۳)
۴۔ امام الحرمین نے اس روایت کی توثیق کی ہے۔ (کمافی العمدہ)
۵۔ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ معاذؓ کے ساتھی تو علم وعمل کے اعتبار سے معروف ہیں (ہر ذی علم شخص اس کو

جاتا ہے) لہٰذا ان کی جہالت مضر نہیں ہے (۱۔۴۳)

۲۔حارث بن عمرو مجہول نہیں بلکہ ،، حافظ ابن حجرؒ ،، نے ،، تھذیب ،، میں اس کے بارے میں ابن عدی سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی اس روایت سے معروف ہے۔ اور ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۱۵۲)

بخاری اور مسلم کے مطابق عمل؟

محترم قارئین! بعض حضرات اکثر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری مسلم کے مطابق ہے لہٰذا اس حوالے سے کچھ ضروری باتوں کی نشاندہی ضروری ہے تا کہ ہم کو حقیقت سمجھ میں آجائے۔ تمام احادیث کی کتابوں میں سے صحاح ستہ اور ان میں سے بخاری اور مسلم کو بڑی حیثیت حاصل ہے۔ تمام امت آئمہ مجتہدین کی راہ نمائی میں اپنی شرائط کو مد نظر رکھ کر کے مختلف احادیث پر عمل پیرا آرہے ہیں لیکن بعض وہ حضرات جو علم میں نیا نیا قدم رکھ لیتے ہیں تو جوش سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری مسلم کے مطابق ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں کہ امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب سولہ سال میں لکھی۔ حضرتؒ نے چھ لاکھ احادیث میں سے بخاری کا انتخاب کیا۔ صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چار افراد سے چلا ہے۔ چار افراد اس کے راوی اور محافظ ہیں (۱) ابراہیم ابن معقل نسفی حنفی ۲۹۴ھ، (۲) حماد ابن شاکر حنفی ۳۱۱ھ، (۳) محمد ابن یوسف فربری ۳۲۰ھ، (۴) ابو طلحہ منصور بزدوی ۳۲۹ھ۔ بخاری شریف میں جتنی احادیث ہیں ہر ایک پر کسی ایک جماعت کا بھی عمل نہیں ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں سو فیصد احادیث میں سے ستر فیصد پر احناف کا عمل ہے جبکہ وہ حضرات جو بخاری اور مسلم کے مطابق اپنا عمل بتاتے ہیں بخاری شریف کی کثیر احادیث پر بھی ان کا عمل نہیں۔

۱: چنانچہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے کہ باب من اجاز طلاق الثلاث کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اور امام بخاری کا یہی مسلک ہے۔ (تیسیر الباری ج ۷ ص ۱۷۲۔ فتح الباری ج ۱۱ صفحہ ۲۸۱)

۲: دو ہاتھ سے مصافحے کے متعلق امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے باب المصافحہ اور باب الاخذ

بالیدین (ج ۲ ص ۹۲۶) کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔

۳: جمعہ کی دو آذانوں کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فثبت الامر علی ذلک جمعہ کی دو آذانوں پر عثمانؓ کے دور سے آج تک عمل ہے (اور الحمد للہ آج تک بھی پوری دنیا میں جمعہ کی دو آذانیں پڑھی جاتی ہیں۔

لیکن جو حضرات بخاری و مسلم کے مطابق اپنا عمل بتلاتے ہیں ان کا مندرجہ بالا باتوں پر عمل نہیں۔ یہاں پر صرف تین مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اس طرح کی تقریباً ستر تک مثالیں میرے پاس ہیں کہ امام بخاریؒ کا ایک عمل ہے اور ان حضرات کا دوسرا عمل ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارا عمل بخاری کی روایت پر ہے نہ کہ ذاتی عمل پر۔

تو کیا امام بخاری کا عمل خود احادیث صحیحہ کے خلاف تھا؟ چنانچہ امام بخاریؒ کے نزدیک اگر قبل اور دبر پر کپڑا ڈال دیا جائے تو ستر ہو گیا (ج ۱ ص ۵۳)

اور امام بخاریؒ کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ (ج ۱ ص ۲۹ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۳۲)

اور امام بخاریؒ کے نزدیک قضائے حاجت میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ آبادی میں جائز ہے۔

(ج ۱ ص ۲۶)

بخاری شریف میں ہے کہ اگر قربت ہو جائے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہاں احتیاطاً کرے تو درست ہے۔ (ج ۱ ص ۳۰ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۳۹)

امام بخاریؒ کے نزدیک اگر نیند آ گئی تو ایک یا دو بار اونگھنے یا جھونکا لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج ۱ ص ۳۲ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۵۹) بخاری شریف سے ظاہر ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ اگر اس میں نجاست گر جائے، رنگ بو اور ذائقہ نہ تبدیل ہو تو وہ پاک ہے یہی امام بخاریؒ کا مسلک ہے۔ (گویا کہ ایک پانی میں اگر ایک دو گلاس پیشاب ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے)۔

(ج ۱ ص ۳۷ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۷۲)

امام بخاریؒ کے نزدیک جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں۔ (ج ۱ ص ۴۰ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۱۸۸) اسی طرح اُن کے نزدیک جنبی قرآن پڑھ سکتا ہے۔ (ج ۱ ص ۴۴ ۔ تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۱۶) بغیر وضو سجدہ تلاوت درست ہے۔ امام بخاریؒ کی تحقیق کے مطابق مسجد میں محراب بنانا خلاف سنت ہے (ج ۱ ص ۷۱)

امام بخاریؒ کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں (ج ۲ ص ۷۳۹ ۔ تیسیر الباری ج ۶ ص ۴۴۰)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حیض میں طلاق واقع ہوجاتی ہے(باب اذا طلقت الحائض یعتد بذالک الطلاق-باب مراجعة الحائض ج۲ص۸۰۳، تیسیر الباری ج۶ص۲۳۶)

کیا ان مندرجہ بالا باتوں پر ان حضرات کا عمل ہے؟ اسی طرح ہمارے یہ سوالات ہیں کہ بخاری شریف میں کھڑے ہوکر پیشاب (ج اص ۳۶) اور کھڑے ہوکر پانی پینے کا ذکر ہے لیکن بیٹھ کر کا نہیں ہے۔

اور جس طرح رفع یدین کرنے کے ساتھ کان (ہمیشہ کرتے تھے) کا لفظ ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا جوتوں کے ساتھ اور بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے کے ساتھ بھی کان (ہمیشہ کرتے تھے) کا لفظ موجود ہے اسی طرح امام کے پیچھے اونچی آواز سے آمین کا ذکر بخاری شریف میں مرفوع روایت میں نہیں ہے۔ صرف قولو آمین کا ذکر ہے۔ لیکن قولوا ربنا لک الحمد بھی ہے جس سے پڑھنے کا ثبوت تو ملتا ہے لیکن وہ اونچی آواز سے کا نہیں۔ اسی طرح نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے پورے صحاح ستہ میں کوئی روایت منقول نہیں (اور جہاں پر یہ روایت ہے اس میں مؤمل بن اسمٰعیل راوی ضعیف ہے یا روایت کے اکثر طرق میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں اور جہاں ہے وہاں غلطی ہوئی ہے)

اسی طرح امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا ذکر بخاری مسلم میں نہیں۔ بخاری شریف میں عام حکم ہے کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن ابوداود اور ترمذی (ا/۷) میں امام احمدؒ اور سفیانؒ (امام بخاری کے اساتذہ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اکیلے نمازی کیلئے ہے اور مسلم شریف میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا تعلق دل میں غور کرنے کے اعتبار سے ہے۔

جہاں تک رفع یدین کا بخاری شریف میں ذکر ہے تو وہ تین صحابہؓ سے ہے۔ ابن عمرؓ انہوں نے بعد میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا (مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ۔ طحاوی شریف) اور امام ابوداود نے ابن عمرؓ کی اس روایت کو موقوف کہا ہے (اور ایسی روایت ان کے ہاں حجت نہیں) نہ کہ مرفوع۔ اور مالک بن حویرثؓ (جو صرف بیس دن رسول اکرم ﷺ کے پاس رہے ہیں) اور وائلؓ (جو شہزادہ تھے) دو بار آئے ہیں پہلی بار آئے تو رفع الیدین کو روایت کیا جیسا کہ مسلم میں ہے اور بخاری مسلم میں ابن عمرؓ اور مالکؓ ہے لیکن جب دوبارہ آئے ہیں تو پھر رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین روایت نہیں کیا۔ ثم اتیتھم فرایتھم یرفعون ایدیھم فی افتتاح الصلوة (ابوداود) تو کیا ان حضرات کے دعوی کی کیا حیثیت رہ گئی جو فرماتے ہیں کہ ہمارا عمل بخاری مسلم کے مطابق ہے؟ فقط واللہ تعالی اعلم۔ شعبان ۱۴۲۳ھ

مشورہ لینے کے لئے علماء کرام کے عنوانات، ای میل و فون نمبرز

جن علماء حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ ان سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت، ازدواجی پریشانیوں و الجھنوں اور اپنی بیماریوں میں جائز تعویذ اور مناسب تدبیروں اور اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے مناسب رشتوں کے لئے مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی قسم کی کوئی پریشانی ہو، یا کسی مسئلہ میں کوئی راہ نہ سجھائی دے یا رشتہ داروں میں صلح کروانی ہو تو ان بزرگوں سے مشورہ کر لیں۔

علمائے کرام و مفتیان کے پتے:

خواب کی تعبیر، استخارہ اور شرعی مسائل کیلئے مندرجہ ذیل مدارس کے مفتیان سے رابطہ کریں۔

۱۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی نمبر 5 بنوری ٹاؤن۔ ---------- فون 021-4913570

۲۔ دارالعلوم کراچی نمبر 14 کورنگی۔ ---------- فون 021-5049774

۳۔ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی۔ ---------- فون 021-4573865

۴۔ جامعہ فریدیہ اسلام آباد E/7۔ ---------- فون 051-2272313

۵۔ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال، کراچی (استاذ محترم مولانا زر ولی خان)

۶۔ مفتی عبدالقدوس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۷۔ مفتی شیر محمد جامعہ اشرفیہ لاہور نیلا گنبد

۸۔ مفتی محفوظ الرحمٰن جامعہ اشرفیہ ادریس روڈ سکھر

۹۔ دارالافتاء جامعہ امدادیہ فیصل آباد ---------- فون: 540800

۱۰۔ خیر المدارس اورنگ زیب روڈ ملتان۔ ---------- فون: 32783

۱۱۔ مفتی محمد ---- دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

۱۲۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ ---------- فون: 630340, 630435

۱۳۔ جامعہ عثمانیہ پشاور (مفتی غلام الرحمٰن صاحب) ---------- فون: 271497

۱۴۔ امداد العلوم پشاور صدر (مفتی سبحان اللہ صاحب) ---------- فون: 271497

۱۵۔ دارالافتاء جامعہ زکریا جنگل کوٹھیاں شاہ والا کریوٹ ---------- فون 09296-620060
(مرشدی محترم مفتی ثناء الدین شاہ صاحب)

۱۶۔ ادارہ غفران تلہ چاہ سلطان راولپنڈی (مفتی محمد رضوان صاحب) ---------- فون: 051-5507530

۱۷۔ جامعہ نوریہ للبنات مردان گھوڑا قیوم آباد ---------- فون: 60286

۱۸۔ اشرف المدارس گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی ---------- فون: 4975221

۱۹۔ تعلیم القرآن راجہ بازار الحدیث مارکیٹ راولپنڈی ---------- فون: 550668

۲۰۔ دار العلوم فاروقیہ گلزار جامع مسجد قائد اعظم کالونی دھمیال کیمپ راولپنڈی

۲۱۔ جامعہ محمدیہ چائنہ چوک اسلام آباد ---------- فون: 2273998

۲۲۔ احیاء العلوم ---- قسمت روڈ، مردان ---------- فون: 62315

۲۳۔ جامعہ علوم الشرعیہ پنڈی بیکری چوک ---------- فون: 5478273

۲۴۔ جامعہ علوم الشرعیہ مردان فاطمہ گلے (سرحد)۔ (مفتی مستقیم شاہ صاحب) ---------- فون: 430395

۲۵۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ہند پی او بکس ۹۳ ---------- فون: 787250

۲۶۔ دار العلوم فیصل آباد۔ مفتی جمال احمد ---------- فون: 530200,540800

۲۷۔ جامعہ اسلامیہ کامران مارکیٹ، صدر، راولپنڈی

(مفتی عبد الرشید۔ مفتی ایاز، مفتی عابد مغل۔ مفتی آفتاب۔ مفتی ساجد۔ مفتی نجم۔ مفتی بشیر مدظلہم العالیہ)

ختم نبوت کورس ۱۴۲۷ ۔ پی۔ او۔ پی اسلام آباد

نوٹ: اگر کوئی ساتھی کتاب میں موجود غلطی یا اس کتاب میں کمی یا اضافہ کیلئے

مشورہ پر متنبہ کرے گا تو بندہ اس کا ممنون رہے گا

والسلام

محمد اسماعیل طورو دار الافتاء جامعہ اسلامیہ صدر کامران مارکیٹ راولپنڈی

فون: 5481892-5567381، موبائل: 0333-5103517

﴿اچھے اچھے ای میل اور ویب سائٹ﴾

مفتی صاحب سے مسائل پوچھنے کیلئے ای میل: islaminpak@yahoo.com

اور تقاریر/کتب/اور دروس کیلئے "عنقریب" ویب سائٹ: www.islaminpak.com

ویب سائٹس: ------- Websites

Websites	ویب سائٹس
www.darululoomkhi.edu.pk	دارالعلوم کراچی
www.darululoom-deoband.com	دارالعلوم دیوبند
www.binoria.org	جامعہ بنوریہ
www.albalagh.net	مفتی تقی عثمانی
www.ashrafia.org.pk	جامعہ اشرفیہ
www.imdadia.edu.pk	جامعہ امدادیہ
www.khatm-e-nubuwwat.com	تحریک ختم نبوت
www.tabligh.com	دعوت و تبلیغ
www.khairulmadaris.com.pk	جامعہ خیر المدارس
www.maulanayousufludhianvi.org	مولانا یوسف لدھیانوی شہید
www.tasawwuf.org	مولانا مسیح اللہ خان (خلیفہ مجاز تھانوی)
www.jamiat.org.za	جمعیت علماء ساؤتھ افریقہ
www.alakhtar.org	الاختر ٹرسٹ
www.khanqah.org	اصلاحی بیانات
www.dailyislam.net.pk	روزنامہ اسلام اخبار
www.alinaam.org.za	ایک اسلامی جریدہ
www.islam.tc	بے مثال اسلامی ویب سائٹ
www.ask-imam.com	مفتی ابراہیم دیسائی (روزانہ سوال جواب)
www.as-sidq.org	اسلامی مقالے

www.islamqa.com	اسلامی سوال جواب
www.nazmay.com	بیانات، ترانوں وغیرہ کی ویب سائٹ
www.islaam.com	اسلام پر مضامین
www.geocities.com/maktabaashrafia	مکتبہ اشرفیہ
www.cie.com.pk	المرکز الاقتصاد الاسلامی (زیر نگرانی مفتی تقی عثمانی)
www.darsequran.com	درس قرآن از مولانا محمد اسلم شیخوپوری
www.Kr-hcy.com/saudio/index.shtml	
www.islamicfinder.org	دنیا بھر میں ہر جگہ کی نمازوں کے اوقات وغیرہ
www.taqreer.cjb.net	اسلامی بیانات
www.dharb-i-mumin.cjb.net	ضرب مومن (اخبار)

نوٹ: یہ کتاب ہر کوئی بغیر کسی کمی بیشی کے چھاپ کر مفت تقسیم کر سکتا ہے۔ اگر کتاب میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اصلاح کی غرض سے خط بھیج کر مطلع فرمائیں۔

اگر آپ دین کا بنیادی ضروری علم حاصل کرنا چاہتے ہیں

(تجوید، اصلاح عقائد، تفسیر، حدیث، ترجمہ، عربی گرامر وغیرہ)

۱۔ تقاضائے اقراء، ۱۱۱-۱، ناظم آباد، کراچی (آڈیو کیسٹ پروگرام) فون ۶۶۸۷۸۵۲۲

۲۔ fahmedeencourse@hotmail.com

۳۔ "مختصر نصاب" نامی کتاب

جو حفظ و ناظرہ کے بچوں اور تعلیم بالغان کو یاد کرانے کیلئے بہترین تحفہ ہے۔

جس میں تمام ضروری مسائل اور آئینہ اہل حدیث ہے۔

حفظ و ناظرہ کے بچوں کیلئے مفت ملنے کے پتے

ڈی - مروان پلی - او - طور و - ڈی - قیوم آباد

جامعہ اسلامیہ صدر کامران مارکیٹ پنڈی

﴿مؤلف کی تالیفات﴾

۱۔ حوا کے نام۔ اس کتاب کے اندر عورت کے حوالے سے اس کا مقام، دائرہ کار، فضیلت، دیگر مذاہب میں اس کا مقام، ملازمت، سورۃ نور کی تفسیر اور حجرات کا خلاصہ اور آخر میں متفرق مضامین ہیں جو عورت کے حوالے سے بہت ہی معرکۃ الآراء ہیں۔ مثلاً عورت اور جہاد، سیاست، مظاہرے، تفریح، تبلیغ، عورت دین کا کام کسطرح کرے؟، لیڈی ڈاکٹر، بیوٹی پارلر، میڈیا، دہشت گردی، عدالت سے خلع، ڈرائیونگ، شاپنگ، مرد وعورت کی برابری، بچوں اور بچیوں کے اچھے اچھے نام، نماز میں امامت، ماڈرن ازم، این جی اوز، عقیدہ، توہم پرستی، رسم ورواج، طلاق، مثالی ماں، مثالی استانی، عورت مسائل کے آئینے میں، میراث، وصیت، مرد وعورت کی برابری، کاروبار، اہل حق کون؟ عورت کی گواہی، ووٹ ڈالنا، ایم این اے، ایم پی اے بننا، پی سی او چلانا اور ریسپشن پر بیٹھنا، جج اور وکیل بننا، ایئر ہوسٹس اور روڈ ہوسٹس بننا، ڈرائیونگ کرنا، منصوبہ بندی، کالا علم اور جادو، میاں بیوی کا تعلق، ساز گانے بجانے۔

۲۔ مختصر نصاب۔ ناظرہ، حفظ اور عوام الناس کیلئے چھوٹی چھوٹی طہارت، کلموں اور نماز وغیرہ کے حوالے سے کافی ساری چھوٹی بڑی کتابیں موجود ہیں لیکن ایسی مختصر اور جامع جس میں تجوید کے مختصر کورس کے ساتھ قرآن وحدیث کے ادلہ سے بھرپور اور ہر بات میں موجودہ پرفتن دور کے مختلف مکاتب فکر کے نظریات کو مدنظر رکھ کر غیر تنقیدی وتحریفی پاکٹ سائز کمپیوٹرائزڈ آسان کتاب نہیں تھی۔ جو بچوں کی ایسی تربیت کرے جس سے ان کی اصلاح بھی ہو جائے اور فرقہ واریت کا وہم بھی نہ گزرے۔ لیکن وہ غلط عقائد اور بے دلیل مسائل سے محفوظ بھی ہو جائے۔ لہذا اس کتاب (اس کے دو حصے ہیں) کو لے لیا جائے۔ اور مسجدوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ یہ کتاب چھتیس ہزار نکل گئی ہے۔ اور ساٹھ سے زیادہ مدارس اور مساجد میں شامل نصاب ہے۔ اور درجنوں جگہ پر "سمر کورسز" کی زینت ہے۔

۳۔ آئینہ اہل حدیث۔ ایک ایسا مدلل اور مضبوط پاکٹ سائز گالم گلوچ سے خالی نہایت ہی آسان زیر، زبر اور پیش کیساتھ اہل سنت وجماعت حنفی کے موقف کی تائید میں اہل حق کی پہچان غلط فہمیوں کے ازالے اور تیس سوالات کے ساتھ پاکٹ سائز رسالہ ہے۔ جو مختصر نصاب کا دوسرا حصہ ہے۔ جو بعض مدارس میں شامل نصاب ہے۔ اور رابعہ، سادسہ کے طلبہ کو لفظ بہ لفظ یاد کرایا جاتا ہے۔

۴۔ عذاب قبر۔ اس کتاب میں یہ بتلایا گیا ہے کہ عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت اور نفس عذاب قبر (کسی بھی کیفیت کے ساتھ ماننا) ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس کا منکر دائرہ

اسلام سے خارج ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ اور ہماری دار الافتاء کا فتویٰ لائق مطالعہ ہے۔ باقی کتاب میں صرف یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ نفس عذاب قبر اھل اسلام مانتے ہیں۔ چاہے بعض کیفیتوں کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔ اگرچہ اھل سنت وجماعت کا صحیح عقیدہ یہی ہے کہ اسی محسوس گڑھے میں جسد مع الروح کو عذاب ہوتا ہے۔ (بعض لوگوں نے یہ بات نہ سمجھ کر مجھے خطوط بھی بھیجیں ہیں کہ کیا آپ روح کے عذاب کے قائل ہیں۔ اور یہ اشکال ان کو اسلئے ہوا کہ میں نے یہ اپنی کتاب ان لوگوں کے خلاف لکھی تھی کہ وہ لوگ مرنے سے لے کر دوبارہ اٹھنے تک کسی بھی کیفیت سے عذاب قبر کے قائل نہیں تھے۔ تو میں نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عالم اسلام عذاب قبر کو مانتا ہے۔ چاہے بعض احباب قبر کے بعض چیزوں کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن حق بات وہی ہے جو ہم نے لکھدی ہے۔)۔

۵۔ اسلام کا نظام زمینداری۔ مولانا محمد طاسین کی کتاب مروجہ نظام زمینداری اور اسلام کا مدلل جواب جس میں مزارعت بالثلث والربع کے معرکۃ الآراء مسئلے پر نہایت ہی فاضلانہ انداز سے بحث کی گئی ہے۔ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔

۶۔ جنت میں داخلہ خطرے میں ہے۔ ایسا رسالہ جس میں ہمارے اجتماعی اور انفرادی زندگیوں میں جو گناہ کبیرے رچ بس چکے ہیں۔ (جس کو ہم صغیرہ بھی سمجھ نہیں پا رہے) جمع کئے گئے ہیں۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگا لیا کہ پانچ لاکھ سے زائد مفت چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔

۷۔ نماز حنفی اور قرآن وحدیث سے اسکا ثبوت۔ اس میں کمل انداز سے قرآن وحدیث کے ادلہ کو مدنظر رکھ کر رسول اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ منقح کر کے پیش کیا گیا ہے۔

۸۔ اہل حدیث کیلئے قاعدہ بغدادی۔ سوال وجواب کے انداز سے تقلید اور فروعی اختلافات کے مسائل کے دلائل کو نہایت کمل پیش کئے گئے ہیں۔

۹۔ الھدیٰ انٹرنیشنل کیا ہے؟۔ اس ضخیم کتاب کے اندر اہل سنت وجماعت کے چاروں مکاتب فکر کا تعارف اور احناف کی تاریخ، اہمیت، تفسیری وحدیثی، جہادی اور تصنیفی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب آپ کو صرف ایک فتنہ کی نشاندہی ہی نہیں کرائے گی بلکہ آپ کو اس سے ایسی کسوٹی مل جائے گی۔ جس سے آپ ہر آنیوالے فتنے کی پہچان کر سکیں گے۔ اور آپ جان سکیں گے کہ اس دین حنیف پر کون کس طرح اور کہاں سے حملہ کرتا ہے۔ اس دین کے محافظ کون؟ پاک وہند کے فاتح کون؟ گزرے مجاہد کون؟ عالم کس کو کہتے ہیں؟ درس قرآن کون دے سکتا ہے؟ اجتہاد اور اس کی شرائط کی ہیں؟ اس کے اہل کون ہیں؟ تقلید صحیح کیا ہے؟

۱۰۔ نصاب میں تبدیلی۔ پاکستان کے نظام تعلیم کو جب آغا خان بورڈ کے حوالے کیا گیا

۔تو سکول وکالج کے کتب میں بڑی تبدیلیاں کی گئیں۔تو اس رسالے میں آغا خانی مذہب کی حقیقت، نصاب تعلیم کی اہمیت، عصری علوم میں مسلمانوں کے کارنامے اور ایجادات اور نصاب میں تبدیلیوں کو طشت از بام کیا گیا ہے۔

۱۱۔تانیب الخطیب۔خطیب بغدادی کی طرف سے امام ابو حنیفہؒ پر تاریخ بغداد میں بے سند اور موضوع روایات سے تنقید کا اردو میں مختصر شافی جواب۔

۱۲۔منکرین حدیث اور اکابر۔چار سو صفحات کی اس کتاب میں اسلاف اور اکابر کے اقتباسات اور اقوال سے منکرین حدیث کا بہترین توڑ ہے۔

۱۳۔متفقہ فیصلہ۔اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جو حدیث کا منکر ہے وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے ہاں کافر ہے۔

	حنفی	مالکی	شافعی	حنبلی
بانی	امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	امام مالک بن انس بن مالک	امام محمد بن ادریس شافعی	ابو عبد اللہ امام احمد بن حنبل
پیدائش	۸۰ھ بمطابق ۶۹۹ کوفہ	۹۳ھ بمطابق ۱۲ے مدینہ منورہ	۱۵۰ھ غزہ یا فلسطین	۱۶۴ھ بمطابق ۷۸۰ء بغداد
وفات	۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء کوفہ	۱۷۹ھ مطابق ۷۹۵ء مدینہ منورہ	۲۰۴ھ مطابق ۸۲۱ء مصر	۲۴۱ھ مطابق ۸۵۵ء بغداد
پیروکار	کم وبیش چونتیس کروڑ	کم وبیش ساڑھے چار کروڑ	کم و بیش دس کروڑ	کم و بیش دس کروڑ
حلقہ اثر	عراق۔شام۔ترکی۔افغانستان۔ ایران۔ترکستان۔چیچنیا۔ انڈونیشیا سویت یونین کی دیگر ریاستیں۔پاکستان۔چین۔ ہندوستان ۔برما۔سیلون۔	مصر۔شام۔لبنان۔ اندلس شمال و مغرب کے بعض حصے	مصر ۔سوڈان۔لیبیا۔ شمالی افریقہ۔ملایا۔یمن۔ حضر موت	نجد۔حضر موت۔یمن۔حجاز فلسطین۔(آل سعود)

الہدیٰ،،اور دیگر ساتھیوں

کی طرف سے میری اس کتاب کے پہلے حصے کے متعلق کچھ

خطوط اس حوالے موصول ہوئے ہیں کی آپ کی کتاب کے فلاں فلاں

صفحے پر انداز تحریر درشت ہے اور بعض ساتھیوں نے کہا کہ NGOs اور

یہودی تنظیموں کا تذکرہ مناسب نہیں تھا۔ اس لئے کہ الہدیٰ والے این۔جی۔اوز

والے تو نہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ اول تو حتی الامکان میں نے ایسے الفاظ جدید ایڈیشن

میں ختم کر دیے لیکن جہاں تک این۔جی۔اوز وغیرہ کا مسئلہ ہے تو اگر الہدیٰ کی مسئول این

جی اوز کے ان کاموں پر تنقید کرے جو میں نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں اور

مستشرقین (یہود و نصاریٰ) کی گمراہی کو "امت اخبار کراچی" یا کسی اخبار میں اپنی دستخط کے

ساتھ شائع کرے تو بندہ اپنی کتاب سے ان چیزوں کو بھی ختم کر دے گا۔ اور میں نے "این

جی اوز" وغیرہ کا تذکرہ اس لئے کیا کہ الہدیٰ کو فون کرنے پر بار بار یہی جواب ملا کہ این

جی اوز والے برے نہیں ہے۔ اور الہدیٰ کی میڈم صاحبہ نے کافر مستشرقین ہی سے تو پڑھا

ہے۔ باقی جہاں تک حالت جنابت اور ماہواری میں انکے ہاں قرآن کے چھونے اور

پڑھنے کا مسئلہ ہے تو میں نے درست کر لیا۔ اسی طرح اس حصے میں پہلے والے حصے کے

مضامین کیساتھ کچھ تکرار بھی ہوسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ الہدیٰ کے اس دوسرے حصے

کے اکثر مضامین ان مستورات کے لکھے ہوئے ہیں جنہوں نے الہدیٰ میں پڑھا اور

پڑھایا لیکن ان وجوہات کیوجہ سے ان سے پیچھے ہٹ گئیں جن کا اس حصے میں

تذکرہ ہوا اور گویا یہ کتاب ان کی لکھی ہوئی ہے

جو ان حضرات سے واقف ہیں

نام کتاب .... الہدی الخیر مفصل

مصنف .... مفتی محمد اسمعیل طورو

ایڈیشن .... ساتواں

ناشر .... دار القرآن و جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی

سنہ ۱۴۲۶ھ

تعداد .... ایک ہزار

ملنے کے پتے

1. مکتبہ رشیدیہ بک لینڈ، مکتبہ شہید اسلام ۱۱ اردو غفران — راولپنڈی، اسلام آباد
2. مکتبہ المعارف علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
3. مکتبہ الحبیب، اسلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی
4. مجلس علمی فاؤنڈیشن جمشید روڈ نمبر ۲ کراچی
5. مکتبہ مکیہ — مکی مسجد ۳۲ علامہ اقبال روڈ، لاہور
6. کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
7. دار العلوم اسلامیہ — سرحد آسیا گیٹ پشاور

مولف کی دیگر تصانیف

☆ حوا کے نام
☆ نماز حنفی
☆ مختصر اصحاب
☆ آئینہ اہل حدیث
☆ تہذیب الخطیب
☆ جنت میں داخلہ خطرے میں
☆ قبر — ایک شدید غلط فہمی کا ازالہ
☆ حنفی فیصلہ (متعلق حدیث کیلئے)
☆ اہل حدیث کیلئے قاعدہ بغدادی
☆ منکرین حدیث اور اکابر
☆ اسلام کا نظام زمینداری